پھر اس نے خدا کو پالیا

(کیمیائے محبت)

یادنامہ

مرحوم شیخ رجب علی خیاط (نکوگویان)

مؤلف محمدی ری شہری

پھر اس نے خدا کو پالیا

مؤلف محمدی ری شہری

اے پروردگار حضرت ولی عصر حجت ابن الحسنؑ جن پر اور جن کے آباؤ اجداد پر تیرا درود و سلام ہو کے لئے ہر دور میں اور ہر گھڑی تو ہی ان کا والی محافظ رہبر مددگار رہنما اور نگہبان بن جا اور اس وقت تک جب تک تو ان کو اس کرۂ ارض پر سلطنت و قدرت دے تا کہ طویل مدت تک بندگان خدا کو فیضیاب فرمائیں

ملنے کا پتہ

اسلامک سی ڈی اینڈ بک سینٹر

نزد ... پاک محرم ہال، سپاہی نمائش، کراچی فون: 92-21 2257030

مسجد و امام بارگاہ حسینی مشن بازار ... چکوال

موبائل: 0300-2349780,0321-2168457

ای میل: ibcc_shahjee@hotmail.com

پھر اس نے خدا کو پا لیا

(کیمیائے محبت)

یادنامہ

مرحوم شیخ رجب علی خیاط (نکوگویان)

مؤلف

محمدی ری شہری

نام کتاب: ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر اس نے خدا کو پالیا

مؤلف: ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ محمد محمدی ری شہری

مترجم: ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ضرغام حیدر نقوی

کتابت: ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خلیل نوشاہی

سیٹنگ: ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انور کمال

پیشکش: ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سید حسن حیدر زیدی

تزئین: ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سید انور حسن شاہ

ڈیزائننگ: ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ محمد علی کامدار

انجم پبلیکیشنز

کراچی پاکستان

مہ تعالیٰ

حرف ناشر:

بہت سے لوگ یہ سوال لیے ہوئے ہیں کہ وہ کون ہیں اور کیا کریں ابھی تک واقعتاً انسان اپنے آپ کو نہیں پہچانا یہ ایک بڑا المیہ ہے وہ نہیں جانتا کہ وہ کس عظیم اور گرانقدر چیز ہے کاش وہ جان لے تو کبھی اپنی اتنی کم قیمت نہ لگائے۔

اپنی صحیح معرفت کے بعد ہی وہ سمجھ سکتا ہے کہ اب کیا کرے کہ اسکی عظمت بڑھتی جائے اور اللہ کی نظر میں اسکی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا جائے اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطری طور پر تشنہ محبت پیدا کیا ہے انسان ہمیشہ محبت کی تلاش میں ہے ایک محبت حقیقی کی تلاش جس سے اسکے وجود کا اضطراب سکون اور طمانیت میں بدل جائے وہ مطمئن ہو کر اس جہاں میں زندگی کے چند دن بسر کرے مگر ایسا ہوتا ہے کہ کم علمی اور عدم معرفت اور درست رہنمائی نہ ہونے پر کسی مجازی محبت میں یہ سب کچھ پانے کی کوشش کرتا ہے اب یہ مجازی محبت کسی بھی رنگ و شکل کی ہوسکتی ہے مال و دولت کی محبت، انسان کی محبت ۔۔۔ چونکہ یہ محبت پائدار اور شفاف نہیں ہوتی لہذا بے زاری احساس شکست اور بے وفائی سے سامنا ناگزیر ہو جاتا ہے پھر وہی مضطرب اور پریشان زندگی کہ وہ زندگی بھی بوجھ محسوس ہونے لگتی ہے۔

تو وہ لوگ جو حقیقی محبت کی تلاش میں سرگرداں یا اپنی روح اور وجود میں طمانیت اور ابدی سعادت کی آرزو لیے ہوئے ہیں یا وہ جو کسی مخلص راہنما کی راہ تک رہے ہیں ان کے لئے یہ کتاب کامل آب حیات ثابت ہوگی یہ ان جیسے شخص کی داستان ہے کہ جو انہیں کی مانند حقیقی محبت کی تلاش میں معرفت الٰہی کے مراحل طے کرتے ہوئے ابدی طمانیت اور سعادت اخروی کی منزل پر فائز ہوگیا

اس کے ترجمہ کی اشاعت کے سلسلے میں ہم اس کے مؤلف جناب حجۃ الاسلام المسلمین علامہ محقق محمدی ری شہری کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اس بارے میں اظہار خرسندی فرمایا مؤسسہ امام المنتظر (عج) علمی حلقوں میں تقریباً ایک نیا نام ہے تاہم اس مؤسسہ نے اپنی بساط کے مطابق مختصر مدت میں اردو قارئین کے لئے چند اہم کتب شائع کی ہیں جس میں مفاتیح الجنان کا اردو ترجمہ، عدالت اجتماعی اور آئینہ حقیقت اس کے علاوہ مؤسسہ نے عربی فارسی اردو انگلش زبانوں میں بھی ابھی تک مجموعی طور پر پچاس (۵۰) سے زیادہ کتب شائع کی ہیں۔

مؤسسہ امام المنتظر (عج)

قم المقدس ایران

پیش گفتار

عبد صالح، عارف کامل جناب شیخ رجب علی کی سوانح حیات کی تالیف کے متعلق پہلا سوال قارئین (خصوصاً شیخ کے شاگردوں) کی طرف سے اس مجموعہ کے تالیف کرنے والے کے سلسلہ میں یہ کیا جاسکتا ہے کہ مؤلف نے شیخ رجب علی کو نہ دیکھا ہے اور نہ ہی ان کا میدان سوانح حیات مرتب کرنا ہے، لہذا کون سی چیز باعث ہوئی کہ مؤلف نے اس میدان میں قدم رکھا ہے؟!

شیخ کی باتوں میں جاذبیت

مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "ان علی کل حق حقیقة وعلی کل صواب نوراً" ہر حق کی ایک حقیقت ہے اور ہر صحیح کام کیلئے نورانیت ہے۔
آغاز جوانی میں مسجد جمکران قم میں اتفاقاً میری ملاقات شیخ رجب علی کے ایک ارادتمند سے ہوئی جس کے نتیجہ میں، میں بھی غائبانہ طور پر جناب شیخ کا عقیدتمند ہوگیا، میں نے ان کے کلام میں حقیقت، نورانیت اور ایسی کشش وجاذبیت پائی کہ جس سے اولیائے خدا کے کلام کی بو آتی ہے۔
عرصے سے یہ آرزو تھی کہ اس معلم اخلاق کہ جس کے سامنے کالج ومدارس کے استادوں نے زانوئے ادب تہ کیا ہے، کی سیرت واقوال کو مرتب کرکے سب کے

خصوصاً جوانوں کے سامنے پیش کیا جائے جنہیں آغاز زندگی میں ان چیزوں کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔

شیخ کے شاگردوں میں سے اگر کوئی اہل قلم اس کام کے لئے کمربستہ ہوا ہوتا تو یقیناً یہ مجموعہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس سے کہیں بہتر ہوتا۔ لیکن اتفاقاً اسکے متعلق کوئی اقدام نہ ہوا۔ حالانکہ اس کام کے لئے شیخ کے بہت سے شاگرد بے حد مفید تھے۔

چند سال قبل میں نے یہ احساس کیا کہ رفتہ رفتہ وقت گذرتا جارہا ہے اگر شاگردان شیخ کی حین حیات موصوف کی سوانح حیات مرتب نہ ہوئی تو شاید اس کے بعد یہ نصیحت آموز سیرت مرتب نہ ہوسکے اور حقیقت کے تشنہ افراد اس مرد الٰہی کے کمالات وکرامات سے فیضیاب نہ ہوسکیں اور ہمیشہ کیلئے محروم ہوجائیں۔ لہذا میں نے اس بات کا تذکرہ ایک برادر مؤمن سے کیا اور شیخ کے متعلق جو محور ومبانی میں نے مرتب کئے تھے، ان کے مطابق شیخ کے عقیدتمندوں سے انٹرویو لیکر کیسٹ بنانے کو کہا۔

یہ کام بحسن وخوبی انجام پایا، اور انٹرویو کو کیسٹوں سے تحریری صورت میں لایا گیا اور "مرکز تحقیق آستانہ قدس رضوی" کی کمک سے تنظیم وترتیب پایا، اور سنہ ۱۹۹۷ء میں "انتشارات دارالحدیث" نے "تندیس اخلاص" کے نام سے شائع کیا۔

کتاب "تندیس اخلاص" اگرچہ نقائص سے محفوظ نہیں تھی، لیکن پھر بھی اس مرد الٰہی کی کشش کی برکت سے قارئین خصوصاً نوجوانوں میں اس قدر مقبول ہوئی کہ مختصر سی مدت میں کئی بار چھپ کر ایک لاکھ سے زائد نسخے شائقین کے ہاتھوں میں پہنچ گئے۔

دوران تحقیق شیخ کی پاکیزگی نفس اور سیر و سلوک کے اہم نکات کشف ہوئے۔
اس بار متعدد مصروفیات کے باوجود میں نے یہ ارادہ کیا کہ مجموعہ کو خود ترتیب دوں تاکہ ایک حد تک اس سالک الی اللہ کی معنوی شخصیت اور خود آراستگی کی روش اور ترقی کے اسرار و رموز نمایاں ہوسکیں۔ اس عزم وارادہ کا نتیجہ بفضل الہی آپ کے ہاتھوں میں "کیمیائے محبت" کے نام سے موجود ہے۔ اس سلسلہ میں چند نکات قابل توجہ ہیں۔

طریقہ تالیف

اس کتاب کی تالیف کے وقت شیخ کے تمام عقیدتمندوں سے جو بیانات لئے گئے تھے ان کی نظر ثانی کی گئی۔ پھر انہیں تحریری صورت میں لایا گیا، اسکے بعد ان میں سے جو اہم نکات تھے انہیں اقتباس کر کے چار حصوں " خصوصیات، یکبارگی ترقی، خود آراستگی اور وفات" میں پیش کیا، پھر اساسی کام "فصل بندی اور تالیف" کا آغاز کیا
جناب شیخ کی سوانح حیات کے طریقہ تالیف میں اہم نکتہ جو اسے دیگر سوانح حیات سے جدا کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جناب شیخ کے ارشادات کو مستند بنانے کیلئے اسلامی نصوص سے استفادہ کیا گیا ہے، ہاں! ہم نے شیخ کے کچھ ایسے مکاشفات و کرامات پیش کئے ہیں جو دیگر اولیائے خدا سے بھی صادر ہوئے ہیں اور ہماری بحث سے بھی مربوط تھے۔
دوسرا نکتہ یہ کہ ہر بحث میں اسلامی نصوص کو بیشتر بطور نمونہ ذکر کیا گیا ہے، شائقین مورد نظر موضوع سے مزید آشنائی کیلئے کتاب "میزان الحکمہ" کے حوالوں

کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔

سوانح حیات سے قطع نظر

مرحوم شیخ کی یہ سوانح حیات، سوانح حیات سے قطع نظر ایک ایسی کتاب ہے جو طہارت و آراستگی باطن اور بلند انسانی مقاصد کی فقط نشاندہی ہی نہیں کرتی بلکہ خود تزکیہ نفس اور آراستگی باطن کی دوا بھی ہے جو قرآن وسنت معصومین کی روشنی میں اہل حق وحقیقت کے مقامات کی طرف ہدایت کرتی ہے۔

امام خمینی ۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ ۔نے اپنی کتاب " شرح حدیث جنود عقل و جہل" کے مقدمہ میں وہ کتابیں جو اخلاق کے سلسلہ میں علمی و فلسفی نہج پر تحریر کی گئی ہیں لیکن زیادہ کارآمد نہیں ہیں اور اخلاقی کتابوں کی معاشرے کو کس حد تک ضرورت ہے، کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"قاصر کی نظر میں اخلاق علمی و تاریخی نیز ادبی و علمی تفسیر اور شرح احادیث کی جو ترتیب ونہج ہے یہ مقصد و مقصود سے دور رکھتی ہے اور قریب کو دور کرتی ہے۔ علم اخلاق اور اخلاق سے مربوط احادیث کی شرح یا آیات کے بارے میں مؤلف کا گمان یہ ہوتا ہے کہ علم اخلاق کا مؤلف بشارت دینے اور ڈرانے، وعظ و نصیحت اور تذکر دیاد دہانی کے ذریعہ اپنے مقاصد کو نفوس میں جاگزیں کرے۔

بعبارت دیگر کتاب اخلاق کو تحریری موعظہ ہونا چاہیئے جو بیماریوں اور عیوب کا علاج کرسکے نہ یہ کہ فقط راہ علاج کی نشاندہی کرے۔

صرف اخلاق کے اصولوں کو پہچنوانا اور راہ علاج کی نشاندہی کرنا کسی ایک شخص کو

بھی مقصد سے قریب نہیں کرتا۔ کسی تاریک دل کو نورانیت عطا نہیں کرتا، اور نہ ہی کسی برے اخلاق کی اصلاح کرتا ہے۔ جبکہ اخلاقی کتاب کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے مطالعہ سے سرکش نفس نرم، غیر مہذب، مہذب اور تاریک نفس نورانی ہوجائے۔ اور یہ اس وقت ممکن ہے جبکہ عالم رہنمائی کے ساتھ ساتھ رہبر اور علاج بتانے کے ساتھ طبیب بھی ہو اور کتاب بھی درد کی دوا ہو نہ کہ فقط درد کا نسخہ۔

روحانی طبیب کے کلام کو بحیثیت دوا ہونا چاہیئے نہ کہ بحیثیت نسخہ، اخلاق کی موجودہ کتابیں نسخے ہیں نہ کہ دوائیں۔ بلکہ اگر جرات ہوتی تو میں یہ کہہ دیتا کہ ان کتابوں میں سے بعض کا نسخہ ہونا بھی مشکوک ہے، لیکن اس وادی سے چشم پوشی کرنا بہتر ہے[1]۔

ماخذوں کا اعتبار

جیسا کہ اشارہ ہوچکا ہے شیخ کی سوانح حیات کے مآخذ ان کے شاگردوں اور عقیدتمندوں کے بیانات ہیں، چند مختصر مطالب کے علاوہ سارے مطالب بلا واسطہ شیخ سے نقل ہوئے ہیں، ان کے تمام راوی۔ چاہے ان کے اسماء ذکر ہوئے ہوں یا کسی وجہ سے ذکر نہ ہوئے ہوں۔ مورد وثوق ہیں اور مجھے اطمینان ہے کہ انہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے درست ہے۔

قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اس کتاب میں شیخ کے متعلق جو کچھ ذکر ہوا ہے ان کے شاگردوں کے بیانات ہیں چاہے استناد کے بغیر ہی کیوں نہ ہوں۔

۱۔ شرح حدیث جنود عقل و جہل / ۱۳۔

دوسرا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ بیانات کی عبارتوں کو نقل کرنے میں کافی احتیاط وکوشش کی گئی ہے کہ حتی المقدور عین عبارت نقل کی جائے اور ادبی وثقافتی اصطلاحات کم ہوں۔

مقامات اہل معرفت

جناب شیخ کا سب سے عظیم ہنر کیمیائے محبت خدا کا حصول ہے۔ وہ اس کیمیاگری میں مہارت رکھتے تھے اسی مناسبت سے ان کی سوانح حیات کا نام "کیمیائے محبت" رکھا گیا ہے۔ جناب شیخ اس کیمیا کے طفیل میں حقیقت توحید سے واقف ہوئے۔ اس کتاب کے تیسرے حصہ کی تیسری فصل میں ملاحظہ کریں گے کہ جناب شیخ نے فرمایا ہے:

"حقیقت کیمیا خود خدا کا حاصل کرنا ہے۔ خدا کی محبت بندگی کی آخری منزل ہے۔ اعمال کی قدر وقیمت کا معیار عامل کی خدا سے محبت ہے"

میرا خیال ہے کہ جو بھی شیخ کی اس سوانح حیات کو پڑھے گا وہ اس بات کی تصدیق ضرور کریگا کہ شیخ کیمیائے محبت خدا کی حقیقت سے آشنا تھے، وہ اپنے خالق سے عشق ومحبت کی بدولت کمالات اور اس بلند مقام پر فائز ہوئے تھے۔ ہمارے لئے اس کا تصور دشوار ہی نہیں بلکہ محال ہے۔

بسا اوقات اہل معرفت کے مقامات کو درک نہ کر پانے کی وجہ سے بہت سے ناواقف افراد اس حقیقت سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اسی چیز کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بانی جمہوری اسلامی ایران جناب امام خمینی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ۔ نے اپنے عزیز

فرزند الحاج احمد خمینی کو سختی سے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

"بیٹا! پہلے مرحلہ میں جو میں تم کو وصیت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ مقامات اہل معرفت سے انکار مت کرو کہ یہ جاہلوں کا طریقہ ہے اور مقامات اولیائے خدا کے منکروں سے پرہیز کرو کہ یہ لوگ حق سے دور کرنے والے ہیں"[1]۔

اپنی بہو یعنی احمد خمینی کی زوجہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"میں نہیں چاہتا کہ دعویداروں کی صفائی پیش کروں۔" کبھی کپڑے کا ایک ٹکڑا آتش زدگی کا باعث ہوتا ہے" میرا مطلب یہ ہے کہ اصل معنی و معنویت سے انکار مت کرو، وہ معنویت جس کا ذکر قرآن و حدیث میں بھی موجود ہے، اس کے مخالفین نے یا تو اسے نظر انداز کیا ہے یا وحدانیت کے متعلق عامیانہ رویہ اختیار کیا ہے، میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ پہلا قدم مکمل حجاب کے ساتھ باہر آنے سے انکار کرنا ہے چونکہ یہ ہر طرح کے کمال اور مثبت قدم سے رکاوٹ ہے۔ مکمل حجاب فقط کمال کی طرف بڑھنا ہی نہیں ہے بلکہ کمال کی راہوں کو ہموار کرتا ہے۔

بہرحال روح انکار کے ساتھ راہ معرفت کو طے نہیں کیا جاسکتا ہے وہ لوگ جو مقامات عارفان اور منازل سالکان سے انکار کرتے ہیں چونکہ وہ مغرور و خود پسند ہیں لہذا جو کچھ نہیں جانتے اپنی جہالت کا اعتراف نہیں کرتے بلکہ ان کا انکار کر بیٹھتے ہیں تاکہ ان کے غرور و خود پسندی پر کوئی خدشہ وارد نہ ہو[2]۔

۱۔ صحیفہ نور، ۲۲/ ۳۷۱۔

۲۔ صحیفہ نور/ ۲۲/ ۳۳۸۔

ناقابل شناخت انسان

اہل معرفت کے مقامات ایسے کمالات ہیں جو بیشتر افراد کیلئے قابل توصیف وتوضیح نہیں۔ اس سلسلہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"لایقدر الخلائق علی کنه صفة الله عزوجل فکما لایقدر علی کنه صفة الله عزوجل فکذلک لایقدر علی کنه صفة رسول الله و کما لایقدر علی کنه صفة الرسول، فکذلک لایقدر علی کنه صفة الامام و کما لایقدر علی کنه صفة الامام، کذلک لایقدر علی کنه صفة المؤمنین"

خلائق، خدائے عزوجل کی صفت کی حقیقت کے سمجھنے سے عاجز وناتواں ہیں اور جس طرح خدائے عزوجل کی کنہ صفت کے سمجھنے سے عاجز وناتواں ہیں اسی طرح رسول خداؐ کی کنہ صفت کے سمجھنے سے عاجز ہیں اور جس طرح رسول خداؐ کی کنہ صفت کے سمجھنے سے عاجز ہیں اسی طرح امام کی بھی کنہ صفت کے سمجھنے سے عاجز ہیں اور جس طرح امام کی کنہ صفت کے سمجھنے سے عاجز ہیں اسی طرح مؤمنین کی کنہ صفت کے سمجھنے سے عاجز وناتواں ہیں[1]۔

جب انسان مقام فنا فی اللہ تک پہنچ جاتا ہے تو کائنات میں خدا کا خلیفہ ونمائندہ قرار پاتا ہے اسی وجہ سے اس کے کمالات کی توصیف و تحلیل خدائے برحق کے کمالات کی طرح عام لوگوں کیلئے ممکن نہیں ہے۔ اس خصوصیت (جیسا کہ امام صادق علیہ السلام کے کلام میں ملاحظہ کی گئی) میں شریک ہونے کے اعتبار سے نبی، امام اور مؤمنین میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لہذا میرا یہ کہنا کہ کچھ افراد کے مقامات وکمالات

۱۔ میزان الحکمہ / ۳۹۰ / ۲۸۹ / ۱۳۰۰۔

(جیسے جناب شیخ) کی توصیف ممکن نہیں، یہ تعجب خیز نہیں ہونا چاہیئے۔

شیخ کے ایک شاگرد جو ان کی خدمت میں سالہا سال رہے ہیں جن سے مقامات شیخ کے متعلق متعدد حکایات اس کتاب میں نقل ہوئے ہیں، وہ بیان فرماتے ہیں: کہ ایک روز شیخ نے مجھ سے فرمایا:

"دیکھو؛ دنیا میں مجھے کسی نے نہ پہچانا، لیکن دو موقعوں پر پہچانا جاؤنگا، ایک اس وقت جب بارہویں امام۔ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ۔ تشریف لائیں گے، اور دوسرے قیامت کے دن"

لہذا جناب شیخ کے واقعی کمالات کا جاننا اس کتاب یا اس کے مانند کتابوں کے ذریعہ ممکن نہیں ہے۔ لیکن شیخ کی یہ نورانی سوانح حیات ایک حد تک مؤثر ثابت ہوسکتی ہے، کلی طور پر آشنائی، ان کی زندگی کے خصوصیات، اہل معرفت کے بلند مقامات تک ان کی رسائی کاراز اور ان کی تعلیم و تربیت کی روش اور سیرت سے آگاہی وغیرہ نہایت مؤثر و مفید ہیں، خدا کے فضل و کرم سے حاصل ہوئی اس عظیم توفیق پر خدا کا شکرگزار ہوں۔ شاید میری یہ تحریر جناب شیخ کی پیشینگوئی۔ "میں موت کے بعد پہچانا جاؤنگا" کا مقدمہ قرار پائے۔ جیسا کہ شیخ کے فرزند نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"مجھے کوئی نہیں پہچانتا اور مجھے لوگ میرے مرنے کے بعد پہچانیں گے"

محمد رے شہری

۱۹۹۹/۲/۱۱

پہلا حصہ

خصوصیات

پہلی فصل

زندگی

خدا کے نیک بندے "رجب علی نیکو گویان" معروف بہ "جناب شیخ" و "شیخ رجب علی خیاط" سنہ ۱۲۶۲ ھ ش / مطابق سنہ ۱۸۸۳ء کو شہر تہران میں پیدا ہوئے آپ کے والد "مشہدی باقر" ایک معمولی مزدور تھے جب رجب علی ۱۲ سال کے ہوئے تو آپ کے والد کا انتقال ہوگیا۔ آپ کی کوئی بہن یا بھائی نہیں تھا۔ آپ کے بچپن کے بارے میں اس سے زیادہ اور کوئی معلومات موجود نہیں۔ لیکن خود "رجب علی" نقل کرتے ہیں کہ ان کی ماں کہتی تھیں کہ:

جب تم میرے شکم میں تھے تو تمہارے والد ایک طرح کا کھانا گھر لائے میں نے کھانا چاہا تو دیکھا کہ تم جنبش میں آگئے اور میرے شکم پر زور زور سے پیر مارنے لگے۔ میں نے احساس کیا کہ مجھ کو یہ کھانا نہیں کھانا چاہئے۔ میں نے ہاتھ روک لیا اور تمہارے والد سے پوچھا۔ تمہارے والد نے کہا کہ میں اس کھانے کو اس دکان سے بغیر اجازت لایا ہوں جہاں میں کام کرتا ہوں۔ میں نے بھی یہ کھانا نہیں کھایا ہے۔

یہ داستان اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ شیخ رجب علی کے والد قابل ذکر خصوصیت کے مالک نہیں تھے۔

شیخ رجب علی سے نقل ہوا ہے کہ باپ کا ایک ولی خدا کو کھانا کھلانا اور اس سے

خوش رفتاری کرنا اس بات کا سبب ہوا کہ خدا آپ کو اس باپ کے صلب سے پیدا کرے۔

شیخ رجب علی کے پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں جن میں سے ایک لڑکی بچپنے میں انتقال کر گئی۔

شیخ رجب علی کا گھر

شیخ رجب علی کا وہ اینٹوں والا سادہ گھر جو آپ کو باپ سے میراث میں ملا تھا وہ "مولوی روڈ" گلی "سیاہ با" (شہید منتظری) میں واقع تھا۔ آپ تاحیات اسی معمولی گھر میں رہے۔ آپ کے صاحب زادہ کا کہنا ہے کہ: جب بارش ہوتی تھی تو پانی چھت سے کمرے میں گرتا تھا۔ ایک دن ایک فوجی سربراہ چند ملکی شخصیتوں کے ہمراہ ہمارے گھر آئے ہوئے تھے ہم نے بارش کے قطرات کے نیچے ایک ٹب اور ایک پیالہ رکھا تھا۔ اس نے جب ہماری یہ حالت دیکھی تو دو زمینیں جاکر خریدیں اور کہا: ان میں سے میں نے ایک آپ کیلئے خریدی ہے اور ایک اپنے لئے۔ شیخ نے کہا: جو ہمارے پاس ہے وہی کافی ہے۔

شیخ کے ایک اور صاحبزادے کا بیان ہے کہ: جب میری زندگی اقتصادی لحاظ سے کچھ بہتر ہوئی تو میں نے اپنے والد سے کہا کہ میرے پاس چار تومان ہیں اور اس اینٹ کے گھر کی قیمت سولہ تومان ہے اگر آپ کی اجازت ہو تو ہم شہباز نامی علاقہ میں ایک نیا گھر خرید لیں۔ شیخ نے کہا: تمہیں اختیار ہے جب چاہو جاؤ اور اپنے لئے خرید لو میرے لئے یہی بہتر ہے۔

شادی کے بعد ہم نے گھر کی پہلی منزل کے دو کمرے درست کئے اور والد سے کہا کہ معزز افراد آپ سے ملنے کیلئے آتے ہیں لہذا آپ ان سے ان کمروں میں ملاقات کریں۔ شیخ نے فرمایا: نہیں۔ جو بھی مجھ سے ملنا چاہتا ہے وہ ان پرانی چیزوں پر آکر بیٹھے۔ مجھ کو ضرورت نہیں ہے۔ یہ کمرہ نہایت چھوٹا تھا، جس کا فرش ایک سادہ کمبل تھا اور اس میں ایک سلاقی کی پرانی میز تھی۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ چند سال بعد شیخ نے اپنے گھر کے ایک کمرہ کو مشہدی ید اللہ نامی ٹیکسی ڈرائیور کو بیس تومان ماہانہ کرایہ پر دیدیا۔ یہاں تک کہ ڈرائیور کے گھر ایک لڑکی پیدا ہوئی شیخ نے اس کا نام معصومہ رکھا۔ کان میں اذان واقامت کہنے کے بعد شیخ نے بچی کے پاس دو تومان رکھے اور کہا ید اللہ اب تمہارا خرچہ زیادہ ہو گیا ہے اس لئے اب بیس تومان کے بجائے اٹھارہ تومان کرایہ دیا کرنا۔

شیخ کالباس

شیخ کالباس بہت سادہ اور پاک صاف رہتا تھا۔ آپ کا آدھا لباس علماء کی طرح تھا۔ علماء کے لبادہ (ایک طرح کا لباس) کی مانند لباس پہنتے تھے۔ سر پر ٹوپی ہوتی تھی اور دوش پر عبا ڈالتے تھے۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ شیخ لباس پہننے میں بھی قصد قربت رکھتے تھے۔ ایک بار جب انھوں نے دوسروں کو اچھا لگنے کی خاطر دوش پر عبا ڈالی تو عالم معنی میں آپ کی ملامت کی گئی۔ خود شیخ اس داستان کو اس طرح نقل کرتے ہیں:۔

نفس تعجب خیز ہے۔ میں نے ایک شب دیکھا کہ مجھ پر باطنی حجاب ہے اور معمول

کے مطابق حضور نہیں پیدا کر پا رہا ہوں۔ میں اسکی سوچ میں پڑ گیا اور نہایت عاجزی اور تقاضہ کے بعد متوجہ ہوا کہ گزشتہ دن سہ پہر کے وقت تہران کا ایک معزز شخص مجھ سے ملنے آیا تھا۔ اس نے کہا کہ میں آپ کی اقتدا میں نماز مغربین جماعت سے پڑھنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس کی وجہ سے نماز میں اپنے دوش پر ردا ڈال لی تھی۔

شیخ کی غذا

شیخ لذیز کھانوں کے چکر میں نہیں رہتے تھے۔ بسا اوقات سادہ کھانا مثلاً آلو اور فرنی کھایا کرتے تھے۔ دستر خوان پر قبلہ رخ دو زانو ہو کر بیٹھتے اور جھک کر کھانا کھایا کرتے تھے۔ کبھی پلیٹ کو ہاتھ میں لے کر کھاتے تھے اور حاجت کے مطابق کھایا کرتے تھے۔ اور جس دوست کی پلیٹ تک آپ کا ہاتھ پہنچتا تھا اس میں اپنی پلیٹ سے کھانا نکال کر رکھ دیتے تھے۔ کھانا کھاتے وقت بات نہیں کرتے تھے اور دیگر افراد بھی آپ کے احترام میں خاموش رہا کرتے تھے۔ اگر کوئی آپ کو مدعو کرتا تو آپ اہمیت کے ساتھ اسے منظور کرتے یا نامنظور کرتے تھے۔ لیکن بیشتر اوقات دوستوں کی دعوتوں سے انکار نہیں کرتے تھے۔ بازار کھانوں سے اجتناب نہیں کرتے تھے۔ پھر بھی روح میں کھانوں کی تاثیر سے غافل نہ تھے۔ بعض روحی تبدیلیوں کا سبب کھانے ہی کو سمجھتے تھے۔ ایک بار جب مشہد کے راستہ میں ٹرین سے سفر کر رہے تھے تو آپ نے باطنی نابینائی کا احساس کیا جب آپ متوسل ہوئے تو آپ کو بطور الہام سمجھایا گیا کہ یہ کیفیت ٹرین کی چائے پینے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔

دوسری فصل

مشغلہ

سلائی اسلام میں ایک محبوب مشغلہ ہے۔ لقمانؑ نے اپنے لئے اسی مشغلہ کو اختیار کیا تھا[1]۔ ایک حدیث میں رسول اسلامؐ سے منقول ہے کہ: "عمل الابرار من الرجال الخياطة وعمل الابرار من النساء الغزل[2]"۔ اچھے مردوں کا کام سلائی اور اچھی عورتوں کا کام کاتنا ہے۔

شیخ رجب علی نے اپنی زندگی کے گذارے کیلئے اسی مشغلہ کا انتخاب کیا اور اسی لئے شیخ رجب علی "خیاط" کے نام سے مشہور ہوئے۔ شیخ کا چھوٹا اور معمولی گھر سلائی کا مرکز بھی تھا۔

اس سلسلہ میں شیخ کے ایک صاحبزادے کہتے ہیں کہ شروع شروع مسافرخانہ میں میرے والد کا ایک کمرہ تھا اور اس میں آپ سلائی کیا کرتے تھے۔ ایک دن کمرہ کا مالک آیا اور اس نے کہا کہ میں یہاں تمہارے رہنے پر راضی نہیں ہوں۔ میرے والد بغیر چون وچرا کے اگلے دن سلائی مشین اور میز کو گھر لے آئے۔ کمرہ کو خالی کر کے مسافرخانہ کے حوالہ کردیا۔ اسکے بعد گھر میں دروازہ سے متصل کمرہ میں سلائی کرتے تھے۔

۱۔ ربیع الابرار، ۲/۵۳۵۔

۲۔ میزان الحکمۃ، ۳/۱۶۴۸/۱۱۸۲/۵۴۷۸۔

کام میں محنت

شیخ اپنے کام میں بہت محنتی تھے اور تاحیات کوشش کرتے رہے کہ اپنی محنت سے کھائیں۔ جبکہ آپ کے سیکڑوں عقیدتمند خلوص کے ساتھ آپ کی زندگی کو چلانے کیلئے تیار تھے، لیکن آپ راضی نہیں ہوئے۔ ایک حدیث میں رسول سے منقول ہے کہ جو اپنی محنت سے کھاتا ہے وہ قیامت کے دن انبیاءؑ کی قطار میں ہو گا اور انبیاءؑ کا ثواب حاصل کرے گا۔

ایک اور حدیث میں رسولؐ نے فرمایا ہے کہ عبادت کے دس حصے ہیں جن میں سے نو حصے حلال روزی تلاش کرنے میں ہیں۔ شیخ کے ایک دوست کہتے ہیں کہ میں اس دن کو نہیں بھول سکتا کہ میں نے گرمی میں ایک دن شیخ کو بازار میں دیکھا۔ آپ کی رنگت زرد ہو گئی تھی۔ آپ سلائی کے کچھ وسائل خرید کر گھر لے جا رہے تھے میں نے کہا تھوڑا آرام کرلیجئے آپ کی حالت بہتر نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بال بچوں کا کیا کرونگا۔

حدیث میں رسول سے منقول ہے کہ خدا حلال روزی کی تلاش میں اپنے بندے کو تھکا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ اسی طرح منقول ہے کہ وہ شخص ملعون ہے وہ شخص ملعون ہے جو اپنے گھر کا خرچ پورا نہ کرے۔

مزدوری لینے میں انصاف

شیخ سلائی کی مزدوری انصاف سے لیتے تھے۔ اپنے کام کے مطابق مزدوری لیتے تھے اور کسی بھی صورت میں گاہک سے اپنی محنت سے زیادہ مزدوری نہیں لیتے تھے۔

اگر کوئی کہتا تھا کہ اجازت دیجئے کہ میں آپ کو زیادہ مزدوری دیدوں تو آپ قبول نہیں کرتے تھے۔

شیخ اسلامی نقطہ نظر سے اپنے کام کی اجرت گاہک سے پہلے طے کرلیتے تھے لیکن چونکہ اپنے کام سے زیادہ مزدوری نہیں لینا چاہتے تھے اس لئے کام کرنے کے بعد اگر دیکھتے تھے کہ کم کام کیا ہے تو اضافی مزدوری گاہک کو واپس کردیتے تھے۔

ایک عالم دین کا کہنا ہے کہ میں عبا قبا اور لبادہ سلنے کیلئے شیخ کے پاس کپڑے لے گیا اور میں نے کہا کتنی مزدوری دوں؟ شیخ نے کہا اس میں دو دن کا کام ہے لہذا چالس تومان ہوں گے۔ جب میں لباس لینے گیا تو شیخ نے کہا اس کی مزدوری بیس تومان ہوگی۔ میں نے کہا کہ آپ نے چالس تومان کہا تھا۔ شیخ نے کہا کہ میں سمجھ رہا تھا دو دن لگیں گے لیکن ایک دن لگا۔

ایک اور شخص کہتا ہے کہ میں پیجامہ سلوانے لے گیا میں نے کہا کتنے پیسے دوں شیخ نے کہا: دس تومان۔ میں نے اسی وقت مزدودی دیدی جب کپڑا لینے گیا تو شیخ نے کپڑے پر دو تومان رکھ کر کہا کہ اس کی مزدوری آٹھ تومان ہوئی۔

شیخ کے ایک صاحبزادے کہتے ہیں کہ ایک دن جس عبا کے سلنے کیلئے آپ نے پینتیس ریال معین کیے تھے اس کا مالک آیا اور لے گیا جب کچھ دور چلا گیا تو میں نے دیکھا کہ میرے والد اس کے پیچھے دوڑے اور پانچ ریال اس کو واپس کرتے ہوئے کہا کہ سوچتا تھا کہ اس عبا کے سلنے میں زیادہ وقت لگے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

انصاف کی جزا

انصاف تمام کاموں میں خصوصاً خریدار سے معاملہ کرتے وقت بہت اہم ہے جس کی اسلام نے کافی تاکید کی ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: انصاف سب سے بڑی فضیلت ہے۔ ایک اور جگہ منقول ہے کہ سب سے عظیم ثواب انصاف کا ثواب ہے۔

معاملہ میں انصاف کس حد تک انسان کیلئے خود کے سنوارنے میں مؤثر ہے اور شخ پر خدا کی عنایات عبث نہیں ہے، لہذا ذیل کی داستان پر غور کرنا مفید ہے۔

لوگوں کے ساتھ انصاف اور امام زمانہؑ سے ملاقات

ایک عالم امام زمانہؑ کی زیارت کا آرزومند تھا توفیق نہ ہونے کی وجہ سے رنجیدہ تھا۔ اس نے مدتوں ریاضت کی تھی اور مقام طلب میں تھا۔ نجف اشرف میں طلاب وافاضل کے درمیان مشہور ہے کہ جو شخص مسلسل چالیس شب چہار شنبہ مسجد سہلہ جاکر نماز مغربین پڑھنے کی توفیق حاصل کرے وہ امام زمانہؑ کی ملاقات کا شرف حاصل کرلے گا۔ اس نے اس سلسلہ میں مدتوں کوشش کی لیکن کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوا۔ پھر اس نے علوم غریبہ اور اسرار حروف واعداد سے توسل کیا۔ مقام کسب وطلب میں۔ متعدد ریاضتیں کیں لیکن کوئی اثر نہیں ہوا۔ لیکن ان ریاضتوں کے سبب وہ راتوں کو جاگتا تھا اور صبح کے اوقات میں اس نے بہت گریہ کیا تھا لہذا اس میں ایک طرح کی خاص روحانیت پیدا ہو گئی۔ لہذا کبھی ایک نورانیت اس میں پیدا ہوتی تھی اور وہ حقائق کو دیکھتا اور دقائق کو سنتا تھا۔ انہیں ایک حالت میں اس سے کہا گیا کہ تم فلاں

شہر جائے بغیر امام زمانہؑ کو نہیں دیکھ سکتے لذا وہ شخص زحمت کے باوجود اس شہر میں چلا گیا۔

امام زمانہؑ لوہاروں کے بازار میں

وہ شخص چند دنوں کے بعد اس شہر میں پہنچا اور اس نے وہاں بھی ریاضتیں شروع کیں۔ سینتیسویں یا اڑتیسویں دن اس سے کہا گیا کہ اس وقت امام زمانہؑ لوہاروں کے بازار میں ایک تالا بنانے والے بوڑھے کی دکان میں تشریف فرما ہیں۔ ابھی جاؤ اور ان سے ملاقات کر لو۔ وہ اٹھا اور اس بوڑھے کی دکان پر پہنچا۔ میں نے دیکھا وہاں امام زمانہؑ تشریف فرما ہیں اور اس بوڑھے شخص سے نہایت محبت کے ساتھ محو گفتگو ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ امام نے جواب دے کر خاموش رہنے کا اشارہ فرمایا۔

تالا بنانے والے شخص کا انصاف

میں نے دیکھا کہ ایک کمر خمیدہ ناتوان بوڑھی عورت نے لرزتے ہاتھوں سے ایک تالا دکھایا اور کہا کہ کیا خدا کی خاطر تم مجھ سے یہ تالا "تین شاہی" میں خرید سکتے ہو کہ مجھ کو تین شاہی کی ضرورت ہے۔ تالا بنانے والے بوڑھے نے تالے کو دیکھا کہ صحیح وسالم ہے۔ اس نے کہا: اے بہن اس تالہ کی قیمت "دو عباسی" ہے کیونکہ اس کی چابی کی قیمت دس دینار سے زیادہ نہیں۔ اگر تم مجھے دس دینار دیدو تو میں اس تالہ کی چابی بنا دونگا اور اس کی قیمت دس شاہی ہوجائے گی۔

بڑھیا نے کہا مجھ کو اس تالہ کی ضرورت نہیں بلکہ پیسہ کی ضرورت ہے۔ تم اس

تالہ کو تین شاہی میں مجھ سے خرید لو تو میں تمہارے لئے دعا کرونگی۔ بوڑھے شخص نے سادگی کے ساتھ جواب دیا کہ بہن تم بھی مسلمان ہو اور میں بھی مسلمان ہونے کا مدعی ہوں۔ میں مسلمان کا مال سستا کیوں خریدوں اور کسی کے حق کو ضائع کروں۔ اس تالے کی قیمت آٹھ شاہی ہے اگر میں فائدہ حاصل کرنا چاہوں تو سات شاہی میں خریدونگا، کیونکہ دو عباسی معاملہ میں ایک شاہی سے زیادہ نفع لینا بے انصافی ہے۔ اگر تم بیچنا چاہتی ہو تو میں سات شاہی میں خریدتا ہوں۔ پھر دوبارہ کہہ رہا ہوں کہ اس کی واقعی قیمت دو عباسی ہے لیکن چونکہ میں تاجر ہوں اور مجھ کو نفع لینا چاہئے لہذا میں ایک شاہی سستا خریدتا ہوں۔ شاید بڑھیا یقین نہیں کررہی تھی کہ یہ شخص صحیح کہہ رہا ہے۔ وہ ناراض ہوگئی کہ میں خود کہہ رہی ہوں کہ کوئی اس مقدار پر راضی نہیں ہوا میں نے التماس کی کہ تین شاہی میں خرید لے کیونکہ میرا مطلب دس دینار میں پورا نہیں ہوتا، بلکہ مجھ کو تین شاہی کی ضرورت ہے۔ بوڑھے شخص نے سات شاہی دے کر تالا خرید لیا۔

میں اسکے پاس آتا ہوں

بڑھیا کے جانے کے بعد امامؑ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے عزیز تم نے دیکھا اور مشاہدہ کیا، اس طرح بنو اور اس طرح رہو تاکہ ہم تمہارے پاس آئیں۔ چلہ کشی کرنا، علم جفر سے توسل کرنا ریاضتیں کرنا اور سفر پر جانا ضروری نہیں ہے عمل کر کے دکھاؤ، مسلمان رہو تاکہ میں تمہارا تعاون کرسکوں۔ اس پورے شہر سے میں نے اس بوڑھے کو انتخاب کیا ہے کیونکہ یہ مرد دین رکھتا ہے اور خدا کو پہچانتا ہے۔ اس نے امتحان

دیا۔ بازار میں داخل ہوتے ہی اس بڑھیا نے حاجت پیش کی بازاریوں نے چونکہ اس کو محتاج پایا تو سب نے سستا خریدنا چاہا اور کسی نے تین شاہی میں بھی نہیں خریدا اس بوڑھے شخص نے سات شاہی میں خریدا ہے۔ میں ہر ہفتہ اس کے پاس آتا ہوں اور اس کی مزاج پرسی کرتا ہوں۔

تیسری فصل

ایثار وفدا کاری

شیخ کی زندگی کی ایک عظیم خصوصیت یہ تھی کہ آپ نادار ہونے کے باوجود محتاج لوگوں کی خدمت کرتے تھے اور فدا کاری کرتے تھے۔ اسلامی احادیث کے نقطہ نظر سے ایثار بہترین نیکی ایمان کا بلندترین مرتبہ اور عمدہ ترین اخلاقی خصوصیت ہے۔ شیخ کی آمدنی سلائی کے ذریعہ گرچہ بہت کم تھی لیکن آپ فضیلت ایثار سے کافی بہرہ مند تھے۔ اس مرد الٰہی کے ایثار وفدا کاری کی داستانیں تعجب خیز اور عبرت آمیز ہیں۔

دوسروں کی اولاد کے ساتھ ایثار

شیخ کے ایک صاحبزادے کہتے ہیں کہ میری والدہ بتایا کرتی تھیں کہ قحط کے زمانہ میں میرے دو بڑے بیٹے حسن اور علی نے چھت پر آگ جلا رکھی تھی۔ میں دیکھنے گئی کہ وہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ تو میں نے دیکھا کہ وہ دونوں گوسفند کی کھال بھوننے کیلئے لائے ہیں تاکہ اس کو کھائیں۔ یہ دیکھکر مجھ کو رونا آگیا۔ میں نیچے آئی۔ میں نے کچھ تانبا اور دوسرے قسم کے برتن اٹھایا اور بازار میں لے جاکر بیچ دیا اور کچھ ابلے ہوئے چاول خرید لائی۔

میرا مالدار بھائی قاسم علی خان آیا اور دیکھا کہ میں بہت پریشان ہوں۔ پریشانی کی

وجہ دریافت کی۔ میں نے قصہ بیان کیا۔ قصہ سننے کے بعد قاسم علی خان نے کہا کیا کہہ رہی ہو؟ میں نے شیخ رجب علی کو بازار میں دیکھا کہ لوگوں میں چلو کباب (چاول اور کباب) کے سو ٹکٹ تقسیم کر رہے ہیں! جبکہ پہلے گھر کا چراغ روشن کرنا چاہیئے پھر مسجد کا۔

یہ صحیح ہے کہ شیخ رجب علی عابد اور زاہد ہیں لیکن ان کا کام درست نہیں یہ باتیں سن کر میں مزید افسردہ ہوئی۔ جب رات میں شیخ رجب علی آئے تو میں نے شیخ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی اور مغموم حالت میں سو گئی آدھی رات میں متوجہ ہوئی کہ مجھ کو بلایا جارہا ہے میں اٹھی دیکھا مولائے کائنات ہیں انہوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا: شیخ رجب علی نے لوگوں کے بچوں کا خیال رکھا ہے، اور ہم تیرے بچوں کے نگراں ہیں۔ جب تمہارے بچے بھوک سے مرجائیں تو کہنا۔

مفلس ہوجانے والے پڑوسی کے ساتھ شیخ کا ایثار

شیخ کے ایک صاحبزادے نقل کرتے ہیں کہ ایک شب میرے والد نے مجھ کو جگایا۔ ہم نے گھر سے دو بوری چاول اٹھایا (ایک کو میں نے اور ایک کو والد صاحب نے) ہم اس کو اپنے علاقہ کے سب سے مالدار شخص کے گھر لے گئے اور شیخ نے مالک مکان کو وہ چاول دے کر کہا کہ: "بھائی تم کو یاد ہے کہ ایک بار انگریز لوگوں کو اپنے سفار تخانہ لے گئے اور ان کو چاول دیا اور انہوں نے ہر دانہ کے بدلہ منوں چاول لئے پھر بھی لوگوں کو نہیں چھوڑتے "۔ اس مذاق کے ساتھ ہم نے اسکو چاول دیئے اور واپس آگئے۔ صبح کو والد نے مجھ کو پکار کر کہا: محمود تین پاؤ کنگی خرید لو اور دو ریال کی چربی

کا تیل اپنی ماں کو لاکر دیدو تاکہ دوپہر میں ابلا ہوا چاول بنادے اس وقت والد کی یہ تمام رفتار میرے لئے نامفہوم اور سنگین تھی کہ کیوں گھر میں موجود چاول کو والد علاقہ کے سب سے مالدار شخص کو دے چکے ہیں؟ اور دوپہر کے کھانے کیلئے ہم کنگی خریدیں۔ بعد میں مجھ کو معلوم ہوا کہ جمعہ کو اس کے یہاں زبردست دعوت ہونے کی وجہ سے وہ مفلس ہوگیا تھا۔

شب عید کا ایثار اور فداکاری

شیخ عبدالکریم حامد نقل کرتے تھے کہ میں سلائی کی دوکان پر شیخ کا کاریگر تھا اور میری روزانہ کی آمدنی ایک تومان تھی۔ شب نوروز شیخ کے پاس پندرہ تومان تھے۔ ان میں سے کچھ مجھ کو دیئے تاکہ میں چاول خرید کر چند جگہوں پر پہنچا دوں۔ آخر میں پانچ تومان بچے وہ بھی مجھے دیدیے۔ میں نے سوچا کہ شیخ شب عید گھر خالی ہاتھ جائیں گے ان کے فرزند کا گھٹنا بھی زخمی ہے اس لئے میں پیسوں کو لکڑی کے ڈبہ میں رکھ کر بھاگ گیا۔ شیخ نے بہت بلایا لیکن میں واپس نہیں گیا۔ گھر پہنچ کر میں متوجہ ہوا کہ مجھ کو بلا رہے ہیں اور تلخ انداز میں کہہ رہے ہیں کہ تم نے پیسے کیوں نہیں لئے؟ پھر زبردستی مجھ کو پیسے دیئے۔

چوتھی فصل

بندگی

شیخ کے سیر و سلوک کا طریقہ طریقت کے دعویداروں کے مسلک سے مختلف تھا۔ آپ تصوف کے کسی فرقہ کو نہیں مانتے تھے۔ آپ کی روش فقط اہلبیت کے ہدایات کی پابندی تھی۔ اسی لئے آپ واجبات بلکہ مستحبات کو اہمیت دیتے تھے۔ صبح کے وقت عام طور پر جاگتے رہتے تھے۔ سورج نکلنے کے بعد آدھا ایک گھنٹہ آرام کرتے تھے۔ دوپہر میں بھی کبھی آرام کرتے تھے۔ شیخ جبکہ خود اہل کشف و شہود تھے فرماتے ہیں کہ: مکاشفات میں یقین مت رکھو، مکاشفہ پر کبھی اعتماد نہ کرو، ہمیشہ ائمہ کے کردار و عمل کو نمونہ قرار دو۔

شیخ احکام الٰہی پر عمل کرنے کی تاکید کے سلسلہ میں عام نشستوں میں اس آیت سے تمسک کیا کرتے تھے: "ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم"۔

اور فرماتے تھے خدا بے نیاز ہے، خدا کی نصرت اس کے احکام پر عمل اور اس کے پیغمبر کی سنت سے متمسک رہنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ احکام پر عمل کرنے کے علاوہ کوئی چیز انسان کی ترقی میں مؤثر نہیں ہے۔ شیخ بار بار فرمایا کرتے تھے دین حق یہی ہے جو منبروں پر کہا جاتا ہے لیکن اس میں دو چیزیں کم ہیں ایک اخلاص اور دوسرے خدا کی محبت۔ ان دو چیزوں کا تقریروں میں اضافہ ہونا چاہئے۔

آپ فرماتے تھے کہ مقدس افراد کے تمام کام اچھے ہیں فقط لفظ کی جگہ خدا کو لے آئیں۔

آپ فرماتے تھے کہ اگر مؤمنین اپنی خود خواہی کو چھوڑ دیں تو کہیں پہنچ سکتے ہیں۔

آپ فرماتے تھے اگر انسان خدا کے سامنے تسلیم ہو جائے، اپنے سلیقہ اور رائے کو ترک کردے اور تمام حالات میں خود کو خدا کے حوالہ کردے تو خدا اس کی اپنے لئے تربیت فرمائے گا۔

تقلید

مسلک تعبد کی بناپر شیخ احکام میں اپنے زمانہ کے مرجع آیت اللہ حجت کے مقلد تھے۔ تقلید کے سلسلہ میں ان کو انتخاب کرنے کی وجہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ میں نے قم جاکر مراجع تقلید کو دیکھا تو ان میں سب سے زیادہ بے ہوا وہوس انہیں کو پایا۔

ایک اور نقل کے مطابق آپ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ ان کا سینہ ریاست طلبی سے خالی ہے۔

شیخ اپنے دوستوں کو ان فرقوں سے خبردار کرتے رہتے تھے جو اس روش سے پلٹ گئے ہیں۔ شیخ کے ایک دوست کا کہنا ہے کہ: ان میں سے ایک قبیلہ کے بارے میں، میں نے شیخ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: میں کربلا میں تھا میں نے دیکھا کہ ایک گروہ آرہا ہے سب سے آگے والے شخص کی مہار شیطان نے پکڑ رکھی تھی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو جواب ملا فلاں گروہ۔

شیخ کا عقیدہ تھا کہ جو لوگ سیر وسلوک میں اہلبیتؑ کی روش سے دور ہیں ان کیلئے

حقیقی معارف کے دروازے بند ہیں۔ اگرچہ ریاضت کی بنا پر روحی طاقت کے لحاظ سے کچھ مقامات کو حاصل کرلیں۔

شیخ کے ایک صاحبزادے کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ بی بی شہر بانو کے پہاڑ پر گیا ہوا تھا۔ راستہ میں اتفاقاً ایک اہل ریاضت شخص سے ملاقات ہوئی۔ وہ بہت سے دعوے کررہا تھا۔ میرے والد نے اس سے کہا کہ تیری ریاضتوں کا نتیجہ کیا ہے؟ وہ یہ سن کر جھکا اور ایک پتھر اٹھا کر اس کو ناشپاتی میں بدل دیا اور میرے والد کے سامنے پیش کر کے کہا کہ نوش فرمائیں۔ میرے والد نے کہا اچھا یہ تم نے میرے لئے کیا۔ بتاؤ تم نے خدا کیلئے کیا کیا اور خدا کیلئے تمہارے پاس کیا ہے؟ مرتاض (بابا) یہ سن کر رونے لگا۔

خدا کیلئے کام کی قیمت

شیخ کے ایک دوست کی نقل کے مطابق شیخ نے کہا کہ: تہران کی جمعہ مسجد میں، میں راتوں کو بیٹھتا تھا اور لوگوں کے حمد وسورہ کی اصلاح کیا کرتا تھا۔ ایک رات دو بچوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ ہارنے والا بچہ مار سے بچنے کیلئے میرے پاس آکر بیٹھ گیا۔ میں نے فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے حمد وسورہ پوچھا: اس کام نے اس رات میرا پورا وقت لے لیا۔ اگلی رات ایک درویش میرے پاس آیا اور کہنے لگا میرے پاس علم کیمیا، سیمیا، ہیمیا اور لیمیا ہے۔ میں اس ثواب کو تمہیں دینے کیلئے تیار ہوں، بشرطیکہ گزشتہ رات کے کام کا ثواب مجھے دیدو۔ میں نے جواب دیا: نہیں۔ اگر یہ علوم مفید ہوتے تو تم مجھ کو نہ دیتے۔

غیر شرعی ریاضت کی مخالفت

شیخ کا عقیدہ تھا کہ اگر کوئی حقیقت میں اسلام کے نورانی احکام پر عمل کرے تو وہ تمام معنوی کمالات ومقامات حاصل کرلے گا۔ آپ مذہب کی روش اور سنت کے برخلاف ریاضتوں کے سخت مخالف تھے۔

ان کے ایک عقیدتمند کا کہنا ہے کہ میں ایک مدت تک ریاضت میں مشغول تھا اور اپنی سیدانی زوجہ سے جدا ہو کر الگ کمرہ میں ذکر میں مشغول رہتا تھا اور وہیں سوتا تھا۔ چار پانچ مہینہ کے بعد میرا ایک دوست مجھ کو شیخ سے ملانے لے گیا۔ دق الباب کے بعد جیسے ہی شیخ نے مجھے دیکھا تو بغیر تمہید کے کہا میں کچھ کہنا چاہتا ہوں میں نے اپنا سر جھکالیا۔

شیخ نے کہا کہ تم نے اپنی زوجہ سے یہ کیا سلوک کیا ہے۔ کہ اسے چھوڑ رکھا ہے ان ریاضتوں اور اذکار کو چھوڑ دو ایک ڈبہ مٹھائی لو اور اپنی زوجہ کے پاس جاؤ۔ معمولی تعقیبات کے ساتھ نماز کو اول وقت پڑھو۔ پھر شیخ نے ان احادیث کی طرف اشارہ کیا جو اس چیز کی تاکید کرتی ہیں کہ: اگر کوئی شخص چالیس دن خالص عمل کرے تو اس کے دل سے حکمت کے چشمے ابلیں گے۔

شیخ نے پھر کہا: ان احادیث کے مطابق اگر کوئی چالیس دن اپنے دینی فرائض پر عمل کرے تو یقیناً خاص روشنی حاصل کرلے گا۔ اس شخص نے شیخ کی نصیحت کی بنا پر ریاضت کو چھوڑ کر معمولی زندگی اختیار کرلی۔

اپنے خمس کا حساب کرو

ڈاکٹر حمید فرزام شیخ کی توصیف میں کہتے ہیں کہ شیخ کے پاس شریعت وطریقت اور حقیقت ایک ساتھ تھی نہ یہ کہ درویشوں کی طرح شریعت کو ٹھکرا دیں۔

مجھ سے انہوں نے سب سے پہلے کہا کہ جاؤ اپنے خمس کا حساب کرو مجھ کو گزر قلی میں آیت اللہ احمد آشتیانی کے پاس بھیجا اور کہا ان کے پاس جاؤ۔ آپ کیا انسان تھے۔ حق کی نشانی تھے، میں نے ان سے کتنے فیوضات حاصل کیے، کیا کیا چیزیں دیکھیں، میں نے ان کے پاس جاکر اپنے چھوٹے سے مکان کے خمس کا حساب کیا۔

پانچویں فصل

اخلاق

شیخ بہت مہربان، خوش اخلاق، متین اور مؤدب تھے، ہمیشہ دو زانو بیٹھتے تھے، گاؤ تکیہ پر ٹیک نہیں لگاتے تھے، گاؤ تکیہ سے کچھ دور بیٹھتے تھے، یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ کسی سے ہاتھ ملائیں اور اپنا ہاتھ پہلے ہٹالیں، بہت پرسکون تھے، بات کرتے وقت زیادہ تر مسکراتے رہتے تھے، بہت کم غصہ ہوتے تھے، اس وقت غصہ ہوتے تھے جب شیطان اور نفس ان کے پاس آتا تھا، لہذا ایسی صورت میں غصہ سے بھرجاتے اور گھر سے باہر چلے جاتے تھے اور جب نفس پر قابو پالیتے تھے تو آہستہ آہستہ واپس آجاتے تھے، آپ کی خوش اخلاقی میں جو نکتہ قابل توجہ تھا آپ اس کی لوگوں کو نصیحت بھی کرتے تھے۔ وہ یہ تھا کہ: انسان کو خدا کیلئے خوش اخلاق ہونا چاہئے۔ آپ کہتے تھے انکساری اور خوش اخلاقی خدا کیلئے ہونا چاہئے۔ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے اور دکھاوے کیلئے نہیں۔

شیخ بہت کم بات کرتے تھے، آپ کی حرکات وسکنات سے اچھی طرح معلوم ہوجاتا تھا کہ آپ فکر و ذکر اور خدا کی طرف توجہ کی حالت میں ہیں۔ آپ کی گفتگو کا آغاز وانجام خدا کیلئے ہوتا تھا۔ آپ پر نگاہ کرنے سے انسان خدا سے آشنا ہوجاتا تھا۔ جو بھی آپ کو دیکھتا تھا یاد خدا میں مشغول ہوجاتا تھا۔ کبھی آپ سے پوچھا جاتا تھا

کہ آپ کہاں تھے ؟ تو آپ فرماتے تھے : "عند ملیک مقتدر "۔

دعا کے جلسات میں بہت روتے تھے ، جب حافظ یا طاقدیس کے اشعار پڑھے جاتے تو آپ بہت گریہ کرتے تھے ، روتے وقت آپ مسکرا سکتے تھے یا ہنس سکتے تھے ، یا ایسا مطلب کہہ سکتے تھے جس کی وجہ سے سب کی سستی برطرف ہوجائے ۔

مولائے کائنات سے بہت محبت کرتے تھے شمع کے گرد پروانہ کے مانند تھے ، بیٹھتے وقت ایک سانس میں کئی مرتبہ یا علیؑ کہا کرتے تھے ۔

انکساری

اس بارے میں ڈاکٹر فرزام کہتے ہیں کہ دوسروں کے مقابلہ میں آپ بہت منکسر المزاج تھے ، ہمیشہ خود دروازہ کھولتے اور آنے کی اجازت دیتے تھے ، کبھی بغیر تکلف کے ہم کو اپنے اس کمرہ میں لیجاتے تھے جہاں پر وہ سلائی کا کام کرتے تھے ، ایک مرتبہ سردی کا زمانہ تھا شیخ دو انار لائے ایک مجھ کو دے کر کہا : حمید کھاؤ ، آپ میں بالکل گھمنڈ نہ تھا ، وہ خود میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں رکھتے تھے ، اگر کوئی نصیحت کرتے تو ہدایت اور فریضہ کی انجام دہی کے لحاظ سے ہوتی تھی آپ ہمیشہ دروازے پر بیٹھتے اور ہر آنے والے کو گھر کے اندر آنے کیلئے کہتے تھے ۔

شیخ کا ایک اور شاگرد کہتا ہے کہ جب آپ دوستوں کے ساتھ ہوتے تھے تو ان سے پہلے داخل نہیں ہوتے تھے ۔ دوسرا شاگرد کہتا ہے کہ ہم شیخ کے ساتھ مشہد گئے تھے ، حرم روانہ ہوئے ، مرزا احمد مرشد چلوئی کے فرزند حیدر علی معجزہ نے خود کو شیخ کے پیروں پر گرادیا اور اپنے آنکھوں کو انکے پیر پر رکھنا چاہا ، شیخ نے کہا : بے غیرت

خدا کی نافرمانی نہ کرو اس کام سے حیا کرو، میں کون ہوں؟

مصالحت

شیخ لوگوں کے درمیان مصالحت کو بہت اہمیت دیتے تھے آپس میں ناراض رہنے والے اشخاص کو بلا کر قرآن واحادیث کی روشنی میں ان کے درمیان صلح کراتے تھے۔

سادات کا خصوصی احترام

شیخ علی وفاطمہ کی اولاد اور سادات کا بہت احترام کرتے تھے اکثر دیکھا گیا کہ آپ ان کے ہاتھوں اور پیروں کو چومتے اور دوسروں کو بھی سادات کا احترام کرنے کی نصیحت کرتے تھے۔

ایک بزرگوار سید کبھی کبھی شیخ سے ملنے آتے تھے اس کو حقہ پینے کی عادت تھی جب اس کیلئے حقہ آمادہ کیا جاتا تھا تو شیخ اگرچہ حقہ پینے کے عادی نہیں تھے لیکن سید کے شرمندہ نہ ہونے کی خاطر پہلے خود حقہ کی نے کو ہونٹوں سے نزدیک کرتے اور ایسا ظاہر کرتے تھے کہ حقہ پی رہے ہوں۔

شیخ کا ایک دوست کہتا ہے کہ جاڑے میں ایک دن میں شیخ کے پاس حاضر تھا۔ شیخ نے کہا چلو تہران کے ایک پرانے محلہ میں چلیں ہم پرانی ایک گلی میں گئے وہاں ایک ویران دکان تھی اور ایک غیر شادی شدہ محترم بوڑھا سید وہاں رہتا تھا وہ رات میں وہیں پر سوتا تھا۔ اس کا کام کوئلہ بیچنا تھا، معلوم ہوا کہ گزشتہ رات انگیٹھی کی وجہ سے آگ لگ گئی جس سے اس کے کپڑے اور بعض سامان جل گئے، اس بوڑھے

شخص کی زندگی کچھ اس طرح تھی کہ اکثر لوگ اس کے پاس جانا پسند نہیں کرتے تھے۔
شیخ بہت انکساری کے ساتھ اس کے پاس گئے اور مزاج پرسی کے بعد اس کے میلے کپڑوں کو دھلانے کیلئے اکٹھا کیا۔
بوڑھے شخص نے کہا میرا سرمایہ ختم ہوگیا ہے میں کوئلہ نہیں بیچ سکتا۔ شیخ نے مجھ سے کہا کچھ اس کو دیدو تاکہ یہ اپنا سرمایہ مہیا کرے۔

تمام لوگوں کا احترام

شیخ نہ صرف سادات بلکہ تمام لوگوں کا احترام کرتے تھے۔ اگر کسی سے غلطی ہوتی تھی تو اس کی دوسروں کے سامنے تحقیر نہیں کرتے تھے۔ کسی کی غلطیوں کو اس کے سامنے نہیں بتاتے تھے بلکہ ظاہر میں اس کے ساتھ محبت سے پیش آتے تھے۔

دنیوی منصب ومقام سے بے توجہی

شیخ کی عمر کے آخری ایام میں بہت سے اہم اشخاص آپ سے آشنا ہوگئے اور مدارس ویونیورسٹی کے بعض بزرگوں کے علاوہ کچھ ملک کی فوجی اور سیاسی شخصیتیں بھی مختلف مقاصد کے تحت آپ کے پاس آتی تھیں، شیخ حالانکہ فقراء خصوصاً سادات کیلئے کافی منکسر المزاج تھے لیکن دنیوی شخصیتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے جب وہ آپ کے گھر آتے تھے تو آپ فرماتے تھے کہ یہ ایک بڑھیا (دنیا) کا پتہ لگانے میرے پاس آئے ہیں۔ یہ مبتلا ہیں دعا چاہتے ہیں۔ ان کے پاس کچھ لوگ بیمار ہیں۔ ان کے حالات بگڑ گئے ہیں۔

شیخ کے ایک صاحبزادے کہتے ہیں کہ ایک فوجی اہلکار جو میرے والد کا عقیدتمند تھا اس نے مجھ سے کہا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے والد سے اس قدر کیوں عقیدت رکھتا ہوں؟ جب میں پہلی بار ان کے پاس آیا تو وہ دروازے کے پاس بیٹھے تھے۔ میں نے سلام کیا۔ تو انہوں نے کہا جاؤ بیٹھ جاؤ۔ میں جاکر بیٹھ گیا اتنے میں ایک اندھا آیا۔ شیخ اٹھے اور نہایت احترام کے ساتھ اس کو گلے لگایا اور روبوسی کے بعد اس کو اپنے پاس بٹھایا، میں یہ دیکھ رہا تھا کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے؟ یہاں تک کہ اندھا شخص جانے کیلئے اٹھا تو شیخ نے اس کی جوتیاں سیدھی کیں اور اس کو دس تومان بھی دیئے اور وہ چلا گیا، لیکن جب میں جانے لگا اور ان کو خدا حافظ کہا تو نہیں اٹھے بلکہ بیٹھے ہوئے ہی فرمایا: خدا حافظ!

اخلاق سفر

شیخ نے اپنی بابرکت عمر میں مشہد، کاشان، اصفہان، مازندران اور کرمانشاہ کے سفر کیے اور ان کا غیر ملکی سفر زیارت کی غرض سے فقط عراق کیلئے تھا۔ ان سفروں (جو معمولاً اکثر دوستوں کے ساتھ انجام پائے) میں بہت سی یادداشتیں اور عبرتناک مطالب باقی رہ گئے ہیں فقط اخلاق سفر سے مربوط کچھ حصہ اس کتاب میں آئے گا۔

شیخ کے ہم سفروں کے بقول: آپ کے ساتھ سفر اچھا گزرتا تھا۔ آپ خلوص کے ساتھ سفر کرتے تھے اپنے اور اپنے شاگردوں اور عقیدتمندوں کے درمیان آپ فرق کے قائل نہ تھے۔ اگر سامان اٹھانے کی ضرورت پڑتی تھی تو خود بھی اٹھاتے تھے اور سفر کا اپنا خرچ بھی ادا کرتے تھے۔

چھٹی فصل

انتظار ظہور

شیخ کی ایک واضح خصوصیت یہ تھی کہ آپ امام زمانہؑ سے خصوصی لگاؤ رکھتے تھے اور آپ کے ظہور کے منتظر تھے اور کہتے تھے کہ اکثر لوگ اظہار کرتے ہیں کہ ہم امام زمانہؑ کو خود سے زیادہ چاہتے ہیں جبکہ ایسا نہیں۔ کیونکہ اگر ہم ان کو خود سے زیادہ چاہتے ہیں تو ہم کو ان کیلئے کام کرنا چاہئے اپنے لئے نہیں۔ سب دعا کریں کہ خدا آپ کے ظہور کے موانع کو برطرف کرے اور ہمارے دل کو انکے دل کے ساتھ ایک کردے

شیخ کی اہم حاجت

شیخ کا ایک دوست نقل کرتا ہے کہ جن دنوں میں شیخ کے پاس تھا تو میں نے یہ احساس نہیں کیا کہ آپ کی کوئی حاجت امام زمانہؑ کے ظہور سے زیادہ اہم ہو۔ دوستوں کو بھی نصیحت کرتے تھے کہ حتی الامکان امام زمانہؑ کے ظہور کے علاوہ کوئی چیز خدا سے نہ چاہیں۔ انتظار کی حالت شیخ میں اتنی قوی تھی کہ اگر کوئی امام زمانہؑ کے ظہور کے بارے میں گفتگو کرتا تھا تو آپ کی حالت متغیر ہوجاتی تھی اور آپ رونے لگتے تھے۔

معشوق تک پہنچنے کیلئے چیونٹی کی جستجو

شیخ اس اہم نکتہ پر تاکید کرتے تھے کہ انسان کو آمادہ و آراستہ رہنا چاہئے اگرچہ اس کی عمر امام زمانہؑ کے ظہور کو درک کرنے کیلئے کافی نہ ہو۔ آپ اس بارے میں جناب داؤدؑ سے ایک حکایت نقل کیا کرتے تھے کہ: جناب داؤدؑ نے ایک بیابان سے گزرتے وقت ایک چیونٹی کو دیکھا جس کا کام مسلسل یہ ہے کہ ایک ٹیلہ سے مٹی اٹھاکر دوسری جگہ گرادیتی ہے۔ آپ نے خدا سے درخواست کی کہ آپؑ کو اس کام کے راز سے آگاہ کرے۔ چیونٹی نے کلام کیا کہ میرا ایک معشوق ہے جس نے اپنے وصال کی شرط اس ٹیلہ کی تمام مٹی کو یہاں لانا قرار دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا: اس نحیف جسم کے ساتھ تو کب تک اس بڑے ٹیلہ کی خاک کو منظور نظر مقام تک منتقل کر سکتی ہے کیا تیری عمر اس کام کیلئے کافی ہوگی؟

چیونٹی نے کہا مجھے یہ سب معلوم ہے لیکن میں خوش ہوں کہ اگر اس راستہ میں مر گئی تو اپنے محبوب کے عشق میں مرونگی۔ یہاں جناب داؤدؑ منقلب ہوگئے اور سمجھ گئے کہ یہ مجھے درس دینے کیلئے ہے۔

جناب شیخ کا ہمیشہ اصرار تھا کہ پورے وجود کے ساتھ امام زمانہؑ کے منتظر رہو اور حالت انتظار کو مشیت حق کے ساتھ کردو۔

میرا اسلام حضرت تک پہنچادو

شیخ کا ایک شاگرد کہتا ہے کہ: شیخ خود ہمیشہ امام زمانہؑ کی طرف متوجہ رہتے تھے اور صلوات "و عجل فرجہم" کے بغیر نہیں پڑھتے تھے۔ آپ کی کوئی بزم امام زمانہؑ کے ذکر

اور ان کیلئے ظہور کی دعا کے بغیر منعقد نہیں ہوتی تھی۔ عمر کے اواخر میں جب آپ کو احساس ہوتا تھا کہ آپ ظہور سے پہلے انتقال کر جائیں گے تو اپنے دوستوں سے کہا کرتے تھے کہ اگر امام زمانہؑ کے ظہور کو درک کرنے کی توفیق حاصل کرو تو میرا سلام ان تک پہنچا دینا۔

امام زمانہؑ کا انتظار کرنے والے ایک جوان کی برزخ

شیخ ایک جوان کے دفن ہوتے وقت کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام کاظمؑ نے اس جوان کیلئے اپنی آغوش پھیلا دی۔ میں نے پوچھا اس جوان کی آخری بات کیا تھی؟ جواب میں یہ شعر پڑھا:

انتظار کرنے والوں کا دم لبوں پر ہے　　اے اچھوں کے بادشاہ تم فریاد کو پہنچو

امام زمانہؑ کا انتظار کرنے والے کچھ افراد کی رجعت

شیخ کا اعتقاد تھا کہ امام زمانہؑ کے واقعی انتظار کرنے والے انتقال کے بعد آپ کے ظہور کے وقت رجعت کرینگے اور آپ کے ساتھ رہیں گے اور اہل رجعت میں سے جن لوگوں کے نام لیتے تھے ان میں سے علی بن جعفر جو کہ قم ایران کے قبرستان گلزار شہداء میں، مرزای قمی، قم کے قبرستان شیخان میں مدفون ہیں۔

شہر ری میں ایک موچی

شیخ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ میں ایک دن آپ کے پاس تھا امام زمانہؑ کے ظہور

اور انتظار کے خصوصیات کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ شیخ نے فرمایا: شہر ری میں ظاہراً امام علی نامی ترک زبان ایک موچی تھا اس کے بیوی بچے نہیں تھے۔ ظاہراً اس کی سکونت بھی اسی دکان میں تھی اس کے بارے میں عجیب و غریب حالات نقل کیے گئے ہیں۔ اس کے دل میں امام زمانہؑ کے ظہور کے علاوہ اور کوئی خواہش نہیں تھی۔ اس نے وصیت کی کہ مرنے کے بعد اس کو شہر ری کے مضافات میں واقع بی بی شہربانو کے پہاڑ کے پاس دفن کیا جائے۔

میں نے جب بھی اس قبر کی طرف توجہ کی تو امام زمانہؑ کو وہاں دیکھا۔

ساتویں فصل

شعر

شیخ عرفانی اور اخلاقی اشعار سے بہت زیادہ لگاؤ رکھتے تھے۔ اکثر اوقات شیخ کے مواعظ اشعار سے مخلوط ہوتے تھے۔ اس بارے میں وہ حافظ کے اشعار اور طاقدیس کی مثنوی کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے اور جب ان کے اشعار پڑھے جاتے تھے تو آپ گریہ کرتے تھے۔

آپ "طاقدیس کی مثنوی سے بہت زیادہ لگاؤ رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: "اگر تمام شہر میں ملا احمد نراقی کی فقط ایک کتاب طاقدیس ہوتی تو جو کچھ میرے پاس ہوتا اس کو خرچ کرکے اس کتاب کو خریدتا"۔

ڈاکٹر ابوالحسن جو مدتوں سے شیخ سے بہت نزدیک سے آشنا تھے وہ کہتے ہیں کہ: شیخ حافظ کی بہت زیادہ معرفت رکھتے تھے۔ اور حافظ کے اشعار کی بہت اچھی تفسیر کرتے تھے۔

ڈاکٹر حمید فرزام شیخ کے شعر وشعرا، خاص طور سے حافظ کے بارے میں نظریہ کے متعلق کہتے ہیں کہ:

سنہ ۱۳۳۳ھ شمسی مطابق سنہ ۱۹۵۴ء سے میں نے ڈاکٹر "گویا" کے ذریعہ شیخ کی خدمت میں آنا جانا شروع کیا بہت کم پروگرام ایسے ہوتے تھے جن میں، میں نے شیخ سے موقع

د محل کے مناسب اشعار نہ سنے ہوں ۔ شیخ حقیقت میں حافظ کے بہت زیادہ شیفتہ اور عاشق تھے ، یہاں تک کہ میں نے شیخ سے سوال کیا کہ آپ حافظ سے اس قدر کیوں لگاؤ رکھتے ہیں ؟ تو انہوں نے فرمایا : " درحقیقت حافظ نے معنوی پہلوؤں کو بیان کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور جو کچھ حقائق معنوی اور ذوقیات عرفانی کو بیان کرنے کیلئے ضروری ہوتا ہے وہ ان کے اشعار میں موجود ہے "۔

شیخ دوسرے شاعروں کی بہ نسبت حافظ کے بہت زیادہ عقیدتمند تھے اور ان کے اشعار شیخ کے زبان زد تھے ۔ یہاں تک کہ اگر کسی کو غفلت سے بیدار کرنا چاہتے تھے تو حافظ کے اشعار کو پڑھا کرتے تھے ۔

شیخ ہمیشہ دنیا کو " بوڑھی عورت " کے مثل کہا کرتے تھے اور کبھی کبھی بزم میں اپنے مریدوں کی طرف رخ کرکے فرمایا کرتے تھے : " پھر بھی میں یہ دیکھتا ہوں کہ تم اس " بوڑھی عورت " کے چنگل میں پھنسے ہو ! " اور اس کے بعد حافظ کے اس شعر کو پڑھتے تھے :

کس نیست کہ افتادۂ آن زلف دوتا نیست　　در رہگذر کیست کہ این دام بلا نیست

" کون ہے کہ جو ان دو زلفوں میں گرفتار نہ ہو اور راستہ کا کون مسافر ہے جو اس جال میں نہ پھنسا ہو " " اکثر لوگ دنیا کے دام میں پھنستے ہیں اور بہت کم افراد ایسے ہیں جو اس بڑھیا کے جال سے بچتے ہیں ! "

ان باتوں کو آپ ہنسی، مذاق کے طور پر کہا کرتے تھے ۔

اور غرور سے منع کرتے وقت آپ حسب ذیل شعر پڑھا کرتے تھے :

خود بینی و خود رائی کفر است بہ درویشی　　حکم آن چہ تو فرمائی رای آن چہ تو اندیشی

ایک درویش کیلئے خود بینی و خودرائی کفر ہے، تمہارے حکم کی کیا حیثیت ہے اور جو رائے تم سوچتے ہو اس کی کیا حقیقت ہے۔

اچھی آواز سے اشعار پڑھنا

ڈاکٹر فرزام اس بارے میں کہتے ہیں کہ: مرحوم شیخ بڑی اچھی آواز میں اشعار پڑھتے تھے۔

مثلاً کبھی مرحوم فیض کاشانی کے درج ذیل اشعار پڑھتے تھے:

زہرچہ غیر یار استغفر اللہ　　　زبود مستعار استغفر اللہ

دمی کآن بگذرد بی یاد درویش　　　از آن دم بی شمار استغفر اللہ

خدا کے علاوہ تمام لوگوں سے میں بیزاری اختیار کرتا ہوں۔ عارضی وجود سے میں بیزاری اختیار کرتا ہوں۔

میں اس لمحہ سے بیزار ہوں جو اس کے رخ جمال کی یاد کے بغیر گزر جاتے ہے۔

ان اشعار کو پڑھ کر آپ لوگوں میں انقلاب برپا کردیا کرتے تھے۔ ایک دن دوپہر کو ہم شیخ کے کسی ایک مرید کے مکان پر شیخ کی خدمت میں حاضر تھے حالانکہ اس مکان میں ایک بہت بڑا ہال تھا۔ شیخ دروازہ کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے اور آپ نے حافظ کی مشہور و معروف غزل کو ذیل کے مطلع کے ساتھ پڑھا:

آن کیست کز روی کرم با ما وفاداری کند

برجای بد کاری چو من یک دم نکو کاری کند

وہ کون ذات ہے جو کرم کی بنیاد پر ہمارے ساتھ وفاداری کرے۔ مجھ جیسے برے شخص

کے ساتھ نیکی کرے۔

اس غزل کے چند اشعار آپ نے بڑی اچھی آواز کے ساتھ پڑھے، خود بھی روئے اور بقیہ تمام افراد کو بھی رلایا، عجیب وقت تھا۔ میں نے ڈاکٹر گویا سے بلند آواز میں کہا: شیخ بہت اچھی آواز کے مالک ہیں!

مرحوم گویا نے کہا: حیف کہ آپ بڑی دیر بعد شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک زمانہ میں ان کی آواز تو ایسی تھی کہ جب یہ اس طرح کے اشعار کو عرفانی حالت کے ساتھ پڑھتے تھے تو خدا شاہد ہے در و دیوار پر بھی لرزہ طاری ہوجاتا تھا!

مولوی کے بارے میں شیخ کا نظریہ

شیخ حافظ کو خدا کا ولی سمجھتے تھے اور برزخ میں ان کے بلند درجات کی خبر دیا کرتے تھے، لیکن "مولوی" کے بارے میں تامل تھا اور فرماتے تھے کہ: "وہ برزخ میں مشکلوں سے دوچار ہے"!

شیخ کے ایک شاگرد خود شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"میں کتاب مثنوی کو پڑھنا چاہتا تھا تو میں نے عالم معنی میں ایک شخص کو اپنے سامنے اور دوسرے کو اپنے پیچھے دیکھا کہ ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا: "ان کو سونے نہ دینا" اس بات کو سننے کے بعد میں نے خود فکر کی کہ قرآن پڑھتے وقت کیوں یہ نہیں کہتے: "ان کو سونے نہ دینا"؟ اس وجہ سے میں نے اس کتاب کو پڑھنا چھوڑ دیا"۔

آیت اللہ بروجردی اور مولوی

ایسا ہی مکاشفہ فقیہ بزرگوار مرجع تقلید حضرت آیت اللہ بروجردی رضوان اللہ تعالی علیہ کیلئے پیش آیا۔ موجودہ مراجع میں سے حضرت آیت اللہ صافی مدظلہ دامت برکاتہ نے فروری سنہ ۱۹۹۸ء میں قم کے مرکز تحقیقات ثقافتی موسسہ دارالحدیث کا دورہ کیا۔ تو راقم الحروف کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں نے آیت اللہ بروجردی کو یہ کہتے سنا ہے کہ جس زمانہ میں، میں بروجرد میں تھا مجھ کو کچھ غیبی الہامات ہوا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ میں مولوی کی کتاب مثنوی کا مطالعہ کرنے میں منہمک تھا کہ میں نے ایک صدائے غیبی سنی کہ یہ شخص راستہ بھٹک گیا ہے۔ اس آواز کے سنتے ہی میں نے کتاب کو بند کر کے زمین پر رکھ دیا۔ پھر اس کا مطالعہ نہیں کیا اور وہاں موجود کتاب "عــدۃ الداعی" کا مطالعہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

راقم الحروف نے آیت اللہ صافی سے سوال کیا کہ بعض افراد نے آیت اللہ بروجردی سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس آواز کو سننے کے بعد میں اس آواز کے غیبی الہام ہونے سے مطمئن ہونے کیلئے گھر سے باہر نکلا، گلی میں نظر دوڑائی لیکن گلی میں کوئی نہ تھا۔ آیت اللہ صافی نے فرمایا کہ: آیت اللہ بروجردی کو اس بات میں شک نہیں تھا کہ یہ غیبی الہام ہے۔

ملا احمد نراقی اور مولوی

ملا احمد نراقی نے مثنوی طاقدیس میں عملی اعتبار سے مولوی پر تنقید کی ہے۔

اے معنوی دوست عقلمندی کی بات یہ ہے کہ مولوی سے کہو کہ بالفرض آپ کو نیک و بد اور جنت و جہنم کا راستہ معلوم ہے لیکن وہ بیچارہ کیا کرے کہ اس کا نفس سرکش ہے۔ وہ خود کو گرا دیتا ہے خواہ آگ ہی کیوں نہ ہو۔ درست ہے اس کو جائز اور ناجائز باتوں کا علم تھا۔ لیکن تم عمل میں سست تھا۔

اس نے فقہ اور حکمت پڑھی لیکن اس کی جہالت کم نہ ہوئی، وہ دانشمند ہوگئے لیکن انسان نہیں بن سکے۔

علم کیا تھا؟ یعنی راہ نیک و بد کی شناخت، عقل کیا تھی؟ یعنی اپنے نفس کا اختیار۔

اگر تم اپنے نفس پر قابو نہیں رکھتے لہذا تم کو نیک اور بد کی شناخت سے کیا واسطہ؟

انگور کے سرکہ کو جاننے سے صفراء نامی بیماری کیسے برطرف ہو سکتی ہے؟

حلوے کو اچھی طرح جاننے سے تمہارا منہ کیسے میٹھا ہو سکتا ہے؟

یہ بات یاد رہے کہ مولوی پر تنقید کیلئے زیادہ وقت درکار ہے اور راقم الحروف اس بارے میں یہاں نفی یا اثبات میں اظہار نظر نہیں کرنا چاہتا اور آیت اللہ بروجردی کا مکاشفہ اور مرحوم نراقی کے اشعار کو یہاں نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شیخ مولوی کے متعلق اپنے عقیدے میں تنہا نہیں ہیں بلکہ عظیم علمی شخصیتیں بھی ان کی ہم عقیدہ ہیں۔

شیخ کی ایک نظم اور ایک یادگار لمحہ

ظاہراً خود شیخ بھی کبھی اشعار کہتے تھے معاصر ایک مرجع تقلید، فقیہہ وعارف مرحوم آیت اللہ قاضی۔ صاحب تفسیر المیزان علامہ طباطبائی کے استاد تھے۔ کے شاگرد سے

جب راقم الحروف نے شیخ رجب علی خیاط کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ:
میں نے ان کو نجف میں مرحوم قاضی کی بزم میں دیکھا۔ اس بزم میں انہوں نے مولائے کائنات کی شان میں کچھ اشعار پڑھے جن کا آغاز حروف ابجد سے ہوتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک نظم کہی ہے منجملہ یہ شعر:

ہر چہ نعمت دادہ ای بر کائنات   جملہ بر من دادہ ای از ہر جہات

میں سوچتا تھا کہ یہ کلام خدا کی نعمتوں کی سب سے بڑی تعبیر اور اس کا شکر ہے۔ یہاں تک کہ میں نے صحیفہ سجادیہ میں یہ جملہ دیکھا: "شکری ایاک من انعاماتک"۔

آٹھویں فصل

سیاست

شیخ سیاسی دنیا میں نہیں تھے لیکن منحوس پہلوی نظام اور اس پر حاکم سیاست مداروں کے شدید مخالف تھے۔ آپ فقط شاہ اور اس کے ہمنواؤں ہی کے مخالف نہیں تھے بلکہ مصدق کو بھی نہیں مانتے تھے. لیکن آیت اللہ کاشانی کی تعریف کرتے ہوئے کہتے تھے کہ ان کا باطن سقاخانہ جیسا ہے۔

دو سیاسی پیش گوئیاں

شیخ کے ایک صاحبزادے کہتے ہیں کہ ۲۰ اگست سنہ ۱۹۵۱ء کو جب شیخ گھر پہنچے تو رونا شروع کر دیا اور کہا:

امام حسینؑ نے اپنی عبا کے ذریعہ اس آگ کو بجھا دیا اور اس مصیبت کو روک دیا۔ ان لوگوں کا ارادہ تھا کہ اس دن بہت سے افراد کو قتل کر دیں۔ آیت اللہ کاشانی کامیاب نہ ہوں گے لیکن ایک سید آئیں گے جو کامیاب ہو جائیں گے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ دوسرے سید سے مراد امام خمینیؒ ہیں۔

انقلاب اسلامی کا مستقبل

اب جبکہ امام خمینیؒ کا ذکر آگیا ہے تو بہتر ہے کہ ایران کے اسلامی انقلاب کے متعلق ان کی پیشن گوئی کو بھی جان لیں ۔ جناب علی محمد بشارتی سابق وزیر داخلہ نقل کرتے تھے کہ موسم گرما سنہ ۱۹۸۹ء میں جب میں سپاہ کی اطلاعات کا ذمہ دار تھا تو میں نے ایک رپورٹ موصول کی کہ آقائے شریعتمداری نے مشہد میں کہا ہے کہ میں ایک نہ ایک دن امام خمینیؒ کے خلاف جنگ کا اعلان کردونگا ۔ میں نے امام خمینیؒ کے پاس پہنچ کر یہ رپورٹ پیش کی۔ امام خمینیؒ سر جھکائے ہوئے سن رہے تھے ۔ جب میں نے مذکورہ جملہ کو بیان کیا تو امام خمینیؒ نے سر اٹھا کر فرمایا:

ان کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہماری کامیابی کی خدا نے ضمانت لی ہے ۔ ہم کامیاب ہونگے ۔ یہاں اسلامی حکومت قائم کریں گے ۔ اور پرچم کو صاحب پرچم (امام زمانہؑ) کے حوالہ کریں گے ۔

میں نے پوچھا: کیا آپ ایسا کریں گے؟! تو امام خمینیؒ نے خاموشی اختیار کرلی اور جواب نہیں دیا ۔

ناصر الدین شاہ برزخ میں

عالم برزخ میں ناصر الدین شاہ قاچار کی حالت کو شیخ کے ایک شاگرد نے ان سے اس طرح نقل کیا کہ اس کی روح کو جمعہ کے دن آزاد کردیا گیا تھا اور شب سنیچر اس کو دھکا دے کر اس کے مقام میں لیجایا جا رہا تھا ۔ وہ رو کر گماشتوں سے التماس کررہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ مجھ کو مت لیجاؤ ۔ جب اس نے مجھ کو دیکھا تو کہا کہ اگر مجھ کو معلوم ہوتا

کہ میرا مقام یہاں ہے تو میں دنیا میں خوشی کا خیال بھی نہ کرتا۔

ظالم بادشاہ کی تعریف

شیخ اپنے دوستوں اور شاگردوں کو بر سر اقتدار پہلوی حکومت کی مدد اور خصوصاً ان کی تعریف کرنے سے منع کرتے تھے۔ اس بارے میں آپ کے ایک شاگرد نے نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے:

میں نے برزخ میں ایک مقدس کی روح کو دیکھا کہ اس پر مقدمہ چلایا جا رہا ہے اور اس کے زمانہ کے ظالم بادشاہ کے تمام برے اعمال کو اس کے اعمال نامہ میں لکھ کر اس کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے اس مقدس نے کہا میں نے یہ سب جرائم نہیں کیے ہیں۔ اس سے کہا گیا کہ تم نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کیا یہ نہیں کہا تھا؟ کہ ملک میں عجیب امن موجود ہے۔

اس نے کہا: ہاں! کہا تھا۔

تو اس سے کہا گیا چونکہ تم اس کے فعل پر راضی تھے اس نے اپنی حکومت کی حفاظت کیلئے یہ جرائم انجام دیئے ہیں۔

نہج البلاغہ میں مولا علیؑ فرماتے ہیں:

جو کسی جماعت کے فعل پر راضی ہو وہ گویا اس شخص کی طرح ہے جس نے اس جماعت کے ساتھ اس کام کو انجام دیا ہو اور ہر باطل کام کو انجام دینے والے کو دو گناہ ملیں گے۔ ایک انجام دینے کا گناہ اور دوسرا راضی ہونے کا گناہ۔

امریکی مشیروں سے تعاون

شیخ کے ایک دوست کا بیٹا امریکیوں سے مشورہ کرنے والی کمیٹی میں کام کرتا تھا۔ یہ دوست کہتا ہے کہ میں مشہد کے ایک سفر میں شیخ کے ساتھ تھا ان کے ساتھ میں روضہ انور کی زیارت کیلئے گیا انہوں نے ایک طرف کھڑے ہو کر زیارت پڑھی گویا امام رضاؑ سے باتیں کر رہے ہوں۔ زیارت کے بعد سجدہ کیا اور سجدہ سے سر اٹھا کر مجھ کو بلا کر کہا:

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اپنے بچہ کو روکو ایسا کام نہ کرے ورنہ تمہارے لئے باعث زحمت ہو گا۔ ہم کو نہیں معلوم تھا کہ اس نے امریکی مشیروں سے امریکہ جانے کیلئے گفتگو کر لی ہے۔ تقریباً پچیس سال پہلے میرا بیٹا آیا اور کہنے لگا میں ملک کے باہر جانا چاہتا ہوں۔ میں نے تمام امور انجام دے لئے ہیں پاسپورٹ بھی حاصل کر لیا ہے۔ ہم اس کو روک نہ سکے امریکہ جانے کے بعد اس نے ہمارے پاس لکھا کہ میری زوجہ صاحب اولاد نہیں ہو رہی ہے لہٰذا اس کو طلاق دیدو۔ اس وقت سے اب تک وہ ہمارے لئے باعث زحمت رہا ہے۔

دوسرا حصہ

"یکبارگی ترقی"

تربیت الٰہی

شیخ کے دوست واحباب اور ان سے مربوط افراد پر آپ کے معنوی کمالات واضح ہیں [1] اس بلند وبالا معنوی شخصیت کی زندگی کے بارے میں سب سے اہم سوال یہ ہے کہ: وہ اس بلند وبالا انسانی مرتبہ پر کیسے پہونچے؟ جبکہ آپ مدارس اور یونیورسٹی کی تعلیمات سے بے بہرہ تھے؟ پھر بھی عوام الناس ہی نہیں بلکہ مدارس اور یونیورسٹی میں پڑھنے والے افراد آپ سے تحصیل کیا کرتے تھے؟ خلاصہ: شیخ کی کامیابی کا کیا راز تھا؟ کس استاد کے مکتب میں آپ نے پرورش پائی اور آپ کا معنوی مربی کون تھا؟

شیخ کے مربی

جناب شیخ اگرچہ مدارس اور یونیورسٹی کی رسمی تعلیم سے بہرہ مند نہیں تھے پھر بھی آپ نے بڑی بڑی شخصیتوں جیسے مرحوم آیت اللہ محمد علی شاہ آبادی (حضرت امام خمینیؒ کے استاد [2]) مرحوم آیت اللہ مرزا محمد تقی بافقی اور مرحوم آیت اللہ مرزا

۱۔ اس بارے میں اسی حصہ کی تیسری فصل میں کچھ مطالب بیان کیے جائیں گے۔
۲۔ امام خمینیؒ معارف الٰہیہ میں آپ کو اپنا استاد کہا کرتے تھے اور کہتے تھے: "قال شیخنا واستاذنا فی المعارف الالٰہیہ العارف الکامل المیرزا محمد علی شاہ آبادہ الاصفہانی" مصباح الہدایہ، ص ۲۷، ۳۶، ۹۰، پر ملاحظہ کریں۔

جمال اصفہانی[1] سے کسب فیض کیا ہے۔

ا۔ آپ کی نقل کے مطابق جناب نور اللہ اصفہانی کے برادر بزرگوار جناب نجفی اصفہانی کے نام سے مشہور تھے۔ آپ رضاخان کی حکومت کے دور میں بازار تہران میں واقع سید عزیز اللہ کی مسجد کے پیشنماز تھے۔ آپ کی مجلسوں کے بارے میں خاص طور سے مرحوم شیخ رجبعلی سے نقل ہوا ہے کہ "آقا جمال کی مجلسوں سے خدا کے عاشق افراد وجود میں آتے ہیں" آپ کو رضاخان کی حکومت کی مخالفت کی وجہ سے اصفہان میں شہر بدر کردیا گیا جہاں پر آپ نے شہادت پائی آپ کا مرقد "تخت فولاد" میں ہے۔ ڈاکٹر ابوالحسن شیخ کہتے ہیں کہ ہم شیخ کے ساتھ اصفہان میں تخت فولاد قبرستان گئے ہم ایک قبر کے سرہانے بیٹھے تو شیخ نے فرمایا: "اس قبر میں سونے والے بزرگوار میرے استاد تھے۔"

حجت الاسلام والمسلمین جناب کریمی آیت اللہ سید کاظم عصار سے آیت اللہ مرزا جمال اصفہانی کے بارے میں راقم الحروف کیلئے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی ایک کرامت اس طرح نقل کرتے ہیں:

حضرت آیت اللہ عصار مدرسۂ عالی شہید مطہری (سابق سپہ سالار) میں کتاب اسفار کے سب سے بڑے مدرس تھے اور شیخ کرم علی کریمی قرطمانی نے مدرسہ کا چھ سالہ دورہ آیت اللہ عصار اور دوسرے تمام مدرسین کی زیر نگرانی گزارا۔ (مرزا جمال اصفہانی) کے بارے میں پہلا معجزہ آیت اللہ عصار نے اسفار کے درس میں روتے ہوئے اس طرح بیان فرمایا: "حضرت آیت اللہ جمال نجفی اصفہانی جن کو اس زمنہ میں پہلوی کی طرف سے تہران شہر بدر کردیا گیا تھا جو بازار تہران میں حاجی سید عزیز اللہ کی مسجد میں پیشنماز تھے اور صبح کو مدرسۂ مروی میں درس دیا کرتے تھے۔ ان کا درس اتنے بلند پایہ کا ہوتا تھا کہ مدرسۂ مروی اہل علم علماء اور فضلاء سے پر رہتا تھا یہاں تک کہ بعض پیشنماز حضرات آپ سے حسد کرنے لگے تھے۔

انہوں نے ایک میٹنگ کی جس میں یہ کہا گیا کہ یہ ان پڑھ ہیں اور اصفہانی نے ایک کھیل کھیل کر علماء کو اپنے اردگرد جمع کرلیا ہے اور یہ طے کیا کہ جمال اصفہانی کا تمیں دروس فلسفہ، فقہ اور اصول میں امتحان لیا جائے۔ جناب عصار فرماتے ہیں کہ: مجھ کو فلسفہ کا امتحان لینے کیلئے معین کیا گیا اور دوسرے دو اشخاص جن کا نام مجھے یاد نہیں فقہ اور اصول کا امتحان لینے کیلئے معین کیا گیا اور یہ طے کیا گیا کہ ہم تین آدمی الگ الگ بیٹھیں اور درس کے درمیان ان سے سوال کریں۔

میں (عصار) کتاب اسفار کو اپنے ساتھ لے گیا۔ جب جمال نجفی اصفہانی نے فلسفہ کا ایک مطلب بیان کرنا شروع کیا تو میں نے ان سے اسفار سے سوال کیا۔ انہوں نے منبر سے میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے بیان فرمایا، میں اس طرح تمہارا جواب نہیں دونگا تم استخارہ کی طرح کتاب اسفار کھولو اور صفحہ کے شروع کی سطر پڑھو۔ میں نے اسی طرح کیا اور صفحہ کے شروع کی سطر پڑھی تو انہوں نے فرمایا: "کافی ہے" ==

== اس کے بعد انہوں نے مذکورہ صفحہ کو پورا (صحیح) پڑھ کر سنایا اور ترجمہ کرنے کے بعد فرمایا: "تم میرا امتحان لینے آئے ہو؟

میرے پاس میرا کچھ نہیں ہے جو کچھ ہے وہ مولائے متقیان علی بن ابی طالبؑ کا صدقہ ہے۔"

اس کے بعد حاجی جمال صاحب نے امیرالمومنین علیہ السلام کی کرامت اور معجزہ کی درج ذیل داستان نقل فرمائی:-

میں نے چالیس سال نجف اشرف میں علم دین حاصل کیا اس کے بعد میں اجتہاد کے درجہ پر فائز ہوا تو میرے پدر بزرگوار نے اصفہان سے چند علماء اور تجار کو بھیجا تاکہ میں اصفہان واپس پلٹ آؤں اور حوزۂ علمیہ اصفہان کی باگ ڈور سنبھال لوں نجف اشرف ہی میں سفر سے پہلے رات میں اچانک خسرہ کے مرض میں مبتلا ہوگیا اور چالیس روز تک مجھے ہوش نہ آیا۔ خداوند عالم کے فضل وکرم سے چالیس روز کے بعد مجھے پسینہ آیا اور ہوش آگیا تو مجھ کو محسوس ہوا کہ جو کچھ میں نے پڑھا لکھا تھا وہ سب بھول گیا ہوں وہ کالعدم ہوگیا ہے۔

اس کے بعد مجبور ہوگیا اور اسی حال میں مولائے متقیان امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور تضرع وزاری کرتے ہوئے عرض کیا: آقا میں نے چالیس سال تک آپ کے دسترخوان علم سے کچھ توشہ لیا تھا لیکن اب میں اپنے وطن واپس جانا چاہتا ہوں تو میرے ہاتھ خالی ہیں: آپ دریائے کرم ہیں یہ بیان کرتے ہوئے مرحوم عصار گریہ کر رہے تھے۔

مرحوم آیت اللہ حاجی آقا جمال نے فرمایا: میں نے اتنا گریہ کیا کہ مجھ کو نیند آگئی تو میں نے مولاؑ کا دیدار کیا اور مولا نے شہد سے پر انگشت مبارک کو میرے دہن میں رکھا مجھ پر کرم فرمایا، مجھ کو ہوش آگیا جب میں گھر واپس پلٹا تو دیکھا کہ جو کچھ اول عمر سے میں نے پڑھا تھا وہ سب مجھ کو زبانی یاد ہے۔"

اس کے بعد آقا جمال نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا: "حضرات: میرے پاس میرا کچھ نہیں ہے جو کچھ ہے وہ میرے مولا امیرالمومنین علیہ السلام کا دیا ہوا صدقہ ہے آپ آکر میرا امتحان لیتے ہیں مجھے خدا کے فضل وکرم اور امیرالمومنینؑ کی عنایت سے تمام درسی کتابیں یاد ہیں۔

جناب عصار اس مقام پر گریہ کر رہے تھے اور فرما رہے تھے، جس وقت آقا جمال نے اس واقعہ کو بیان فرمایا تو مجلس میں کہرام مچ گیا تھا میں نے اٹھ کر ان بزرگوار کی نعلین کو اپنی آنکھوں سے لگا اور اپنے کو ان سے متبرک کیا۔

اسی طرح شیخ نے دو عالم بزرگوار سید علی مفسر اور تہران کے سلسبیل محلہ کی مسجد کے امام جماعت سید علی غروی مفسر سے کسب فیض کیا۔

شیخ انہیں غیر رسمی تحصیلات کی وجہ سے قرآن کریم اور احادیث اسلامی سے مکمل طور پر آشنا تھے اور مجلسوں میں قرآن واحادیث اور دعا وغیرہ کا ترجمہ وتفسیر کیا کرتے تھے اور طرح طرح کے ایسے جدید مطالب بیان کیا کرتے تھے جن کی طرف دوسرے افراد بہت کم متوجہ ہوا کرتے تھے۔

پس شیخ انہیں جیسے افراد کے ذریعہ معارف اسلام سے آشنا ہوئے تھے لیکن شیخ کے یکبارگی ترقی کا راز اور ان کی عبرت انگیز زندگی کے معنوی نقطہ عطف کو کسی اور جگہ تلاش کرنا چاہیئے اور اگر شیخ یہ فرماتے تھے کہ میرا کوئی استاد نہیں ہے تو اس نقطہ کی طرف اشارہ بھی فرمادیا کرتے تھے۔

شیخ کے ایک عقیدتمند نقل کرتے ہیں کہ شیخ نے فرمایا: میرا کوئی استاد نہیں تھا. لیکن محمد تقی بافقی[1] جو صحن شاہ عبد العظیم میں شبوں کو پروگرام کرتے تھے۔ میں ان

۱۔ عالم عامل، عارف کامل، مجاہد شیخ محمد تقی بافقی یزدی جو کشف حجاب کے سلسلہ میں رضاخان کے ساتھ حرم معصومہؑ میں لڑ گئے تھے اور رضاخان نے ان کو ضرب وشتم کے بعد شہر رے بدر کردیا تھا اور آپ آخری عمر تک وہیں شہر بدر رہے۔ جن افراد کا اس عالم ربانی سے واسطہ ورابطہ تھا وہ آپ سے بہت زیادہ کرامات نقل کرتے ہیں منجملہ آپ کے خادم شیخ اسماعیل شہر رے کے رہنے والے اخبار نویسوں سے نقل کرتے ہیں کہ، آخری عمر میں شیخ بیماری کی وجہ سے گھر سے باہر نہیں نکل سکتے تھے. ایک دن انہوں نے مجھ سے سوال کیا، جب تم حضرت عبد العظیمؑ کی زیارت کو جاتے ہو تو کیا تینوں امام زادوں کے حرم کے اندر جاکر زیارت کرتے ہو یا امام زادہ طاہرؑ کو باہر ہی سے سلام کرکے چلے آتے ہو؟ اس وقت حرم کی توسیع نہیں ہوئی تھی اور امام زادہ طاہر کا حرم جدا تھا. میں نے جواب دیا، میں امام زادہ طاہرؑ کے حرم میں جاکر زیارت نہیں کرتا ہوں بلکہ میں باہر سے ہی ان کی زیارت کیا کرتا ہوں۔

میں شریک ہوا کرتا تھا وہ اہل باطن تھے ایک شب انہوں نے مجمع پر نظر ڈالی اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "تم کسی مقام تک پہونچو گے"۔

نقطہ عطف

راقم السطور کی نظر میں شیخ کی زندگی میں تغیرات کا آغاز ایک قابل عبرت داستان سے ہوتا ہے۔ شیخ کیلئے اوائل جوانی میں حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان کے مانند واقعہ پیش آیا۔ یہ واقعہ اور جو کچھ اس واقعہ کے بعد پیش آیا وہ توحید تجربی کیلئے ایک نمونہ ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم جو جناب یوسفؑ کی داستان کے آخر میں فرماتا ہے: "انہ ومن یتق ویصبر فان اللہ لایضیع اجر المحسنین"۔
یہ قانون عام ہے اور جناب یوسفؑ سے مخصوص نہیں ہے جیسا کہ آیت میں تصریح موجود ہے۔ بیشک جو کوئی تقویٰ اور صبر اختیار کرتا ہے اللہ نیک عمل کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے۔

اس داستان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جو قرآن نے جناب موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ: "ولما بلغ اشدہ آتینہ حکماً وعلماً وکذلک نجزی المحسنین"۔

== شیخ نے فرمایا: یہ کام صحیح نہیں ہے کہ تم دو امام زادوں کی نزدیک سے زیارت کرو اور ایک امامزادہ کی صرف باہر سے!! یہ عمل بے احترامی میں شمار ہوتا ہے۔ اب جب امام زادہ طاہرؒ کی زیارت کیلئے جانا تو حرم میں داخل ہو کر زیارت کرنا اور کہنا: آخوند نے بھی سلام کہا ہے۔
شیخ اسماعیل کہتے ہیں کہ میں شیخ کی وصیت کے مطابق حرم امام زادہ طاہرؒ میں داخل ہوا تو وہاں پر کوئی شخص موجود نہ تھا میں نے شیخ کا سلام پہونچایا تو ضریح کے اندر سے تین مرتبہ آواز آئی: "لبیک، لبیک، لبیک"۔

یہ بھی ایک عام قانون ہے اور قرآن کی رو سے تمام احسان اور نیکی کرنے والوں کو قرآن کریم کے بیان کردہ قانون کے مطابق نور حکمت اور خدا کی خاص مہربانی شامل ہوگی۔

حضرت یوسفؑ کی داستان کے مانند

اس داستان کو شیخ بہت کم افراد کے سامنے بیان کرتے تھے کبھی کسی مناسبت سے کسی موقع پر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے: "میرا کوئی استاد نہیں تھا. لیکن میں نے کہا: خدایا میں اس کام کو تیری رضا کی خاطر ترک کرتا ہوں اور اس سے چشم پوشی کرتا ہوں تو بھی مجھ کو اپنی رضا کی خاطر درست کر."

فقیہہ عالیقدر حضرت آیت اللہ سید محمد ہادی میلانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے اس داستان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: شیخ پر خدا کی خاص عنایت ہوئی اور وہ اس پاکدامنی کی بنا پر تھی جس کو شیخ نے ایام جوانی میں انجام دیا تھا۔

جناب شیخ نے خود اس ماجرے کی تفصیل ان بزرگوار سے ملاقات کے وقت فرمائی اور حجت الاسلام والمسلمین سید محمد علی میلانی فرزند آیت اللہ میلانی جو خود اس دیدار میں حاضر تھے انہوں نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے:[1]

ایام جوانی میں ایک رشتہ دار کی خوبصورت لڑکی مجھ پر فریفتہ ہو گئی آخر کار اس نے تنہائی کا موقع پاکر مجھ کو ایک گھر میں اپنے چنگل میں پھنسا لیا. میں نے اپنے سے کہا:

۱۔ اس دیدار میں شیخ نے دوسرے نکات بھی بیان فرمائے ہیں جو تیسرے حصہ کی پہلی فصل میں بیان کیے جائیں گے۔

رجبعلی خدا تمہارا متعدد طریقوں سے امتحان لے گا تم بھی ایک مرتبہ خدا کا امتحان لو!
اور اس لذت والے حرام کام سے خدا کی خاطر پرہیز کرو! اس کے بعد میں نے بارگاہ
احدیت میں عرض کیا: "اے خدا! میں اس گناہ کو تیری خاطر ترک کررہا ہوں تو بھی
اپنی خاطر میری تربیت فرما. اس وقت میں نے حضرت یوسفؑ کی طرح دلیری کے ساتھ
گناہ کا مقابلہ کیا اور گناہ میں آلودہ ہونے سے تیزی کے ساتھ اجتناب کیا اور خطرہ
سے باہر آگیا۔

یہی پاکدامنی اور گناہ سے پرہیز کرنا آپ کی بصیرت کا موجب ہوا ان کی برزخی کی
دید روشن ہو گئی اور جو کچھ دوسرے نہ دیکھتے تھے اور نہ ہی سنتے تھے وہ آپ دیکھنے اور
سننے لگے۔

جناب شیخ سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا: "ایک روز میں "مولوی" چوراہے
سے "سیروس" سڑک سے "گلوبندک" چوراہے تک گیا اور آیا صرف ایک انسان
کے چہرہ کو دیکھا"۔

الٰہی تربیت کی کیفیت

کسی لڑکی کے چنگل میں پھنسے جوان کی دعا "اے خدا: میری اپنی خاطر اصلاح فرما"
اس ہیجان انگیز فضا میں مستجاب ہوئی اور سعادتمند جوان کی معنوی زندگی میں تغیر
و تبدل آگیا. جس کے ظاہر کو دیکھنے والے افراد درک کرنے سے قاصر ہیں. رجبعلی
نے اس طرح سو سال کا راستہ طے کیا اور آپ رجبعلی خیاط کے نام سے مشہور ہوگئے

نگار من کہ بہ مکتب نہ رفت وخط نوشت   بہ غمزہ مسالہ آموز صد مدرس شد

میرا مخبر نہ مکتب گیا اور نہ اس نے کچھ لکھا وہ آنکھ کے اشارہ میں سو معلمین کو مسالہ سکھانے والا ہو گیا۔

اس تربیت الٰہی کے پہلے ہی قدم میں اس جوان کی قلبی آنکھ اور کان کھل گئے اور اب وہ باطن جہان اور عالم ملکوت میں ان چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے جن کو دوسرے نہیں دیکھ سکتے اور ان آوازوں کو سنتا ہے جن کو دوسرے نہیں سنتے. یہ باطنی تجربہ اس چیز کا موجب بنا کہ شیخ کو یہ اعتقاد ہو گیا کہ "اخلاص" کے ذریعہ دل کی آنکھ اور کان کھل جاتے ہیں اور وہ خود اپنے شاگردوں کو اس بات کی تاکید کیا کرتے تھے کہ: "اگر کوئی شخص خدا کیلئے کام کرتا ہے تو اس کے دل کی آنکھیں اور کان وا ہوجاتے ہیں"۔

دل کی آنکھیں اور کان

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دل کے بھی کان اور آنکھیں ہوتی ہیں؟ اور کیا انسان ظاہری آنکھ اور کان کے علاوہ بھی کسی چیز کو دیکھتا یا آواز سنتا ہے؟

جواب: ہاں! ایسا ہی ہے. اسلامی احادیث جن کو علمائے شیعہ اور اہل سنت نے نقل کیا ہے ان میں اس بات کا ثبوت موجود ہے۔ ہم نمونہ کے طور پر ذیل میں چند احادیث نقل کر رہے ہیں:۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص کے چہرے پر دو آنکھیں ہوتی ہیں جن کے ذریعہ وہ دنیوی امور کو دیکھتا ہے اور دل میں دو آنکھیں ہوتی ہیں جن کے ذریعہ وہ اخروی امور کو دیکھتا ہے تو جب خدا کسی بندے کیلئے بھلائی چاہتا

ہے تو اس کے دل کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے جن کے ذریعہ وہ خدا کی وعدہ کردہ غیبی چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس طرح وہ غیبی نگاہوں کے ذریعہ غیب پر ایمان لے آتا ہے۔

ایک اور حدیث میں حضور اکرمؐ فرماتے ہیں: اگر تمہارے دل مختلف نہ ہوتے اور تم زیادہ باتیں نہ کرتے تو جو میں سنتا ہوں تم بھی وہ سنتے۔

اسی طرح امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: " ان للقلب اذنین: روح الایمان یساره بالخیر، والشیطان یساره بالشر فایهما ظهر علی صاحبه غلبه " یعنی دل کے دو کان ہوتے ہیں ایک کان میں روح ایمان نیک کام کی سرگوشی کرتی ہے اور ایک کان میں شیطان برے کام کی سرگوشی کرتا ہے تو ان میں سے جو بھی دوسرے پر غالب آجائے وہ اس کو شکست دیدیتا ہے۔

دوسری فصل

غیبی امداد

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: تاریخ میں خداوند متعال کے بہت سے شائستہ و نیک بندے رہے ہیں جن سے خدا نے ان کی عقل و فکر کے ذریعہ گفتگو فرمائی ہے۔

امام (ع) فرماتے ہیں: وما برح لله عزت آلاؤه فی البرهة بعد البرهة وفی ازمان الفترات عباد ناجاهم فی فکرهم و کلمهم فی ذات عقولهم، فاستصبحوا بنور یقظة فی الابصار والاسماع والافئدة..."

یکے بعد دیگرے ہر عہد اور انبیاء سے خالی دور میں حضرت رب العزت کے کچھ مخصوص بندے ہمیشہ موجود رہے ہیں جن کی فکروں میں خدا نے سرگوشیوں کی صورت میں (حقائق و معارف کو القاء کیا ہے اور ان کی عقلوں سے) الہامی آوازوں کے ساتھ کلام کیا ہے چنانچہ انہوں نے اپنی آنکھوں، کانوں اور دلوں میں بیداری کے نور سے (ہدایت و بصیرت کے) چراغ روشن کئے[1]۔

یہ خدا کے نیک بندے وہی ہیں جن کیلئے مناجات شعبانیہ میں آیا ہے کہ: **الهی** واجعلنی ممن نادیته فاجابک و لاحظته فصعق لجلالک فناجیته سراً وعمل لک جهراً۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۲۲۔

اے خدا! مجھ کو ان افراد میں قرار دے کہ جب تو نے ان کو پکارا تو انہوں نے تیری آواز پر لبیک کہا اور جب تو نے ان کی طرف توجہ کی تو تیرے عظیم نور کی تجلی نے ان کو بے ہوش کردیا تو نے راز کے طور پر ان سے گفتگو کی لیکن اس نے علی الاعلان تیرے لئے کام کیا[1]۔

نفس امارہ اور شیطان سے رہائی پانے کے بعد جوان خیاط کے دل کی آنکھیں اور کان کھل گئے اور نیک و مخلص بندوں کی صف میں قرار پائے اور اس کے بعد کبھی نیند اور کبھی بیداری میں آپ کو غیبی الہامات ہونے لگے اور خدا کی خاص ہدایت سے بہرہ مند ہونے لگے[2]۔

اس ہدایت کو حدیث نبویؐ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:- اذا اراد اللہ بعبد خیراً فقهه فی الدین والهمه رشده " جب خدا کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کو دین فہمی اور ہدایت کی توفیق دیدیتا ہے۔

ناپسند خیال کی سزا

جو افراد خدا کی خاص تربیت میں شامل ہوجاتے ہیں ان کیلئے خدا کی خاص ہدایت یہ ہوتی ہے کہ خدا ان کو ان کے عیوب سے آشنا کردیتا ہے۔ ایک حدیث میں رسول خداؐ سے نقل ہوا ہے کہ: اذا اراد اللہ عزوجل بعبد خیراً فقهه فی الدین و زهده فی الدنیا وبصره بعیوب نفسه[3] جب خدا کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کو

۱۔ مفاتیح الجنان، مناجات شعبانیہ۔

۲۔ سورۂ عنکبوت / آیت ۶۹۔

۳۔ میزان الحکمہ / ۳/۱۶۰۲/۱۱۶۰/۵۳۶۰۔

دین فہمی کی توفیق دیتا ہے دنیا میں زاہد بنا دیتا ہے اور اس کو اسکے عیوب سے آشنا کردیتا ہے۔

اس کے بعد جوان خیاط خدا کی خاص ہدایت کے زمرہ میں آگئے اور آپ کو الہام ہونے لگا۔

آیت اللہ فہری [1] نقل کرتے ہیں کہ جناب شیخ نے مجھ سے فرمایا:

"میں کسی کام کی غرض سے بازار کیلئے نکلا تو میرے ذہن میں ایک ناپسند خیال آیا لیکن میں نے بلا فاصلہ استغفار کیا۔ آگے راستہ میں، میں نے دیکھا شہر کے باہر لکڑیوں سے لدے کچھ اونٹ لائے جا رہے ہیں۔ میں کنارہ پر کھڑا ہوگیا جب وہ اونٹ گزر رہے تھے تو ایک اونٹ نے مجھ کو لات ماری اگر میں نہ بچا ہوتا تو وہ لات ضرور مجھ کو لگتی۔ میں مسجد گیا اور میرے ذہن میں یہ سوال تھا کہ یہ واقعہ کیوں پیش آیا؟ میں نے گڑگڑا کر خدا کی بارگاہ میں عرض کیا: اے خدا! یہ کیا تھا؟ تو عالم معنی میں مجھ سے کہا گیا: یہ تمہاری اس ناپسند خیال کا نتیجہ تھا۔

میں نے کہا: میں نے گناہ انجام نہیں دیا تھا۔

جواب میں کہا گیا: اس اونٹ کی لات بھی تو تم کو نہیں لگی [2]۔

بلعم باعور کے انجام کے ذریعہ خبردار کرنا

زنجان کے امام جمعہ آیت اللہ مرزا محمود صاحب جو اپنے وقت کے فاضل اور مرزا

۱۔ نمائندۂ ولی فقیہ و امام جمعہ زینبیہ دمشق۔

۲۔ شیخ کے دو عقیدتمندوں نے اس حکایت کو کچھ فرق کے ساتھ نقل کیا ہے۔

نائینی کے شاگرد تھے وہ آپ پر دل وجان سے فدا تھے ان تمام فضیلتوں کے باوجود آپ اس شخص پر فدا تھے جو رسمی معلومات سے بے بہرہ تھا۔ شیخ نے ایک دن فرمایا:
زنجان کے امام جمعہ اور تہران کے کچھ محترم حضرات میرے پاس آئے انہوں نے اپنے ساتھیوں کا تعارف کرایا ان تمام چیزوں کی وجہ سے میرے دل میں یہ خیال آنے لگا کہ: میں اس مقام پر پہونچ گیا ہوں کہ بڑی بڑی شخصیتیں مجھ سے ملاقات کرنے کیلئے آتی ہیں۔

اس رات میں میری حالت بڑی عجیب تھی، میری حالت ناساز تھی خداوند عالم کی بارگاہ میں بڑی گریہ وزاری کرنے کے بعد صفائے باطن دوبارہ پلٹی، میں اس فکر میں ڈوب گیا کہ اگر یہ حالت برقرار رہتی تو اس کے مقابل میں میرا کیا فریضہ تھا؟ اور یہ حالت کیوں پیدا ہوئی ؟!

میں اسی فکر میں تھا کہ مجھے بلعم باعورا [1] کو دکھلایا گیا اور کہا گیا: اگر یہ حالت برقرار رہتی تو تم اس کے مثل ہوجاتے، تمہاری تمام زحمتوں کا یہ نتیجہ تھا کہ تم شخصیتوں کے ساتھ محشور ہوتے دنیا تمہارے پاس ہوتی لیکن آخرت میں تمہارا کوئی حصہ نہ ہوتا۔

یہ واقعہ گزر گیا۔ ہم جمعہ کو پروگرام کیا کرتے تھے ایک دن پروگرام ظہر تک کھینچ گیا

۱۔ بلعم باعورا وہ عالم تھا جس کی دعا مستجاب ہوتی تھی اس کے بارہ ہزار شاگرد تھے لیکن وہ خواہشات نفس اور دنیا طلبی کی غرض سے اٹھا اور اس نے اپنے دور کے ظالم بادشاہ کی حکومت کی باگ ڈور سنبھالنا چاہی یہاں تک کہ وہ جناب موسیٰ کے لشکر پر لعنت کرنے کیلئے تیار ہوگیا۔ قرآن کریم نے اس خواہشات نفس کی پیروی کرنے والے دانشمند کو کتے سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا ہے:
فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث۔ اعراف / آیت ۱۷۶۔

تو صاحب خانہ اور دوستوں نے کہا کہ یہیں پر دوپہر کا کھانا کھا لیجئے گا ہم نے بھی قبول کرلیا۔ اگلے ہفتہ پھر پروگرام ظہر تک ہوتا رہا اور پھر دسترخوان بچھا دیا گیا۔ دستور کے مطابق اس دن پچھلے ہفتہ سے زیادہ مرغن کھانے تھے اور کئی ہفتوں تک ایسا ہوتا رہا ایک جلسہ میں دسترخوان پر متنوع غذائیں تھیں اور دسترخوان کے بیچ میں عمدہ قسم کا مکھن رکھا ہوا تھا جو سب کی توجہ اپنی طرف جذب کئے ہوئے تھا۔

میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ: یہ دسترخوان میری وجہ سے بچھایا گیا ہے اور اصل پروگرام اور بقیہ تمام رفقا کی دعوت میری ہی وجہ سے ہے۔ لہذا اسے کھانے کا میں زیادہ مستحق ہوں۔

اسی خیال سے میں نے روٹی اٹھائی اور جیسے ہی میں نے اس مکھن کو اٹھانے کیلئے ہاتھ بڑھایا تو میں نے دیکھا کہ کمرہ کے گوشہ میں بیٹھے ہوئے بلعم باعور مجھ پر ہنس رہے ہیں۔ میں نے فوراً اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

تم شکم سیر ہو جاؤ اور ہمسایہ بھوکا رہے

جناب شیخ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے شیخ کو فرماتے سنا: ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مجرم ہوں اور پولیس کے کچھ افراد مجھ کو پکڑ کر جیل لے جا رہے ہیں۔ میں جب صبح کو اٹھا تو بہت پریشان تھا کہ آخر اس خواب کا کیا سبب ہے؟ خداوند عالم کی عنایت سے میں متوجہ ہوا کہ میرے خواب کا موضوع میرے ہمسایہ سے متعلق ہے۔ میں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ اس کی جستجو کریں اور مجھ کو خبر لاکر دیں۔ میرا پڑوسی معمار تھا معلوم ہوا کہ کئی دن سے اس کو کوئی کام

نہیں ملا اور کل رات وہ اور اسکی بیوی بھوکے سوئے تھے۔

مجھ سے کہا گیا: وائے ہو تو پر! تم رات میں شکم سیر رہو اور تمہارا پڑوسی بھوکا رہے؟! اس وقت میرے پاس تین عباسی پیسہ نقد موجود تھے۔ فوراً اپنے محلہ کے بنیا سے ایک عباسی پیسہ قرض لیا اور عذر خواہی کرتے ہوئے اپنے ہمسایہ کو دیدیا اور اس سے کہا جب تم بیکار رہو اور تمہارے پاس پیسہ نہ ہو تو مجھ کو خبر کرنا۔

اپنے بیٹے کو خدا کی خاطر چاہو

ایک مرتبہ جناب شیخ نے فرمایا: ایک رات میں نے یہ احساس کیا کہ میرے سامنے حجاب ہے اور میں اپنے محبوب تک پہونچنے کا راستہ نہیں پا رہا ہوں۔ میں نے اس حجاب کی جستجو کی کہ یہ حجاب کہاں سے ہے؟ بہت زیادہ توسل کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ حجاب کل سہ پہر اپنے خوبصورت بیٹے کو بڑی محبت و پیار سے دیکھنے کی وجہ سے تھا! مجھ سے کہا گیا: اس سے خدا کی خاطر محبت کرو! چنانچہ میں نے استغفار کیا۔

حجاب غذا

شیخ کے ایک عقیدتمند شیخ کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ:

شیخ کے دوستوں میں سے کسی ایک دوست کے گھر پروگرام ہوتا تھا ایک رات شیخ نے اپنی تقریر شروع کرنے سے پہلے کچھ کمزوری کا احساس کیا لہذا کچھ روٹی طلب کی، صاحب منزل نے "تافتون" نامی آدھی روٹی لاکر دی۔ آپ نے روٹی تناول کر کے

پروگرام شروع کیا پھر اس کے بعد والی رات میں فرمایا: "کل رات میں نے ائمہ علیہم السلام کو سلام کیا لیکن ان کا دیدار نہیں کیا. متوسل ہوا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ عالم معنی میں مجھ سے کہا گیا: کہ تم نے آدھی روٹی کھائی اور تمہارا ضعف دور ہو گیا تو بقیہ آدھی روٹی کیوں کھائی؟!

جو کھانا بدن کیلئے ضروری ہے اس کا کھانا بہتر ہے اور اس سے زیادہ کھانا حجاب وظلمت کا موجب ہے۔

معنوی کمالات

اہل فن کی نظر میں "حدیث قرب نوافل، بہت ہی مشہور و معروف حدیث ہے. اس حدیث کو شیعہ اور سنی محدثوں نے بہت کم اختلاف کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے متن حدیث یہ ہے:

قال اللہ عزوجل ... ما تقرب الی عبد بشی. احب الی مما افترضت علیہ وانہ لیتقرب الی بالنافلۃ حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ولسانہ الذی ینطق بہ ویدہ التی یبطش بھا ان دعانی اجبتہ وان سالنی اعطیتہ (۱)۔

یعنی خدا فرماتا ہے ... میں نے بندہ پر جو چیزیں واجب کی ہیں ان میں سے میری محبوب چیز کے ذریعہ وہ مجھ سے قریب نہیں ہوا مگر یہ کہ بندہ نافلہ کے ذریعہ مجھ سے اس حد تک قریب ہوجاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اسکا وہ کان ہوجاتا ہوں جسکے ذریعہ وہ سنتا ہے اور وہ آنکھ ہوجاتا ہوں جسکے ذریعہ وہ دیکھتا ہے اور وہ زبان ہوجاتا ہوں جس کے ذریعہ وہ بولتا ہے اور وہ ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ کام لیتا ہے. اگر وہ مجھ کو پکارتا ہے تو میں

۱۔ میزان الحکمۃ / ۲۳۳۰/۴۸۵۶/۱۰ ۔

اس کا جواب دیتا ہوں اور اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو دیدیتا ہوں۔

احادیث میں نافلہ سے مراد "قرب نوافل" ہیں۔ نافلہ جس کو "واجبات" کے بعد انجام دینے سے انسان کمال مطلق اور انسانیت کے اعلیٰ مقصد تک پہنچ جاتا ہے اور اس سے تمام اچھے اور نیک کام مراد ہیں۔

ان احادیث کی بنیاد پر انسان خدا کیلئے نیک کاموں کو انجام دیکر قدم بہ قدم کمال مطلق سے نزدیک ہوجاتا ہے اور اوج عبودیت میں اس کی آنکھیں خدا کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھتیں۔ اس کے کان خدا کے علاوہ کسی چیز کو نہیں سنتے اس کی زبان خدا کے علاوہ کچھ نہیں کہتی اور اس کا دل خدا کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ: "احادیث قرب نوافل" کی تعبیر کے مطابق اپنے ارادہ کو ارادۂ خدا میں مخلوط کرنے سے خدا انسان کی آنکھ، کان، زبان اور دل ہوجاتا ہے اور آخر میں انسان جوہر عبودیت یعنی ربوبیت کو حاصل کرلیتا ہے۔

جناب شیخ کے بقول: اگر آنکھ خدا کیلئے کام کرتی ہے تو وہ "عین اللہ" کہلاتی ہے اگر کان خدا کیلئے کام کرتے ہیں تو وہ "اذن اللہ" کہلاتے ہیں۔ اگر ہاتھ خدا کیلئے کام کرتے ہیں تو وہ "ید اللہ" ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ دل کی باری آتی ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے: قلب المؤمن عرش الرحمان [1]۔ مؤمن کا قلب عرش خداوند رحمن ہے۔

اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق: جعلت قلوب اولیائک سکناً لمشیتک۔ خداوندا! تونے اپنے دوستوں کے دلوں کو اپنی مشیت

۱۔ بحار الانوار، جلد ۵۸ ص ۳۹۔

کی جگہ قرار دیا[1]۔

جناب شیخ کے دقیق حالات اور ان کے منصفانہ جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی میں رضائے خدا کی خاطر بوالہوسی کو ترک کرنے نیز الہی تربیت، الہام اور غیبی امداد کی وجہ سے آپ کو اتنے عظیم المرتبت درجات نصیب ہوئے شاید اسی لئے آپ ان اشعار کو زیر لب پڑھتے رہتے تھے:

در دبستان ازل حسن تو ارشادم کرد ہر صیدم ز کرم لطف تو امدادم کرد
نفس بد سیرت من مایل ہر باطل بود فیض بخشی تو از دست وی آزادم کرد

یعنی مکتب ازل میں تیرے حسن نے میری رہنمائی کی تیرے لطف نے مجھ پر عنایت کرنے میں میری مدد کی۔ میرا بد طینت نفس ہر بیکار کام کو کرنا چاہتا تھا تیرے فیض کی بناپر میں نے اس سے نجات پائی۔

توحید میں غرق

جناب شیخ کی تیس سال کی شاگردی اختیار کرنے والے شیخ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ: میں شیخ کی وصیت کے مطابق آیت اللہ کوہستانی[2] سے ملاقات کرنے کیلئے

۱۔ مہج الدعوات / ۶۸، بحار الانوار ۸۵، ۲۱۳۔

۲۔ آیت اللہ کوہستانی بہت بلند پایہ کے عالم دین تھے۔ شیخ بار بار ان کی زیارت کیلئے تشریف لیجایا کرتے اور ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: "آیت اللہ کوہستانی سے نور ساطع ہوکر آسمان کی طرف جاتا ہے" ایک ملاقات میں مرحوم آیت اللہ کوہستانی شیخ کو تقریباً ایک کلو میٹر تک خدا حافظی کرنے کیلئے آئے۔ کئی سال گزر جانے کے بعد جب شیخ کی باتوں کو آیت اللہ کوہستانی کیلئے بیان کیا گیا تو آپ نے انکساری کے ساتھ فرمایا۔ اس زمانہ میں کچھ باتیں ہوا کرتی تھیں۔

== اس مقام پر آیت اللہ کوہستانی کی کرامتوں کا ذکر کرنا ضروری ہے، خطیب توانا حجت الاسلام والمسلمین جناب سید قاسم شجاعی نے اخبار نویسوں کیلئے نقل کیا کہ، رشت کے رہنے والے واعظ جناب صدرائی اشکوری دل کی بیماری سے دوچار ہو گئے ان کو رشت سے آبان نامی اسپتال میں بھرتی کیا گیا ایک روز مرحوم فلسفی نے مجھ سے ٹیلیفون پر کہا کہ ہم دونوں ان کی عیادت کیلئے جائیں گے جب ہم پہونچے تو جناب اشکوری نے گفتگو کے دوران ان سے سوال کیا کہ، آپ کی حالت کیسی ہے؟ تو انہوں نے کہا، ہم سید الشہداء کے عطیہ سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا، ہم سب ہی سید الشہداء کا تذکرہ کیا کرتے ہیں!

تو انہوں نے فرمایا، ہم ایک دوسرا حساب رکھتے ہیں۔

جناب فلسفی نے پوچھا آخر کیا ماجرا ہے؟ جناب صدرائی نے کہا کہ میرا ایک چائے کا مزرعہ ہے جو سید الشہداء کا عطیہ ہے جس کی وجہ سے میں ضعیفی میں زندگی گزار رہا ہوں۔

جناب فلسفی نے سوال کیا آپ یہ کیسے کہتے ہیں کہ یہ سید الشہداء کا عطیہ ہے؟

انہوں نے جواب دیا، میں نے اس باغ کو فروخت کر دیا تھا دو روز بعد میں آیت اللہ کوہستانی کے دیدار کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا: "آپ عطیہ ملوکانہ کو کیوں بیچ رہے ہیں؟" میں نے ان کو جواب دیا، جناب مجھ کو شاہ سے کوئی مطلب نہیں ہے فرمایا، میں اسے نہیں کہہ رہا ہوں میں آقا سید الشہداء کے بارے میں کہہ رہا ہوں ان لوگوں نے ان الفاظ کو چرالیا ہے کیا آپ کو یاد ہے کہ جس وقت آپ جوانی کے عالم میں حرم سید الشہداء میں گئے تھے اور جب آپ ضریح کے سرہانے پہونچے اور آپ نے یہ دعا کی تھی کہ یا سید الشہداء میں آپ سے ایک عرض رکھتا ہوں کہ جب میں ضعیف وناتوان ہو جاؤں تو آپ کے دسترخوان کے ذریعہ اپنی زندگی بسر کروں۔ یہ باغ اسی دعا کے قبول ہونے کا نتیجہ ہے تم نے اس کا معاملہ کیوں کیا؟

میں نے ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا، سیڑھیوں سے نیچے اترا، ایک گاڑی کی، رشت واپس پلٹا اور اس قولنامہ کو پھاڑ ڈالا اور اب تک میں اسی چائے کے فارم سے زندگی گزار رہا ہوں۔

میری (شجاعی کی) اس وقت حالت خراب ہو گئی، میں نے جناب کوہستانی سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا، حج کا زمانہ تھا میں قافلہ کا عالم ہونے کی حیثیت سے حج سے مشرف ہوا، میں نے اپنے قافلہ کے ڈاکٹر طہماسبی سے کہا، میں حج کرنے سے پہلے جناب کوہستانی سے ملنا چاہتا تھا لیکن نہیں مل سکا۔ ڈاکٹر طہماسبی نے کہا، میں ان کا ڈاکٹر ہوں، میں نے کہا، بہت اچھا ہوا۔ آپ مجھ سے یہاں پر یہ وعدہ کریں کہ جب میں ایران واپس جاؤنگا تو آپ مجھ کو ان کی خدمت میں ضرور لے جائیں گے اس نے کہا، جب میں ایران سے چلا تھا تو وہ ==

گیا۔ مرحوم کوہستانی نے شیخ کے بارے میں فرمایا:

مرحوم رجبعلی خیاط کے پاس جو کچھ تھا وہ توحید کی بنا پر تھا، وہ توحید میں غرق تھے۔

مقام فنا

ڈاکٹر حمید فرزام جو سالہا سال شیخ کی خدمت کا شرف حاصل کرتے رہے وہ آپ کی اس طرح توصیف کرتے ہیں: جناب شیخ رجب علی نکوگویان رحمت اللہ علیہ ایسے باکمال عارف اور خدا والے تھے کہ تزکیہ نفس اور صفائے باطن کی وجہ سے فناء فی اللہ اور بقاء باللہ کے درجہ پر فائز ہوگئے تھے۔ آپ احکام شریعت پر عمل، سیر و سلوک اور

== سخت بیمار تھے، ان کا بلڈ پریشر ہائی اور ایسڈ اوریک بہت زیادہ تھی، میں ان کے بارے میں بہت فکرمند تھا، یہاں تک کہ میں مکہ سے عرفات پہونچا اور عرفات میں بڑی توجہ کے ساتھ دعائے عرفات پڑھنا شروع کی جب اس جملہ "عمیت عین لا تراک" پر پہونچا تو میرا دل ٹوٹ گیا اور میری آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے اسی حالت میں، میں نے کہا: اے خدا! میرے پاس سیادت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے میں تجھ کو اپنے آباء واجداد کی قسم دیتا ہوں آیت اللہ کوہستانی کو شفاء کامل عطا فرما۔

جب میں ایران پہونچا تو آیت اللہ کوہستانی کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکا جب میں مشہد مقدس پہونچا تو رات کے ساڑھے گیارہ بجے دارالسادات میں، میں نے دیکھا کہ ایک شخص کو پکڑے ہوئے لا رہے ہیں میں نے سوال کیا کہ یہ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: آیت اللہ کوہستانی ہیں، میں نے ان کو کبھی دیکھا نہیں تھا میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور ان کے ہاتھوں کو چوما انھوں نے میرے داہنے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا: شجاعی خدا تمہاری عاقبت بخیر کرے، تمہاری دعائے عرفہ مجھ تک پہونچ گئی:: میرا تمام بدن پسینہ سے شرابور ہوگیا میں وہیں پر بیٹھ گیا میری اہلیہ نے کہا: کیا ہوا؟ میں نے کہا: کچھ نہیں مجھے تھوڑی دیر بیٹھا رہنے دو۔ میں تقریباً آدھا گھنٹہ بیٹھا رہا۔

جناب رے شہری فرماتے ہیں کہ خدا گواہ عرفات میں کوئی میرے پاس موجود نہ تھا میں نے آہستہ سے روتے ہوئے دعائے عرفہ کو پڑھا تھا اور آپ کیلئے دعا کی تھی اور انھوں نے حرم مطہر امام رضا علیہ السلام میں مجھ سے فرمایا کہ: آپ کی دعائے عرفہ ہم تک پہونچ گئی!! یہ میری زندگی کا سب سے عجیب اور اہم واقعہ ہے۔

خداوند عالم کے فضل وعنایت کی وجہ سے حقیقت واقعی تک پہونچ چکے تھے۔

عاشق خدا

جناب شیخ کے ایک اور شاگرد آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ: مرحوم شیخ ان افراد میں سے تھے کہ جن کے وجود کو خدا نے مسخر کردیا تھا وہ خدا کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتے تھے وہ جو کچھ دیکھتے تھے وہ خدا کی خاطر دیکھتے تھے جو کچھ کہتے تھے وہ خدا کیلئے کہتے تھے۔ آپ کے کلام کی ابتدا اور انتہا خدا پر ہوتی تھی کیونکہ آپ خدا اور اہلبیت علیہم السلام کے عاشق تھے جو کچھ آپ بیان کرتے تھے وہ انہیں کے فرمان کے مطابق ہوتا تھا۔ مقدس ہونا اور چیز ہے اور خدا کا عاشق ہونا اور چیز ہے شیخ رجب علی عاشق خدا تھے۔ آپ کا ہنر محبت خدا اور آپ کے کام خدا کیلئے تھے جو معنوی طور پر عاشق خدا ہوتے ہیں ان کی آنکھیں خود بتادیتی ہیں اور شیخ کی آنکھیں کوئی معمولی آنکھیں نہ تھیں، گویا آپ خدا کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھتے تھے۔

شیخ خدا کے علاوہ کسی اور سے لذت حاصل کرنے کو گناہ سمجھتے تھے۔ ایک دن شدید گرمی میں آپ نے ہاتھ کے پنکھے سے اتنی زیادہ ہوا کی کہ آپ کو خنکی کا احساس ہونے لگا تو آپ نے فوراً فرمایا:

" واستغفرک من کل لذة بغیر ذکرک ومن کل راحة بغیر انسک ومن کل سرور بغیر قربک ومن کل شغل بغیر طاعتک "

یعنی خدایا میں تیری یاد کے علاوہ ہر لذت، تیرے انس کے سوا ہر آرام، تیرے قرب کے بغیر ہر مسرت اور تیری طاعت کے بغیر ہر مصروفیت سے تیری بارگاہ میں

استغفار کرتا ہوں۔

خداوند متعال سے محبت کے بارے میں شیخ کے ایک اور شاگرد کہتے ہیں کہ: شیخ خدا کے اس طرح عاشق تھے کہ کسی کو اپنے پاس ضروری اور خدا کے علاوہ کوئی گفتگو نہیں کرنے دیتے تھے کبھی آپ لیلی و مجنوں کی داستان کی مثال دیا کرتے تھے کہ مجنوں لیلی کے علاوہ کسی اور کا ذکر سننے کیلئے تیار نہ تھا۔

کہا جاتا ہے کہ: ایک بار مجنوں عامری سے سوال کیا گیا کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے یا عمر کے، تو اس نے جواب دیا: حق لیلی کے ساتھ ہے! آپ فرمایا کرتے تھے کہ: "اگر اس داستان کی کوئی واقعیت نہ بھی ہو تب بھی حقیقت کو ذہن سے قریب کرنے کیلئے بہتر ہے"

سب سے بڑی منزلت

خداوند عالم سے شدید محبت اور کمال اخلاص نے جوان خیاط کو منزلت کبریٰ اور مقصد اعلیٰ تک پہونچا دیا تھا اور حدیث کی رو سے آپ اہل معرفت کے مقامات اور کمالات تک پہونچ گئے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ:

عقلمند وہ افراد ہیں جو اپنی عقل سے کام لیتے ہیں جس کے ذریعہ وہ محبت خدا کو حاصل کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا: جب وہ اس منزلت پر پہونچے گا تو وہ اپنی خواہشات اور محبت کو خدا کیلئے قرار دے گا اور جب وہ ایسا کرے گا تو وہ سب سے بڑی منزلت حاصل کرلے گا اور اپنے پروردگار کو اپنے دل میں مشاہدہ کرے گا۔

اس کو ایسی حکمت دی جائیگی جو حکماء کو نہ دی گئی، ایسا علم پائے گا جو علماء کو نہ ملا اور ایسا صدق پائے گا جو صدیقوں کو نہ مل سکا. بیشک حکماء کو حکمت ان کے خاموش رہنے کی وجہ سے دی گئی، علماء کو علم ان کے حاصل کرنے کی وجہ سے دیا گیا اور صدیقین کو صدق ان کے خشوع اور طولانی مدت تک عبادت کرنے کی وجہ سے دیا گیا[1]۔

پوری کائنات تک رسائی

ایک طولانی مدت تک شیخ کی خلوت اور جلوت میں ساتھ رہنے والے آپ کے ایک عقیدتمند آپ کے معنوی کمالات کے بارے میں کہتے ہیں کہ: خداوند متعال اور اہلبیت علیہم السلام سے شدید محبت کی وجہ سے آپ اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہ تھا. پوری کائنات تک آپ کی رسائی تھی. آغاز خلقت سے اب تک جو روحیں برزخ میں ہیں آپ ان سے گفتگو کیا کرتے تھے جو کچھ کوئی اپنی پوری زندگی میں انجام دیا کرتا تھا اس کو صرف اپنے ارادہ سے دیکھ لیا کرتے تھے اور اس کے نشانات کو بتا دیا کرتے تھے اور اگر کوئی آشکار کرنے کو کہتا تھا تو آشکار بھی کر دیا کرتے تھے ۔

دیدار ملکوت

آسمان وزمین کے ملکوت کا دل کی آنکھوں سے مشاہدہ کرنا عین الیقین کے مرتبہ پر پہنچنے کا زینہ ہے۔

"وکذلک نری ابراھیم. ملکوت السموٰات والارض ولیکون من

۱۔ میزان الحکمہ / ۳۱۵۹/۲۶۱/۹۹۰/۲ ۔

الموقنین" سورۂ انعام/ آیت ۷۵۔
ہم نے ابراہیم کو آسمان وزمین کے ملکوت کا نظارہ کرایا تاکہ وہ اہل یقین میں سے ہوجائیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ: "لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی آدم لنظروا الی الملکوت" اگر شیاطین آدمیوں کے دلوں کا گھیرا نہ کرتے تو وہ یقیناً ملکوت کا مشاہدہ کرتے[1]۔

جن افراد نے نفس اور شیطان کے چنگل سے رہائی پائی اور دل کے پردوں کو ہٹا دیا وہی آسمان وزمین کے ملکوت کا مشاہدہ کرسکتے ہیں اور اس وقت وہ "اولوا العلم" کی صف میں کھڑے ہوں گے اور فرشتوں سے بہت نزدیک ہونگے اور خدائے وحدہ لا شریک کے شاہد ہونگے۔ خدا فرماتا ہے: "شہد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملائکۃ واولوا العلم" خدا، فرشتے اور اہل علم گواہ ہیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آل عمران/ آیت ۱۸۔

شیخ کے ایک شاگرد نقل کرتے ہیں کہ میں نے مرحوم حاجی مقدسی[2] سے سوال کیا کہ کیا پیغمبر اسلامؐ کا یہ فرمان: "لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی آدم لنظروا الی الملکوت" درست ہے؟

آپ نے جواب دیا: ہاں!
شاگرد: تو کیا آپ آسمانوں اور زمین کے ملکوت کا مشاہدہ کرتے ہیں؟
آپ نے جواب دیا: نہیں۔ لیکن۔ شیخ رجب علی خیاط، مشاہدہ کرتے ہیں۔

۱۔ میزان الحکمہ ۔ ۱۰/۲۹۸۸/۳۳۹۰/۵/۱۹۹۳۔ ۲۔ تہران کے ایک بہت ہی مقدس واہل تقویٰ واعظ۔

شیخ ساٹھ سال کی عمر میں

مرحوم شیخ عبدالکریم حامد سے نقل ہوا ہے کہ ساٹھ سال کی عمر میں شیخ کی وہ حالت تھی کہ آپ جس کو چاہتے تھے اسی کو درک کرلیا کرتے تھے۔

ہمارا علم کہاں اور انکا علم کہاں؟!

ڈاکٹر حمید فرزام لکھتے ہیں کہ: میں عام طور سے شب جمعہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا کرتا تھا اور آپ کے نماز اور دعا کے پروگراموں میں شریک ہوا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ میرے ذہن میں کچھ سوال پیدا ہوئے جن کو میں خاص طور سے شیخ کی خدمت میں ہی عرض کرنا چاہتا تھا۔ لہذا میں نے ہفتہ کے دوران آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔

دوشنبہ کے دن دوپہر کے بعد میں ان سے اپنے سوالات بیان کرنے کی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بہت اچھا دن تھا اس لئے کہ شیخ کی بزم میں یونیورسٹی کے استاد مرحوم حجت الاسلام ڈاکٹر محقق اور حضرت آیت اللہ بروجردی کے نمائندے موجود تھے۔ آپ کے پاس ایک نورانی شخصیت تھی ایک نورانی شخصیت جن کا میں نے اب تک نہ دیدار کیا تھا اور نہ ہی آپ کو پہچانتا تھا۔ بہرحال میں نے اجازت حاصل کی اور ان کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور ان دونو حضرات کے عالمانہ بیانات سے بست زیادہ استفادہ کیا۔

غروب کے وقت پروگرام ختم ہوجانے کے بعد ڈاکٹر محقق نے شیخ سے خدا حافظ کہا اور میں نے بھی آپ سے زیادہ متعارف ہونے کی خاطر شیخ سے خدا حافظ کہا اور

ڈاکٹر سے ملنے کی خاطر باہر آیا۔ کوچہ میں پہونچ کر میں نے ڈاکٹر صاحب کو آواز دی اور ان سے کہا: میں آپ سے کامل طور پر آشنا ہونا چاہتا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے کہا: میرا نام محققی ہے اور میں استاد ہوں۔ میں نے ان سے عرض کیا: میں استفادہ کی غرض سے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا ہوں اور آپ بحمد اللہ اس چیز سے مستغنی ہیں " میرا مقصد یہ تھا کہ دیکھوں حضور کیا فرماتے ہیں؟" انہوں نے کہا: نہیں جناب! ہماری کتابی معلومات ہیں آپ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا کیجئے جناب شیخ اس مقام پر پہونچے ہیں کہ بہت سی چیزوں کا دیدار کرتے ہیں۔ ہمارا علم کہاں اور ان کا علم کہاں ؟!

میں نے کہا: وہ کیسے ؟! تو انہوں نے کہا: میں سب سے پہلی مرتبہ جب شیخ کی خدمت میں پہونچا تو مزاج پرسی کے بعد انہوں نے میرے پیشہ کے بارے میں سوال کیا۔ میں نے کہا: استاد ہوں۔

انہوں نے سوال کیا: پڑھانے کے علاوہ اور کیا کرتے ہو؟

میں نے جواب دیا: یونیورسٹی کا استاد ہوں۔

انہوں نے فرمایا: " نہیں۔ میری نظر میں آپ کسی کروی چیز سے سروکار رکھتے ہیں "!

میں نے تعجب کرتے ہوئے کہا: ہاں! میں کئی سال سے کسی کو اطلاع دیئے بغیر زندگی بسر کرنے کیلئے " کرۂ جغرافیائی " بناتا ہوں۔

ڈاکٹر فرزام، ڈاکٹر محققی کی تائید میں اپنے خاطرات میں فرماتے ہیں کہ: اس طرح کے مطالب بہت زیادہ ہیں اگر تمام خاطرات لکھوں تو کئی من کاغذ کی ضرورت

پڑے. جناب شیخ عرفاء اور صوفیوں کی اصطلاح "بحر مکاشفت میں غرق" ہوئے بغیر تزکیہ نفس اور صفائے باطن کے ذریعہ چیزوں کو بآسانی دیکھتے اور بیان فرمایا کرتے تھے جیسا کہ آپ مریدوں کے درمیان صراحت کے ساتھ کہا کرتے تھے: "دوستو! خدا نے میرے حق میں کرامت فرمائی ہے اور میں برزخی اشخاص کی کیفیت کا مشاہدہ کیا کرتا ہوں"۔

میں (مصنف) بھی ذیل میں اسی قسم کے چند خاطرات رقم کررہا ہوں:

محنتی مزدور کی مدد

۱/۔ محنتی اور اچھے کام کرنے والے آذربائیجان کے رہنے والے "علی قضاتی" نامی شخص جو اپنے محلہ کے گھروں اور کبھی کبھی ہمارے گھر کا کام کاج کر کے مزدوری لیا کرتا تھا. وہ سردیوں اور گرمیوں میں پولیس کا ایک لمبا لباس پہنتا تھا. شیخ نے کبھی بھی اس کو دیکھا نہیں تھا ایک دن بغیر کسی تمہید کے انہوں نے مجھ سے کہا: وہ دراز قد آدمی جو پولیس کا لباس پہنتا ہے اور کبھی تمہارے گھر آیا کرتا ہے وہ کثیر الاولاد اور نہایت غریب ہے اس کی زیادہ مدد کرنی چاہیئے۔

کیوں جلد ہمّت ہار جاتے ہو؟

۲/۔ میں جمعرات کو صبح کے وقت بہت غم وغصہ کی حالت میں گھر سے نکلا اور نماز کیلئے شام کے وقت جب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا سب دوست واحباب جمع ہیں ابھی مغرب کا وقت نہیں ہوا تھا اور جناب شیخ بھی کمرہ کے ایک

گوشہ میں تشریف فرما تھے. ایک دفعہ جیسے ہی ان کی نظر مجھ پر پڑی تو میری طرف رخ کر کے فرمایا: کیوں جلد ہمت ہار جاتے ہو؟ اپنا سر تعجب سے ہلاتے ہوئے بغیر کسی توقف کے آپ نے حافظ کا مندرجہ ذیل شعر پڑھا:

زیر شمشیر غمش رقص کناں باید رفت

کان کہ شد کشتہ او نیک سرانجام افتاد

یعنی اس کے غم کی شمشیر کے نیچے خوشی کے ساتھ جانا چاہیے کہ جو اس سے مارا جائے اس کی عاقبت بخیر ہوگی۔

اور میں فوراً اپنی غلطی کی طرف متوجہ ہوگیا۔

میں دیکھتا ہوں کہ اسکے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہوئے جا رہے ہیں!

۱/۳۔ چالیس سال پہلے مجھے دل کی بیماری کا عارضہ ہوا اور مجھے کچھ خطرے کا احساس ہوا تو میں نے ڈاکٹر گویا سے کہا: میرے مالی حالات اچھے نہیں ہیں اور ممکن ہے کہ... گویا انہوں نے میری عدم موجودی میں شیخ کو اس کی اطلاع دی تو انہوں نے فرمایا: "فکرمند نہ ہوں میں دیکھتا ہوں کہ ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہو رہے ہیں" اور ظاہراً انہوں نے کہا تھا کہ "ان کی عمر ستر اسی سال ہوگی۔" خدا کے فضل سے اب میری عمر ستر سال سے زیادہ ہے. اختصار کی خاطر اس طرح کے مطالب سے چشم پوشی کرتے ہوئے میں ان مطالب کو تحریر کر رہا ہوں جو امور و اشیاء کی رؤیت کے مرتبہ سے زیادہ بلند و بالا ہیں۔

ڈاکٹر فرزام کے ماں باپ کی روح سے ارتباط

تقریباً سنہ ۱۳۳۷ھ شمسی یعنی شیخ کی عمر کے آخری ایام تھے میں پاکستان کے شہر لاہور کی یونیورسٹی میں زبان اور ادبیات فارسی کا درس دینے کیلئے عازم ہوا تو ایک دن دوپہر کے بعد میں شیخ سے مشورہ کرنے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل ادب کی اصطلاح "رجماً بالغیب" کے مطابق میں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا: جناب میں آپ کی خدمت میں ایک مشورہ کیلئے حاضر ہوا ہوں کہ میں پاکستان جاؤں یا نہ جاؤں اگر ممکن ہو تو آپ میرے والدین سے بھی اسکے بارے میں مشورہ کریجئے؟

شیخ نے فرمایا: "تین مرتبہ صلوات پڑھو"۔

اس کے بعد آپ نے میرے والدین سے باتیں کرنا شروع کردیں اور آخر میں آپ رونے لگے۔ میں بہت پریشان ہوا اور عرض کیا: اگر میں یہ جان لیتا کہ آپ گریہ کریں گے تو میں آپ کو زحمت نہ دیتا کہ آپ میرے والدین سے سوال و جواب کریں۔" شیخ نے فرمایا: نہیں صاحب! میں نے ان سے حضرت حجت۔ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف۔ کے ظہور کے بارے میں سوال کیا اسی وجہ سے میں نے گریہ کیا تھا۔ میرے باپ کی شکل و صورت اور حلیہ بتانے کے بعد فرمایا:

آپ کی والدہ کے سر پر چادر تھی اور وہ اپنی علاقائی کرمانی لہجہ میں باتیں کررہی تھیں اور میں ان کے بعض کلمات نہ سمجھ سکا۔ میں نے عرض کیا: ہاں! اگر انہوں نے کرمانی لہجہ میں باتیں کی ہیں تو آپ ان کے بعض کلمات کو نہیں سمجھے ہوں گے۔ بعد میں شیخ نے فرمایا: ان کی باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ: تم پاکستان نہیں جاؤ گے اور تم پاکستان جا ہی کیوں رہے ہو؟!

لہذا میں پاکستان نہیں گیا والدین اور شیخ کی باتیں درست ثابت ہوئیں۔

ڈاکٹر ابوالحسن شیخ کا جناب شیخ رجبعلی سے ارتباط کا سبب

جناب شیخ رجب علی کے فرزند نقل کرتے ہیں کہ مرحوم ڈاکٹر ابوالحسن شیخ، جناب شیخ سے اپنے آشنا ہونے کے بارے میں کہتے ہیں کہ: میرا شیخ رجب علی خیاط سے تعارف میری کئی مہینہ سے گم ہوجانے والی بیوی کی وجہ سے ہوا میں نے اس کو بہت ڈھونڈا لیکن وہ مجھے کہیں نہ مل سکی، میں نے بہت سے اہل باطن افراد سے بھی سوال کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جب زیادہ سے زیادہ پریشان ہوگیا تو کسی نے مجھے شیخ رجب علی کے مکان کا پتہ دیا اور میں پہلی دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب آپ نے مجھ کو دیکھا تو مجھ سے فرمایا: "آپ زیادہ فکرمند نہ ہوں آپ کی بیوی امریکہ میں ہے اور دو ہفتہ بعد واپس آجائیگی " اور ایسا ہی ہوا میری بیوی امریکہ میں تھی اور دو ہفتہ کے بعد واپس آگئی۔ اس واقعہ کے بعد سے میں یونیورسٹی کا کام نمٹانے کے بعد اکثر ایام ملاقات کرنے شیخ کے گھر جاتا پھر اپنے گھر جاتا تھا۔

اس مجموعہ (کتاب) کی تدوین کے وقت جب ڈاکٹر شیخ سے ۱۳۷۵/۷/۱۱ھ شمسی میں انٹرویو لیا گیا تو انہوں نے کہا: ایک مرتبہ ہم شیخ کے ہمراہ "قلعہ کے پیچھے " گئے تھے تو ہم نے ان کیلئے ایک گدھے کو کرایہ پر لیا اور آپ اس پر سوار ہوگئے اور میں اس کی لگام پکڑ کر آگے آگے چلنے لگا۔ میں نے خود سے کہا: میں یونیورسٹی میں استاد بننا چاہتا ہوں کیا کروں؟ اگر مجھ کو استاد بننا ہے تو اسی راستہ پر چلو اور ان کے مانند ہونے کیلئے آپ کا نقش قدم اختیار کروں۔

ایک بار جب میں ان کے ہمراہ کربلا گیا تھا تو میں حمام میں آپ کی پیٹھ مل رہا تھا.
اور آپ کے ساتھ رہنے کی بات ہی کچھ اور تھی۔

گاڑی ٹھیک ہے چلو

ڈاکٹر شباتی کہتے ہیں کہ: ایک روز شیخ کے ساتھ ڈاکٹر مرزا سید علی اور جناب اکرمی "بی بی شہربانو" کے مزار پر جانے کیلئے نکلے تو دیکھا بس اڈے پر بہت زیادہ بھیڑ ہے. جب پہلی بس آئی تو شیخ نے فرمایا: "ہم اس بس میں سوار نہیں ہوپائیں گے" بس میں مسافر سوار ہوگئے اور وہ چلی گئی. جب دوسری بس آئی تو شیخ نے پھر فرمایا: ہم اس بس میں بھی سوار نہیں ہوپائیں گے" بھیڑ بہت زیادہ تھی مسافر سوار ہوگئے لیکن شیخ اور آپکے ساتھی سوار نہ ہوسکے. پھر شیخ نے فرمایا: ہم تیسری بس میں سوار ہوجائیں گے

اتفاق سے تیسری بس آئی پھر بھی بھیڑ کی وجہ سے شیخ اور ان کے ساتھی بس میں سوار نہ ہوسکے ڈرائیور اپنی گاڑی چلانے کیلئے اپنی سیٹ پر بیٹھا اس نے ہرچند بس چلانے کی کوشش کی لیکن بس نہ چل سکی آخرکار اس نے مسافروں سے کہا: گاڑی خراب ہے لہذا نیچے اتر جاؤ سب مسافر اتر گئے۔

جناب شیخ نے اپنے دوستوں سے کہا: "سوار ہوجاؤ" وہ سوار ہوگئے تو ڈرائیور نے کہا: گاڑی خراب ہے نہیں چلتی. تو جناب شیخ نے کہا: "نہیں! ٹھیک ہے چلو۔

ڈرائیور اپنی سیٹ پر بیٹھا اس نے گاڑی اسٹارٹ کی تو گاڑی اسٹارٹ ہوگئی.
جب گاڑی اسٹارٹ ہوگئی تو بقیہ تمام مسافر بھی سوار ہوگئے اور بس روانہ ہوگئی.
راستہ کے دوران کرایہ وصول کرنے والے نے ہم تین افراد سے کرایہ نہ لینا چاہا لیکن

ہم نے قبول نہیں کیا۔ لیکن اس نے کہا: میں اس (شیخ) سے کرایہ نہیں لونگا۔

منظور شدہ درخواست

جناب حاجی سید ابراہیم موسوی زنجانی [1] لکھتے ہیں کہ: میں بغداد میں ایران کے پاسپورٹ آفس میں خزانچی کے معاون کی حیثیت سے اپنے اہل وعیال کے ساتھ عراق پہونچا۔ میں عراق سے وہاں انقلاب آنے سے دو دن پہلے اپنے اہل وعیال کے ہمراہ ایران لوٹ آیا لیکن میری والدہ اور بیٹا کاظمین میں رہ گئے۔

ذرائع ابلاغ نے دو دن کے بعد انقلاب عراق کی خبریں نشر کردیں۔ ملک کی حدود کو بند کردیا گیا اور والدہ و بیٹے کے متعلق میری پریشانیوں میں اضافہ ہوگیا۔ اپنی والدہ اور بیٹے کی خبر لینے کیلئے میں عراقی سفارتخانہ میں ویزا حاصل کرنے کی غرض سے آتا جاتا رہا۔ کچھ دوسرے افراد بھی میری طرح ویزا حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن سب کو منفی جواب ملتا تھا۔

منفی جواب سن کر میری پریشانیوں میں اور اضافہ ہوگیا، محرم الحرام کا زمانہ تھا لہذا قم پہونچا اور رات کے وقت " بالائے سر " حرم مطہر میں بیٹھ کر بڑی ہی حالت تضرع کے ساتھ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے مخصوص صلوات پڑھی اور ویزا حاصل کرنے کی خاطر ان بزرگوار سے متوسل ہوا۔

دو روز کے بعد جب میں واپس تہران پلٹا تو مرحوم احمد فیض مہدوی نامی میرے ایک ساتھی نے مجھ سے کہا کہ اپنے چچازاد بھائی مرحوم حجت الاسلام حاجی ضیاء الدین

۱۔ مرحوم آیت اللہ سید محمود امام جمعہ زنجان کے داماد۔

فیض مہدوی کے ذریعہ جناب شیخ سے ہماری ملاقات کراؤ. ہم (حاجی ضیاء الدین صاحب) کے ہمراہ شیخ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے. گھر میں داخل ہونے کے بعد ہم کو اس کمرہ میں بھیجا گیا جو بہت سادہ تھا اور اس کے آدھے میں فرش بچھا ہوا تھا. ہم کو سات مرتبہ سورۂ توحید کی تلاوت کرنے کیلئے کہا گیا. شیخ سات عدد کے بہت زیادہ معتقد تھے اسکے بعد انہوں نے ہم سے گفتگو شروع کی، جب آپ ہم کو وعظ و نصیحت فرمارہے تھے اچانک انہوں نے مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا: "آپ نے اچھی زیارت کی اور آپ کی درخواست قبول ہو گئی، اس کے آثار نمایاں ہیں اور میں بھی تم سے دعا کی التماس کرتا ہوں." میں نے شیخ سے سوال کیا: آپ کی مراد کون سی زیارت ہے؟

فرمایا: میری مراد "قم کی زیارت" ہے اور پھر انہوں نے اپنی نصیحتوں کو جاری رکھا.

نفرین تاریکی کا باعث ہے

اسی دوران مرحوم جناب ضیاء الدین فیض مہدوی صاحب سے فرمایا: "اتنی لعنت نہ کرو، لعنت تاریکی لاتی ہے. دعا کرو" مرحوم نے جواب دیا: آپکا حکم سر آنکھوں پر. درمیان گفتگو میرے لیے یہ نصیحت کہ جس کا شروع اور آخر سے کوئی ربط نہ تھا مبہم تھی۔

اگلے روز صبح جب وہ میرے ساتھی احمد فیض مہدوی صاحب کیلئے پچھلے دن کے پروگرام کی وضاحت کررہے تھے تو انہوں نے ان سے سوال کیا: حاجی ضیاء صاحب کی لعنت کا کیا ماجرا ہے؟

فرمایا: میرا چچازاد بھائی، یعنی حاجی جناب ضیاء الدین کا ایک فرزند ہے جس کی فکر غلط ہے اور وہ ہر نماز کے بعد اس پر لعنت کرتے ہیں!

ہاں! میری دعا قبول ہونے کی طرف جو شیخ نے اشارہ کیا تھا جب میں دو روز بعد سفارت عراق گیا تو ویزا دینے سے مربوط شخص نے مجھ کو دیکھ کر کہا: لائیے اپنا پاسپورٹ مجھ کو دیجئے تاکہ میں اس پر مہر لگادوں! اس نے اسی پہلی سلطنتی مہر کی طرح مہر لگائی اور "ملک" کو کاٹ کر "جمہوری" لکھ دیا۔ سفارت کے ملازم کا یہ عمل تمام رجوع کرنے والوں کیلئے تعجب خیز بن گیا۔ آخر کار ویزا لینے کے بعد میں بغداد کی طرف چلا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ میرے علاوہ صرف امریکہ کے ایک خبر نگار کو بغداد میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔

خدا کیلئے مخلوق کے ساتھ تواضع کرنے کا اثر

شیخ کے ایک شاگرد نقل کرتے ہیں کہ شیخ کے ایک دوست نے نقل کیا کہ: جب شیخ، جناب مرتضی زاہد صاحب کے جنازہ کو قبر میں رکھ رہے تھے تو شیخ نے فرمایا: بغیر کسی فاصلہ کے خداوند متعال کی جانب سے نکیرین کو خطاب ہوا: تم اس بندہ کو میرے لئے چھوڑ دو اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہے۔ اس نے تمام عمر مخلوق کے ساتھ میری خاطر تواضع کی ہے وہ اپنے اندر ذرہ برابر بھی غرور نہ رکھتا تھا۔

نباتات کے ساتھ گفتگو

شیخ کے ایک شاگرد نقل کرتے ہیں کہ شیخ نے فرمایا:

"نباتات بھی زندہ ہیں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں اور میں ان سے باتیں کرتا ہوں اور وہ مجھ سے اپنی خاصیتوں کو بیان کرتے ہیں"

پنکھا ایجاد کرنے والے کی جزا

شیخ کے ایک شاگرد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "ایک دن ایک چھوٹا سا پنکھا مجھ کو ہدیہ کے طور پر دیا گیا میں نے دیکھا دوزخ (برزخ) میں اس کے ایجاد کرنے والے کے سامنے ایک پنکھا رکھا ہوا ہے"

یہ مکاشفہ ان روایات کے اس مفہوم کی تائید کرتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ: کافرین اگرچہ قطعاً بہشت میں نہیں جائیں گے پھر بھی اگر انہوں نے نیک کام انجام دیا ہے تو ان کو اس کی جزا ضرور ملے گی۔ ایک حدیث میں رسول خدا سے منقول ہے کہ:

"ما احسن محسن من مسلم و لا کافر الا اثابه الله. قیل: ما اثابة الکافر ؟ قال: ان کان قد وصل رحماً او تصدق بصدقة او عمل حسنة، اثابه الله تعالیٰ المال والولد والصحة واشباه ذلک. قیل: وما اثابته فی الآخرة ؟ قال: عذاب دون العذاب، وقرا: ادخلوا آل فرعون اشد العذاب"[1]۔

جو شخص نیک عمل کرے گا چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر خداوند اس کو اس عمل کی جزا دے گا۔ عرض کیا گیا کافر کو کیسے جزا دی جائیگی؟ فرمایا: اگر اس نے صلہ رحم کیا ہے یا صدقہ دیا ہے یا نیک عمل انجام دیا ہے تو خداوند عالم اس کو ان کاموں کے عوض میں مال، اولاد، سلامتی اور انکے مثل جزا دیگا۔ عرض کیا گیا: آخرت میں ان کو

۱۔ سورۂ غافر / آیت ۴۶۔

کیسے جزا دیگا؟ فرمایا: ان کے عذاب میں کمی کردے گا. اس وقت آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: فرعون کے خاندان کو سخت سے سخت عذاب کا مزہ چکھاؤ [۱]۔

مشروط دعا کا مستجاب ہونا

شیخ کے ایک دوست نقل کرتے ہیں کہ: شیخ کے ایک شاگرد کے یہاں اولاد نہیں ہوتی تھی وہ بہت ادھر ادھر گئے لیکن ان کو کوئی فائدہ نہ مل سکا. یہاں تک کہ ایک پروگرام میں، میں بھی موجود تھا توانہوں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا: میں ایک بیٹا چاہتا ہوں تاکہ میرے مرنے کے بعد میرا نام ونشان باقی رہے. شیخ نے فرمایا: " میں آپ کو بعد میں جواب دونگا"۔

مدت گزر گئی میرے بعد شیخ نے ان کو کیا جواب دیا تھا مجھے اس کی خبر نہ تھی یہاں تک کہ مجھ کو ولیمہ میں شرکت کیلئے دعوت دی گئی. میں نے سوال کیا کہ یہ ولیمہ کس لئے کیا گیا ہے؟ تو جواب ملا کہ خداوند عالم نے مجھ کو ایک بیٹی عطا کی ہے. مجھے وہ پروگرام یاد آیا جس میں، میں شیخ کے ساتھ تھا تو میں نے کہا: کیا شیخ کی دعا مستجاب ہو گئی؟ اسنے جواب دیا کہ بڑی شرائط کے ساتھ! میں نے کہا کیا مطلب؟ جواب دیا گیا کہ ہم سے یہ عہد وپیمان لیا کہ ہر سال بچہ کی ولادت کی سالگرہ کے موقع پر ایک گائے کا بچہ امام زادہ ابوالحسن کے دیہات (شہر رے کے نزدیک ایک دیہات) میں لیجا کر ذبح کر کے وہاں کے رہنے والوں کو کھلا دینا. ہمارے عہد وپیمان کا یہ پہلا سال ہے۔

سات سال تک اس عہد وپیمان کو عملی جامہ پہنایا جاتا رہا آٹھویں سال بچی کا

۱۔ میزان الحکمہ ۲/ ۹۹۲/ ۴۳/ ۴/ ۲۲۱۴۔

والد ملک سے باہر کسی اور ملک میں گیا ہوا تھا. اس وجہ سے وہ اپنے عہد و پیمان پر عمل نہ کرسکا اسی سال اس بچی کا انتقال ہوگیا۔

اس حادثہ کے بعد وہ بہت پریشان تھے. میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کو اس حادثہ کی اطلاع دینا چاہتا تھا لہذا میں نے اس سے کہا کیا آپ آج رات میرے ساتھ شیخ کے دولت کدہ پر چلنے کیلئے تیار ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! میں اس سے پہلے پہنچ گیا اور شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں کی حالت اپنی بیٹی کے مرجانے کی وجہ سے صحیح نہیں ہے۔

شیخ نے فرمایا: "میں کیا کروں؟ کیا مسلمان ہونے کی پہلی شرط عہد کو پورا کرنا نہیں ہے؟ اس نے اپنے عہد پر عمل نہیں کیا!" اس کے بعد میرا دوست آیا شیخ نے اس سے کچھ مزاح کرتے ہوئے فرمایا: پریشان مت ہو خداوند عالم نے اسکے عوض بہشت میں کئی گھر عنایت کردیئے ہیں صرف تم خیال رکھنا اور ان کو خراب نہ ہونے دینا!

چوری کیے گئے مال کے سلسلہ میں مدد

شیخ کی وفات کے بعد کسی شخص نے شیخ کی تعریف کرتے ہوئے ان کے ایک فرزند سے کہا: میں نے اپنا گھر بیچ دیا تھا اور اس کی رقم بینک میں جمع کرنے گیا لیکن بینک بند ہوچکا تھا. لہذا اس رقم کو گھر لے گیا رات میں کوئی شخص اس رقم کو چرالے گیا. میں نے پولیس کے ذریعہ بھی اس کی تفتیش کرائی لیکن کسی نتیجہ تک نہ پہونچ سکا. امام زمانہ سے متوسل ہوا تو چالیسویں رات مجھ کو شیخ کے مکان کا پتہ دیا گیا تھا. میں صبح کے وقت جلد شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی مشکل ان کے سامنے رکھی. شیخ نے

فرمایا: "میں دعا لکھنے والا یا فال دیکھنے والا نہیں ہوں تم سے غلط کہا گیا ہے!" میں نے کہا: اپنے جد بزرگوار کی قسم آپ کا دامن نہیں چھوڑونگا. شیخ کچھ دیر کیلئے ٹھہرے اور مجھ کو گھر میں اندر لے جانے کے بعد فرمایا: تم ورامین جاؤ فلاں دیہات کے فلاں مکان میں یکے بعد دیگرے دو کمرے ہیں دوسرے کمرے میں تمہاری رقم ابریشم کے لال رنگ کے رومال میں بندھی ہوئی تنور کے کنارے بالکل صحیح وسالم رکھی ہوئی ہے. تم ان کو اٹھاکر باہر چلے آنا اور اگر مکان مالک چائے پینے کو کہے تو بھی چائے نہ پینا اور تیزی کے ساتھ گھر سے باہر چلے آنا۔

میں نے اسی پتہ پر جو میرے ہی نوکر کا گھر تھا، گیا. مکان مالک نے یہ خیال کیا میں پولیس کو لیکر آیا ہوں لہذا میں دوسرے کمرے میں گیا اور شیخ کی بتائی ہوئی جگہ سے اس رقم کو اٹھایا مکان مالک نے چائے پینے کیلئے کہا لیکن میں چائے پیئے بغیر ان کے گھر سے باہر چلا آیا. ساری رقم سو تومان تھی میں نے ان میں سے آدھا شکریہ کے طور پر شیخ کی خدمت میں پیش کیا لیکن آپ نے قبول نہیں کیا۔

میری اس وقت خوشی کا ٹھکانا نہ رہا جب شیخ نے میرے بہت زیادہ اصرار کے بعد ان میں سے بیس تومان قبول کرلیے لیکن اپنے لئے نہیں بلکہ مجھ کو واپس کرتے ہوئے فرمایا: "میں تم کو چند غریب افراد کا پتہ دے رہا ہوں جن کو اپنی لڑکیوں کی شادی کرنے کیلئے جہیز کی ضرورت ہے اور اس کام کو کسی دوسرے کے ذمہ نہ کرنا. تم خود وہاں جانا اور انہیں جن چیزوں کی ضرورت ہے اسکو خرید کر ان کو دے دینا" خود شیخ نے ایک ریال بھی نہ لیا!

سرخ سیب کی خوشبو

جناب شیخ کے ایک دوست سے منقول ہے کہ: میں آپ کے ہمراہ کاشان گیا. شیخ کی یہ عادت تھی کہ جب آپ کہیں تشریف لے جاتے تھے تو سب سے پہلے اہل قبور کی زیارت کو جاتے تھے جب ہم کاشان کے قبرستان میں پہونچے تو شیخ نے کہا: "السلام علیک یا ابا عبداللہؑ" چند قدم آگے چلنے کے بعد شیخ نے فرمایا: "تم کو کسی چیز کی خوشبو تو نہیں آرہی ہے"؟

میں نے کہا: نہیں کیسی خوشبو؟ فرمایا: تمہیں سرخ سیب کی خوشبو کا احساس نہیں ہو رہا ہے؟ میں نے کہا: نہیں؛ ہم قبرستان کے نگہبان کے پاس پہونچے اور شیخ نے اس سے سوال کیا: "کیا قبرستان میں آج کسی کو دفن کیا گیا ہے"۔

اس نے جواب دیا: آپ کے آنے سے کچھ دیر پہلے ایک شخص کو دفن کیا گیا ہے اور وہ ہم کو نئی قبر کے پاس لے گیا اس جگہ ہم سب نے سرخ سیب کی خوشبو محسوس کی. ہم نے سوال کیا: یہ کیسی خوشبو ہے؟

شیخ نے فرمایا: جب اس شخص کو یہاں پر دفن کر دیا گیا تو سید الشہداءؑ اس کے پاس تشریف لائے جس کی وجہ سے اہل قبرستان کا عذاب اٹھا لیا گیا۔

حرام نگاہ سے اجتناب کا ثواب

شیخ کے ایک دوسرے دوست نے کہا: میں اپنی گاڑی سے سپاہ روڈ سے آرہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک لمبے قد کی عورت چادر اوڑھے بڑے ہی فیشن میں کھڑی ہوئی ہے. میں نے اسکی طرف سے اپنا چہرہ پھیر لیا اور استغفار کرنے کے بعد اس کو سوار کر

کے اسے اس کی منزل تک پہونچا دیا اگلے دن جب میں شیخ کی خدمت میں پہونچا تو شیخ نے مجھ سے اس طرح بیان کیا گویا انہوں نے اس واقعہ کا نزدیک سے مشاہدہ کیا ہو:

وہ لمبے قد کی عورت جس کی طرف تم نے دیکھا اور اپنے چہرہ کو پھرا لیا اور استغفار کیا وہ کون تھی؟ خداوند عالم نے اسکے بدلے تمہارے لئے جنت میں ایک قصر اور اس کے مانند ایک حور معین فرمائی ہے۔

مال حرام کا عذاب

ایک جادوگر ایک جگہ پر جادو دکھا رہا تھا۔ اس کو دیکھنے والے شیخ کے ایک فرزند نقل کرتے ہیں کہ: میں نے اس کے جادو کی کاٹ کی جادوگر بہت کوشش کرتا رہا لیکن کچھ نہ کرسکا آخر کار وہ اس بات کی طرف متوجہ ہوا کہ میں اسکے جادو کی کاٹ کر رہا ہوں لہذا اس نے مجھ سے التماس کی کہ میرے پیٹ پر لات نہ مارو۔ اس کے بعد اس نے مجھے ایک بیش قیمت قالیچہ دیا۔ میں اس قالیچہ کو گھر لیکر آیا جب میرے والد صاحب نے اس کو دیکھا تو فرمایا: "تم کو یہ قالیچہ کس نے دیا ہے کہ اس سے دھواں اور آگ نکل رہی ہے؟ فوراً یہ قالیچہ اس کے مالک کو واپس کردو" میں نے بھی اس کو واپس کردیا۔

ریکاڈ کا کام نہ کرنا

شیخ کے ایک بیٹے نقل کرتے ہیں کہ: میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ کسی رشتہ دار کی شادی میں شریک ہوا۔ جب میزبان کو شیخ کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے جوانوں

سے ریکاڈ بند کرنے کیلئے کہا۔جب ہم شادی کی محفل میں پہونچے تو نوجوان بچے یہ دیکھنے کیلئے آئے کہ ہم اس شخص کا دیدار کریں جس کی وجہ سے ہم کو ریکاڈ بند کرنے کیلئے کہا گیا ہے۔ جب انہوں نے شیخ کا دیدار کیا تو کہنے لگے : ہم کو ان کی وجہ سے ریکاڈ بند کرنے کیلئے کہا گیا ہے؟! انہوں نے دوبارہ جا کر ریکاڈ چلا دیا۔

میں نے ابھی آدھی آئیس کریم کھائی تھی کہ والد بزرگوار نے مجھ سے فرمایا: " اٹھو چلیں "۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ مسئلہ کیا ہے تو میں نے کہا: ابا جان ابھی تو میں نے اپنی آئیس کریم بھی نہیں کھائی ہے۔ والد بزرگوار نے کہا: " ٹھیک ہے، کھڑے ہو جاؤ "۔

جیسے ہی ہم دروازے سے نکلے تو ہم نے یہ سنا کہ ریکاڈ جل گیا ہے دوسرا ریکاڈ لایا گیا وہ بھی جل گیا۔ اس واقعہ سے میزبان شیخ کے عقیدتمندوں میں شامل ہو گیا۔

جوان عاشق کا توسل کرنا

شیخ کے ایک دوست کہتے ہیں: ہم مشہد مقدس کے ایک سفر میں شیخ کے ہمراہ تھے۔ امام رضا علیہ السلام کے صحن مطہر میں ایک جوان لوہے کی جالی کے نزدیک فریاد وگریہ وزاری کر رہا تھا اور امام رضا علیہ السلام کو ان کی والدۂ محترمہ کی قسم دے رہا تھا۔ جناب شیخ نے مجھ سے کہا: " اس کے پاس جاؤ اور یہ کہدو کہ تمہارا کام بن گیا ہے اب چلے جاؤ "

میں نے آگے بڑھ کر اس سے یہ کہا تو وہ جوان شکریہ ادا کرتے ہوئے چلا گیا۔ میں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا معاملہ تھا؟ تو شیخ نے فرمایا: " یہ جوان ایک لڑکی پر عاشق ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہے لیکن لڑکی کے گھر والے اس سے شادی

نہیں کرنا چاہتے اور اس نے امامؑ سے توسل کیا ہے امامؑ نے فرمایا: اس کا کام ہوگیا ہے اس سے کہو کہ چلا جائے"۔

غصہ نہ کرو

شیخ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ: ایک دن بازار میں میری ایک دیندار شخص سے دینی اور علمی بحث چھڑ گئی۔ میں نے جتنی بھی دلیلیں پیش کیں وہ ان کو بالکل قبول نہیں کرتا تھا۔ میں بہت زیادہ غصہ ہوا۔ ایک گھنٹہ بعد میں شیخ کی خدمت میں پہونچا جب انہوں نے مجھے دیکھا تو فرمایا: "کس شخص کے ساتھ جھگڑا کرکے آئے ہو؟" میں نے سارا واقعہ ان کی خدمت میں عرض کیا تو انہوں نے فرمایا: "اس طرح کے موقعوں پر غصہ مت ہوا کرو، ائمہ اطہار کی سیرت اختیار کرو، اگر یہ دیکھو کہ کوئی تمہاری بات قبول نہیں کررہا ہے تو گفتگو کرنا بند کردیا کرو"

اسکی ڈاڑھی سے کیا مطلب؟

شیخ کے شاگرد نقل کرتے ہیں کہ: میں ایک رات پروگرام میں تاخیر سے پہونچا تو شیخ مناجات میں مشغول ہوگئے تھے میں نے پروگرام میں بیٹھے ہوئے تمام حضرات کو دیکھا میری نظر ایک ڈاڑھی مونڈے شخص پر پڑی تو میں دل ہی دل میں ناراض ہوا اور خود سے یہ کہنے لگا کہ: اس شخص نے ڈاڑھی کیوں مونڈوائی ہے؟

قبلہ رو بیٹھے ہوئے جناب شیخ نے اچانک دعا روک کر کہا: "تم کو اس کی ڈاڑھی سے کیا مطلب؟ اس کے اعمال کو دیکھو شاید ان میں کوئی ایسا حسن ہو جو تم میں نہ ہو"

شیخ یہ کہنے کے بعد پھر دعا میں مشغول ہو گئے۔

شیطانی وسوسہ کا جواب

شیخ کے ایک فرزند نقل کرتے ہیں کہ: ایک روز میں اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ جا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ دو سجی دھجی بے پردہ عورتیں ایک میرے والد صاحب کے دائیں اور دوسری بائیں طرف چل رہی ہے۔ دونوں کے ہاتھ میں پھرکی تھی اور میرے والد صاحب سے کہہ رہی تھیں شیخ ہماری پھرکی کو دیکھو کہ کس کی پھرکی اچھی طرح گھوم رہی ہے؟ میں چھوٹا تھا اور کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ میرے والد کوئی توجہ نہیں کر رہے تھے اور ان کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ مسکرا رہے تھے وہ چند قدم ہمارے ساتھ آئیں اور اچانک غائب ہو گئیں۔ میں نے والد صاحب سے سوال کیا کہ یہ کون تھیں؟ والد صاحب نے کہا کہ: "دونوں شیطان تھے"۔

تیسرا حصّہ

خودسازی

خودسازی کا طریقہ

شیخ کے ایک شاگرد نقل کرتے ہیں کہ: ایک دن میں اور شیخ "تجریش چوک" میں مرحوم آیت اللہ محمد علی شاہ آبادی کے ہمراہ جارہے تھے شیخ آیت اللہ شاہ آبادی سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے تھے ایک شخص ہمارے پاس آیا اور اس نے مرحوم شاہ آبادی سے سوال کیا: آپ درست فرماتے ہیں یا یہ حضرت؟! (شیخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا")۔

آیت اللہ شاہ آبادی نے فرمایا: کیا چیز صحیح فرماتے ہیں؟ آپ کیا چاہتے ہیں؟

اس شخص نے کہا: آپ دونوں حضرات میں سے کون صحیح فرماتا ہے؟

آیت اللہ شاہ آبادی نے فرمایا: "میں درس دیتا ہوں اور لوگ یاد کرتے ہیں اور آپ (شیخ) انسانوں کی تربیت کرتے ہیں" اگرچہ اس عالم ربانی اور عارف کامل کی یہ باتیں نہایت ہی تواضع اور انکساری کا ثبوت دیتی ہیں لیکن پھر بھی جناب شیخ کی قدرت تربیت اور کلام کی تاثیر کی عکاسی کرتی ہیں۔

ساٹھ سال تک گمراہ تھا

ڈاکٹر حمید فرزام شیخ کے کلام کی تاثیر وجاذبیت اس طرح بیان کرتے ہیں: تہران

یونیورسٹی کے علوم ومعارف کے مشہور استاد جلال الدین ہمائی جو خاص طور سے ادبیات فارسی، عرفان اور تصوف اسلامی میں کافی مشہور تھے جو میرے بھی استاد ہیں۔ وہ ساٹھ سال کی عمر میں شیخ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب میں سترہ سال کی عمر میں استاد ہمائی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی زمانہ میں استاد نے کتاب " التفہیم لاوائل صناعۃ التنجیم " تالیف: ابوریحان بیرونی اور کتاب " مصباح الہدایۃ ومفتاح الکفایۃ " تالیف عز الدین محمود کاشانی کی تصحیح فرمائی تھی اور کتاب " غزالی نامہ " جو بہت ہی عالمانہ طریقہ سے غزالی کے احوال وآثار کے بارے میں تالیف کیا تھا اور کتاب " مصباح الہدایۃ " پر آپ کا مفصل مقدمہ عرفان نظری اور عملی کا ایک مکمل دورہ ہے۔

ہاں! یہ باعظمت عارف ساٹھ سال کی عمر میں میرے استاد تھے۔ معمول کے مطابق ایک روز جب میں شیخ کی خدمت میں پہونچا تو انہوں نے فرمایا: " آپ کے استاد جلال الدین ہمائی میرے پاس آئے میں نے چند جملے ان سے کہے تو وہ سخت منقلب ہوگئے اور بڑی ہی حسرت ویاس سے انہوں نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر مار کر کہا: بڑے تعجب کی بات ہے کہ میں ساٹھ سال تک گمراہ رہا "۔

یقیناً شیخ کے کلام میں اتنا اثر تھا کہ انہوں نے اتنے علمی اور عرفانی مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود ان کو منقلب کردیا خدا ان کی مغفرت فرمائے۔

بعض دعا وغیرہ کے جلسوں میں آپ یہ فرمایا کرتے تھے: " دوستو! میں یہ باتیں جو تم حضرات کے سامنے پیش کر رہا ہوں یہ عرفان کے آخری درجہ میں بیان کی جاتی ہیں " یقیناً ایسا ہی تھا۔

شیخ کے ایک اور شاگرد بیان کرتے ہیں کہ: شیخ کے دروس تانبے کو سونے میں بدل دیتے تھے. اس بنا پر شیخ کی خودسازی کو بیان کرنے میں آپ کے کلام کا مخاطب پر اثر ہونا، تعلیم و تربیت اور خودسازی کے طریقہ کو بیان کرنا آپ کا سب سے پہلا نکتہ ہے

کردار کے ذریعہ خودسازی

اسلامی روایات کے مطابق مربیان اخلاق کی تعلیم و تربیت کے موثر ہونے میں یہ شرط ہے کہ وہ مربی اپنی دکھائی ہوئی راہوں پر خود عمل پیرا رہے. اس بارے میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: جو خود کو لوگوں کا پیشوا، امام معین کرے تو وہ دوسروں کو تعلیم دینے سے پہلے خود کو تعلیم دے اور دوسروں کو اپنی زبان کے ذریعہ ادب سکھانے سے پہلے خود کی تربیت کرے [1]۔

شیخ کی روح اور ان کی خودسازی کی قدرت کے مؤثر ہونے کا اصل راز یہ ہے کہ آپ امیر المؤمنینؑ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کو اپنی زبان سے دعوت دینے سے پہلے اپنے عمل سے دعوت دیتے تھے۔

شیخ اگر دوسروں کو توحید کی دعوت دیتے تھے تو خود " ارباب متفرقون [2] " اور دیگر چیزوں میں سب سے پہلے اپنے نفس کے بتوں کو پاش پاش کردیا کرتے تھے اور اگر دوسروں کو تمام کاموں میں اخلاص کی دعوت دیا کرتے تھے تو خود آپ کے تمام حرکات وسکنات خدا کیلئے ہوا کرتے تھے اور اگر آپ ایک لحظہ بھی غفلت کرجاتے تھے تو خدا کا لطف آپ کے اس طرح شامل حال ہوتا تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے:

۱۔ میزان الحکمہ ۱/۲۲۲/۱۴۷-۸۵۰۔ ۲۔ سورۂ یوسف / آیت ۳۹۔

یں ہر وہ سوئی جو غیر خدا کیلئے کپڑے میں لگاتا ہوں وہ میرے ہاتھ میں چبھ جاتی ہے "
اور اگر دوسروں کو خدا کی دعوت دیتے تھے تو خود پروانہ کی طرح عشق خدا کی آگ میں جل جاتے تھے (یعنی بہت زیادہ خدا سے عشق رکھتے تھے)۔

اور اگر دوسروں کو احسان، ایثار اور لوگوں کی مدد کرنے کی دعوت دیتے تھے تو خود وہ اس معاملہ میں پیش قدمی کرتے تھے اور اگر دنیا کو "بوڑھی عورت" کہا کرتے تھے اور دوسروں کو دنیا سے محبت کرنے سے ڈراتے تھے تو ان کی زاہدانہ زندگی دنیا سے بے رغبتی کی شاہد تھی۔ مختصر یہ کہ اگر دوسروں کو خواہشات نفس سے مقابلہ کرنے کی دعوت دیتے تھے تو سب سے پہلے خود اس کا مقابلہ کرتے تھے اور جناب یوسفؑ کی طرح مشکلوں کو حل کرلیا کرتے تھے۔

تربیت کا طریقہ

شیخ کی خودسازی اور شاگردوں کی تربیت کرنے کے طریقہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ عمومی جلسوں میں تربیت کرنے کا طریقہ اور خصوصی جلسوں یا ملاقات میں تربیت کرنے کا طریقہ۔

۱۔ عام جلسے

معمول کے مطابق ہفتہ میں ایک مرتبہ، عید اور معصومین علیہم السلام کی ولادت اور شہادت کے موقع پر شیخ کے مکان پر عام جلسے ہوتے تھے۔ محرم و صفر اور ماہ رمضان میں ہر شب وعظ و نصیحت کا جلسہ ہوتا تھا اور کبھی یہ جلسے باری باری دوستوں کے

مکانات پر برپا کیے جاتے تھے جن کا سلسلہ تقریباً دو سال تک جاری تھا۔

اور معمول کے مطابق ہر شب جمعہ شیخ کی امامت میں نماز مغرب و عشاء قائم ہونے کے بعد ہفتگی جلسہ ہوا کرتا تھا۔ آپ نماز کے بعد جلسہ کی ابتداء میں مرحوم فیض [1] کے استغفار پر مشتمل چند اشعار بڑے ہی جوش کے ساتھ پڑھا کرتے تھے:

ز ہر چہ غیر یار استغفر اللہ	ز بود مستعار استغفر اللہ
دمی کآن بگذرد بی یاد رویش	ز آن دم بی شمار استغفر اللہ
زبان کان تربہ ذکر دوست نہ بود	ز سرش الحذار استغفر اللہ
سر آمد عمر و یک ساعت ز غفلت	نگشتم ہوشیار استغفر اللہ
جوانی رفت و پیری ہم سر آمد	نکردم ہیچ کار استغفر اللہ

دوست کے علاوہ ہر شخص کی ملاقات کے بارے میں استغفار کرتا ہوں، عارضی وجود کے بارے میں استغفار کرتا ہوں، دوست کے دیدار کے بغیر گزرے ہوئے لمحوں کے بارے میں بے شمار استغفار کرتا ہوں، جو زبان دوست کے ذکر سے تر نہ ہو اس کے شر سے استغفار کرتا ہوں، عمر گزر گئی اور میں ایک گھڑی غفلت سے بیدار نہ ہوا اس لئے استغفار کرتا ہوں، جوانی گزر گئی اور بڑھاپا بھی ختم ہونے آگیا اور میں نے کچھ بھی نہیں کیا اس کے لئے استغفار کرتا ہوں۔

شیخ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ: آپ ان اشعار کو اس انداز میں پڑھتے تھے کہ ہم گریہ کرنے لگتے تھے اور اس کے بعد حضرت امام زین العابدینؑ سے منسوب پندرہ

۱۔ مرحوم محمد محسن بن مرتضیٰ جو ملا محسن فیض کاشانی کے نام سے مشہور تھے۔ وہ گیارہویں ہجری کے فیلسوف عارف مفسر اور شاعر تھے۔ آپ سنہ ۱۰۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۰۹۱ھ میں وفات پائے۔

مناجاتوں میں سے ایک مناجات کو اس طرح پڑھتے تھے جس کی میں توصیف کرنے سے قاصر ہوں۔

ایک اور شاگرد کہتے ہیں کہ: میں نے شیخ کی مجلسوں میں کوئی ایسا شخص نہ دیکھا جو خود آپ کی طرح گریہ کرتا ہو یقیناً آپ جگر سوز گریہ کرتے تھے۔

آپ دعا کے ختم اور چائے کے تقسیم ہوجانے کے بعد وعظ و نصیحت کرنا شروع کرتے تھے۔ آپ بہت خوش بیان تھے۔ آپ اپنی مجالسوں میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مطلب کو بیان کیا کرتے تھے جس کی آپ نے خود تحقیق کرلی ہو۔

جلسوں میں آپ کا تکیہ کلام "دوستو!" تھا اور آپ کے موضوعات: توحید، اخلاص، خدا سے محبت، حضور دائم، خدمت خلق، توسل بہ اہلبیت علیہم السلام، انتظار ظہور، محبت، دنیا سے پرہیز، خود خواہی اور ہوائے نفس، ہوا کرتے تھے جن کی تفصیل آئندہ فصلوں میں بیان کی جائیگی۔

ڈاکٹر ثباتی شیخ اور آپ کے جلسوں سے متعارف ہونے کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ: میں جب آٹھویں درجہ میں تھا ڈاکٹر عبدالعلی گویا (جنھوں نے فرانس میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کی تھی) کے ذریعہ شیخ سے آشنا ہوا اور تقریباً دس سال آپ کے جلسوں میں شرکت کی، آپ کا جلسہ مختصر ہوتا تھا، جس میں آپ کے مخصوص اور محدود افراد شریک ہوا کرتے تھے اور عام جلسہ نہیں ہوتا تھا۔ جب بھی جلسے میں بہت زیادہ افراد آتے اور ان میں نامانوس افراد ہوتے تو آپ فوراً وقتی طور پر جلسہ تمام کردیا کرتے تھے (یعنی زیادہ مرید نہیں چاہتے تھے)۔

آپ کے جلسوں میں صرف چند کلمے وعظ و نصیحت اور ایک دعا پڑھنے کے علاوہ

اور کچھ نہیں ہوتا تھا. آپ تقریباً تکراری مطالب بیان فرمایا کرتے تھے لیکن جلسے پھر بھی ایک ایسی روحانیت کے حامل ہوتے تھے کہ انسان ان تکراری مطالب کو سننے کے باوجود بھی اوبتا نہیں تھا[1]۔

قرآن کے مثل جس طرح انسان جتنی بھی قرآن کی تلاوت کرتا ہے وہ اس کیلئے تازہ اور دلنشین ہوتی ہے اسی طرح آپ کے مطالب بھی نئے اور دلنشین ہوا کرتے تھے اور جلسہ میں اسقدر روحانیت ہوا کرتی تھی کہ حاضرین میں سے کوئی بھی مادی اور دنیاوی مسائل کے بارے میں بات نہیں کرتا تھا اور اگر کبھی کوئی مادی مسائل کے بارے میں بات کرتا تھا تو اسکے اطراف میں بیٹھنے والے اسکی باتوں سے نفرت کرتے تھے. آپ کے وعظ ونصیحت "خدا سے قربت" "خدا سے محبت" اور سیر الی اللہ کے بارے میں ہوا کرتی تھی. آپ قرب خدا کو دو جملوں میں اس طرح خلاصہ کرتے تھے:

"ابھی سے ہی اپنا استاد بدل دینا چاہیئے یعنی تم نے اب تک جو کچھ کیا وہ اپنے لئے کیا اس کے بعد جو کچھ کرنا وہ خدا کیلئے کرنا اور خدا سے زیادہ قریب ہونے کا راستہ یہی ہے" پای بر سر خود نہ، یار را در آغوش آر[2]"

انسان کی ساری انانیت کا سرچشمہ اسکی خودپرستی ہے. جب تک خدا پرست نہیں ہوگے کسی مقصد تک نہیں پہونچ سکوگے۔

گر ز خویشتن رستی با حبیب پیوستی   ورنہ تا ابد می سوز کار و بار تو خام است

۱۔ یک قصہ بیش نیست غم عشق واین عجب   کز ہر کسی کہ می شنوم نامکرر است
عشق کا غم ایک ہی داستان ہے لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ جس سے بھی سنتا ہوں تکراری معلوم نہیں ہوتی

۲۔ پائے بر سر خود نہ، دوست را در آغوش آر   تا بہ کعبہ وصلش دوری تو یک گام است
سر توڑ کوشش کرو اور دوست کو آغوش میں لے لو اس سے ملاقات تک کی دوری فقط ایک قدم ہے۔

اگر اپنے نفس سے نجات پاجاؤ تو محبوب سے جا ملوگے ورنہ تم ہمیشہ نقصان میں رہوگے۔

"تمام کاموں کو اسی کیلئے انجام دو، یعنی اس کو دوست رکھو اور اپنے اعمال اس کی دوستی کے ساتھ انجام دو" کیونکہ بشر کی تمام ترقیوں کا راز خدا کو دوست رکھنا اور اسی کیلئے عمل انجام دینا ہے اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب انسان اپنے نفس سے مخالفت کرتا ہو اور اگر انسان ترقی چاہتا ہے تو اس کو اپنے نفس سے جنگ کرکے اس کو شکست دینا ہوگی۔

خود بینی کے بارے میں شیخ فرماتے ہیں کہ:

این جا تن ضعیف ودل خستہ می خرند   بازار خود فروشی از آن سوی دیگر است

یعنی یہاں کمزور بدن اور پژمردہ دل خریدا جاتا ہے، اپنے کو فروخت کرنے کا بازار کہیں اور ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ: تمہاری قیمت تمہاری طلب کے مطابق ہے اگر خدا کو چاہوگے تو تمہاری قیمت بے انتہا ہوگی اور اگر دنیا کو طلب کروگے تو تمہاری قیمت بھی وہی ہوگی جو تم نے طلب کی ہے۔

یہ مت کہو کہ میرا دل یہ چاہتا ہے یا وہ چاہتا ہے، یہ دیکھو کہ خدا کیا چاہتا ہے۔ جب کسی مہمان کو مدعو کرتے ہو تو اپنی مرضی کے مطابق مدعو کرتے ہو یا خدا کی مرضی کے مطابق، جب تک اپنے دل کی پیروی کرتے رہوگے کسی ہدف تک نہیں پہونچ سکوگے۔ دل خانہ خدا ہے اس میں کسی دوسرے کو راہ نہ دو۔ فقط آپ کے دل میں خدا ہونا چاہیئے اور آپ کے دل پر اسی کی حکومت ہونی چاہیئے کسی دوسرے کی

نہیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آپ اس مرتبہ پر کیسے فائز ہوئے؟ تو آپؑ نے فرمایا: میں دل کے دروازہ پر بیٹھ گیا اور خدا کے علاوہ کسی اور کو راہ نہ دی۔

آپ کے بیانات کے بعد چائے اور مٹھائی وغیرہ تقسیم کی جاتی تھی اس کے بعد مناجات کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ آپ کی مناجات سننے اور آپ کے حالات دیکھنے کے لائق ہوتے تھے۔ دعا کو سادہ اور رسمی طور پر نہیں پڑھتے تھے۔ بلکہ آپ اپنے محبوب سے عشق کرتے تھے۔ آپ مناجات کرتے وقت اپنے معشوق سے اس طرح پیوست ہوجاتے تھے گویا ایک ماں اپنے گمشدہ بچہ کو تلاش کر رہی ہو تہ دل سے گریہ کرتے تھے۔

کبھی کبھار آپ دعاؤں کے درمیان کچھ مکاشفات کا اس طرح احساس کرتے تھے کہ آپ کی گفتگو کے دوران ان کے آثار اور علامتیں ظاہر ہوا کرتی تھیں جب آپ کے رفقا آپ کے انتظار کے مطابق ترقی نہیں کرتے تھے تو آپ سخت غمگین ہوتے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ آپ کے رفقا جلد صاحب بصیرت ہوجائیں تاکہ ملائکہ وائمہ علیہم السلام کا دیدار کریں۔

اگر کوئی امامؑ کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا تو آپ اس سے سوال کرتے تھے: "کیا آپ نے ان کے وجود مبارک کا دیدار فرمایا؟" البتہ آپ کے بہت سے دوست واحباب موفق بھی ہوئے اور انہوں نے معنوی حالات بھی پیدا کئے اور کچھ مکاشفات بھی ہوتے تھے۔ بقیہ دوسرے احباب بھی اس کیلئے افتاں وخیزاں جدوجہد میں مشغول تھے۔

بہرحال آپ کی مناجات اس قدر دلکش اور پر معنی ہوا کرتی تھی کہ دوسرے وجد میں آجایا کرتے تھے دعاؤں کے معنی سے بہت اچھے طریقہ سے واقف تھے دعاؤں کی عبارتوں کو تکیہ کلام بناتے تھے کبھی دعا کے جملہ کی تکرار کرتے کبھی وضاحت کرتے تھے۔ دعائے یستشیر اور پندرہ مناجات بہت زیادہ پڑھتے تھے اور آپ دعائے یستشیر پر خدا سے عشق حقیقی کرنے کا عقیدہ رکھتے تھے۔

محرم کے زمانہ میں بہت کم جلسے برپا کرتے تھے اس کے عوض کتاب طاقدیس سے اہلبیت علیہم السلام کے مصائب کے چند صفحے پڑھتے تھے گریہ کرتے تھے اور اس کے بعد مناجات میں مشغول ہوجاتے تھے۔

اطاعت خدا کی تاکید اور خواہشات نفس کی مخالفت

شیخ کا عقیدہ تھا کہ انسان خلافت الہی [۱] اور اس کی نمایندگی کیلئے خلق کیا گیا ہے اور جب بھی وہ اس مقصد تک پہونچ جائے گا اسی وقت خدائی کے امور انجام دے سکے گا اور اس مقصد تک پہونچنے کیلئے انسان کو خدا کی اطاعت اور اپنے خواہشات نفس کی مخالفت کرنا ہوگی اور اس بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ: "حدیث قدسی میں ہے:" یابن آدم! خلقت الاشیاء لاجلک وخلقتک لاجلی " اے فرزند آدم! میں نے تمام اشیاء کو تیرے لئے خلق کیا اور تجھ کو اپنے لئے خلق کیا [۲]۔

۱۔ منقول ہے کہ شیخ فرماتے تھے کہ: میں نے علماء اور اہل معنی کے ایک گروہ سے سوال کیا کہ خدا نے انسان کی کس لئے خلقت فرمائی؟ تو میں اس کا کوئی قانع کرنے والا جواب نہ پاسکا! اسکے بعد میں نے آیت اللہ محمد علی شاہ آبادی کی خدمت میں یہی سوال پیش کیا تو آپ نے فرمایا: خدا نے انسان کو اپنی نمائندگی کرنے کیلئے خلق کیا ہے آیت میں آیا ہے کہ: "انی جاعل فی الارض خلیفہ"۔

۲۔ شرح اسمائے حسنیٰ ۱/۱۳۹/۲۰۲، رسائل کرکی ۳/۹۴۲۔

"عبدی اطعنی حتی اجعلک مثلی او مثلی" میرے بندہ میری اطاعت اور فرمانبرداری کر تاکہ تجھ کو اپنا مثل یا مثل قرار دوں[1]۔

دوستو! ان احادیث کے مطابق تم اللہ کے خلیفہ ہو، اپنی قدر پہچانو، خواہشات نفس کی پیروی نہ کرو، فرمان خدا پر عمل کرنے سے اس مقام پر پہونچ جاؤ گے کہ خدائی کام کر سکو، خدا نے تمام عالم کو تمہارے لئے اور تم کو اپنے لیے پیدا کیا ہے۔ ذرا غور کرو کہ خدا نے تم کو کون سا مقام و منزلت عطا کیا ہے۔ شیخ کا عقیدہ تھا کہ جب تک انسان خلافت الٰہی کے مقام تک نہ پہونچے وہ آدمی نہیں ہے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

"چمچہ کھانا کھانے کیلئے ہے اور پیالی چائے پینے کیلئے ہے وغیرہ... اسی طرح انسان بھی صرف آدمی ہوجائے تو اس کیلئے بہت اچھا ہے"۔

آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ:

خدا نے مجھ کو کرامت عطا فرمائی تم بھی خدائی امور کو انجام دو وہ تم کو بھی کرامت عطا کرے گا۔ اے معمار اور اے درزی! تم جو یہ اینٹ رکھتے ہو اور جو یہ سوئی چلاتے ہو یہ سب عشق خدا میں انجام دو۔ تمہاری توجہات خدا کی جانب ہونی چاہئیں اور یہ جو تم سو تومان میٹر کا کپڑا پہنتے ہو یہ نہ کہو: کہ میں نے سو تومان میٹر کپڑا خریدا ہے بلکہ یہ کہو کہ یہ کپڑا مجھ کو خدا نے عطا کیا ہے خدا کا تعارف کراؤ اپنا تعارف نہیں"۔

اندرونی حالات کی تشخیص

شیخ اپنے باطنی قوت احساس کے ذریعہ حاضرین مجلس کے اندرونی حالات جان لیا

۱۔ بحار الانوار، ۱۰۵ ص ۱۶۵، مقام امام علیؑ ۲۰ ص ۱۸۵ (کچھ تفاوت کے ساتھ)۔

کرتے تھے لیکن کبھی بھی مجمع میں کسی کے حالات کو بیان نہیں کیا فقط یہ چاہتے تھے کہ آپ کی بات کی طرف مورد نظر شخص متوجہ ہوجائے اور اپنی اصلاح کرلے۔ اس کے متعلق ہم ذیل میں دو نمونے بیان کررہے ہیں:

۱۔ شیخ کا امتحان

ایک بڑے اور پایہ کے خطیب فرماتے ہیں کہ: میں سنہ ۱۳۳۵ھ شمسی میں ایک روز سہ پہر کے وقت شہر تہران کے بازار میں حاجی شیخ عبدالحسین کے مدرسہ (جو شیخ عبدالحسین کی مسجد کے برابر میں واقع ہے) میں موجود تھا کہ مرحوم شیخ رجب علی خیاط کے ہمراہ خطیب مرحوم شیخ عبدالکریم حامد میرے پاس تشریف لائے اور اپنے استاد (شیخ رجب علی خیاط) کے مقام اخلاص اور معنویت کے بارے میں مجھ سے گفتگو کرنے لگے۔ آخرکار انہوں نے مجھ سے یہ فرمائش کی کہ میں شب جمعہ ان کے ہمراہ شیخ کی مجلس میں جاؤں۔ ہم دونوں ایک ساتھ شیخ کی مجلس سننے کیلئے گئے جب ہم مجلس میں پہونچے تو شیخ رو بقبلہ بیٹھے ہوئے مناجات امیر المؤمنین علیہ السلام: "اللھم انی اسالک الامان یوم لا ینفع مال ولا بنون ...[1]" پڑھنے میں مشغول تھے۔ میں بھی مجلس میں پیچھے بیٹھ گیا اور میں نے خود سے کہا: "اے خدا اگر یہ تیرے اولیاء میں سے ہیں تو امسال تہران میں میرے حسینیہ میں مجلسیں برپا کریں تاکہ ان کی درآمد اچھی ہوجائے میرے ذہن میں اس مطلب کے آتے ہی فوراً شیخ نے اسی دعا کے وسط میں کہا:

"میرا کہنا ہے کہ پیسے کی بات مت کرو لیکن وہ میرا پیسے کے ذریعہ امتحان لینا چاہتا ہے"

۱۔ مفاتیح الجنان، اعمال مسجد کوفہ، مناجات امیرالمومنینؑ۔

شیخ نے دعا کے دوران فارسی زبان میں اس جملہ کے علاوہ اور کچھ نہ کہا اور اس کے بعد پھر مناجات امیر المؤمنین علیہ السلام پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔

ایک مخبر کا حاضر ہونا

رفتہ رفتہ حکومتوں کے لیڈر اور مشہور افراد بھی شیخ کے جلسوں میں حاضر ہونے لگے شیخ کے بقول: وہ اپنی مشکلوں کو حل کرنے کیلئے آتے تھے اور آپ کے دولت خانہ پر دنیا کی جستجو کرتے تھے۔ البتہ ان میں کچھ ایسے افراد بھی تھے جو شیخ کے وعظ و نصیحت سے بہرہ مند ہوتے تھے۔

انہیں افراد کے جلسوں میں حاضر ہونے کی وجہ سے شاہ کی حکومت کے جاسوس بھی شیخ کے متعلق بہت حساس ہو گئے تھے اور شاہ کی حکومت نے "حسن ایل بیگی" کو ایک نامعلوم شخص کے ہمراہ شیخ کے جلسے میں حاضر ہونے کیلئے معین کر دیا تھا تاکہ شیخ کے جلسوں میں حکومت کے افراد کی شرکت کی وجہ معلوم کر کے ہم تک پہنچائے۔

جب ساواک (خفیہ محکمہ) کے خبر نگار جلسہ میں حاضر ہوئے تو شیخ نے اپنے وعظ و نصیحت کے درمیان حاضرین سے فرمایا: "خدا سے لو لگاؤ اور خدا کے علاوہ کسی کو اپنے دل میں راہ نہ دو، کیونکہ دل ایک آئینہ ہے اگر اس پر چھوٹا سا بھی نشان ہو جاتا ہے تو فوراً اس کا پتہ لگ جاتا ہے بہت سے قاصد اور جاسوس ہوتے ہیں جو مستعار نام کے ذریعہ آتے ہیں۔ مثال کے طور پر ان کا نام حسن ہوتا ہے اور فلاں نام رکھ کر آتے ہیں"

ساواک کے نمائندے فوج کے سردار حسن ایل بیگی کا اصلی نام کوئی نہیں جانتا

تھا جب اس نے ان جملوں کو سنا تو اس کو بہت تعجب ہوا اور اس پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے ساواک ادارہ سے استعفیٰ دیدیا۔

پہلے اپنے پدر بزرگوار کو راضی کرو

جناب شیخ کچھ افراد کو اپنے جلسوں میں کبھی کبھار حاضر ہونے کی اجازت نہیں دیتے تھے یا ان کیلئے اپنے جلسوں میں حاضر ہونے کی شرط معین فرما دیا کرتے تھے. شیخ کے ایک عقید تمند جو تقریباً بیس سال سے آپ کے ہمراہ تھے وہ شیخ سے اپنے ارتباط کے بارے میں اس طرح نقل کرتے ہیں کہ: میں نے ابتدا میں شیخ کے جلسوں میں حاضر ہونے کی ہر چند کوشش کی لیکن شیخ نے مجھ کو اجازت نہ دی یہاں تک کہ ایک روز میں نے ان سے جامع مسجد میں ملاقات کی، سلام و مزاج پرسی کے بعد میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا: آپ مجھ کو اپنے جلسوں میں حاضر ہونے کی اجازت کیوں نہیں دے رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: "پہلے اپنے والد بزرگوار کو راضی کرو پھر مجھ سے ملاقات کرو"

رات کے وقت میں اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے پیروں پر گر پڑا بڑی عاجزی اور التماس کے ساتھ ان سے عرض کیا کہ مجھ کو معاف کردیجئے جب میرے پدر بزرگوار نے میری یہ حالت دیکھی تو ان کو بہت تعجب ہوا اور انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ: کیا بات ہے؟ میں نے کہا: آپ یہ نہ پوچھئے۔ میں نے غلطی کی ہے لہٰذا آپ مجھ کو معاف کردیجئے... آخر کار میرے والد بزرگوار مجھ سے راضی ہوگئے۔

اگلے روز صبح کے وقت میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ کو دیکھ کر

فرمایا: " شاباش، خوش آمدید، اب میرے پہلو میں بیٹھو " دوسری جنگ عظیم سے لیکر ان کے انتقال کے وقت تک میں ان کے ساتھ تھا۔

۲/۔ خاص ہدایتیں

خدا تک پہنچانے والے اور ایک اچھے اور بہترین مربی کی سب سے عظیم خصوصیت یہ ہے کہ وہ عارف، زاہد اور خدا تک پہونچنے کے مختلف مراحل میں سالک کی ضرورت کے مطابق تربیت کرے اور یہ اقدام عام جلسوں اور دوسروں کی موجودگی میں ممکن نہیں ہوتا ہے۔

ڈاکٹر کتنا ہی ماہر اور تجربہ کار کیوں نہ ہو وہ اپنے پاس آنے والے تمام مریضوں کا ایک ہی نسخہ یا ایک ہی دوا سے معالجہ نہیں کرسکتا. ہر بیماری کا الگ علاج اور خاص دوا ہوتی ہے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے دو مریض ایک ہی مرض میں مبتلا ہوں لیکن کسی وجہ سے ان کیلئے الگ الگ دوا تجویز کیجاتی ہے۔" جان" کی بیماریوں کا بھی اسی طرح علاج کیا جاتا ہے۔

درس اخلاق کا استاد حقیقتاً انسان کی جان کا طبیب ہوتا ہے وہ دو صورتوں میں اخلاقی بیماریوں کا علاج کرسکتا ہے:

الف۔ وہ بیماری کی حقیقت سے آشنا ہو کہ کیسی بیماری ہے؟

ب۔ درد کی مناسب دوا اس کے اختیار میں ہو۔

اللہ کے عظیم پیغمبرؑ جو انسان کی روح کے اصلی مربی تھے وہ عام طور سے ان خصوصیتوں کے حامل تھے وہ نہ صرف جامعہ بشری کی ہر شعبہ میں ضرورتوں کو معین

فرماتے تھے بلکہ اس امت کی ہر فرد کی خاص ضرورتوں سے بھی مکمل طور پر آگاہ تھے۔

حضرت علی علیہ السلام، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس خصوصیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"آنحضرتؐ ایسے طبیب تھے جو اپنی طبابت کے ساتھ گردش کرتے تھے اور بیماروں کے پاس جاتے تھے آپ کی دوائیں اور ڈاکٹری کے تمام آلات ہر لحاظ سے تیار تھے اور ضرورت کے وقت استعمال ہوتے تھے آپ ان نفوس کو شفا بخشتے تھے جو نابینائی، بہرہ پن اور گونگے پن کی بیماریوں میں مبتلا تھے آپ اپنی دوا کو لئے ہوئے غفلت کے گھروں اور حیرت کے مقامات کی تلاش میں رہتے تھے"[1]۔

• وہ علماء اعلام جو پیغمبروں اور ان کے اوصیاء کے حقیقی جانشین ہیں وہ اس عظیم خصوصیت کے حامل ہیں ان کے بارے میں خود امیرالمؤمنین حضرت علیؑ کا فرمان ہے کہ: "هجم بهم العلم على حقيقة البصيرة وباشروا روح اليقين" "علم نے حقیقی بصیرت کے معیار پر ان کی طرف رخ کیا اور انہوں نے یقین کی روح کو پالیا ہے۔

اسی طرح امامؑ کے کلام میں یہ بھی آیا ہے: اولئک واللہ الاقلون عدداً والاعظمون عند اللہ قدراً" خدا کی قسم وہ تعداد میں تو بہت کم ہیں لیکن اللہ کے نزدیک ان کا عظیم مرتبہ ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰۸۔

کامل مربی کی اہمیت

مرحوم آیت اللہ مرزا علی قاضی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ: "اس راہ میں سب سے اہم چیز یہ ہے کہ وہ آگاہ استاد رکھتا ہو جو خواہشات نفس کی پیروی نہ کرتا ہو اور انسان کامل ہو اور اگر کوئی خدا تک رسائی کی خاطر اس طرح کا استاد تلاش کرنے میں اپنی نصف عمر خرچ کردے تو یہ بڑی قیمت رکھتی ہے جس نے بھی اچھا بہترین استاد پالیا گویا اس نے آدھا راستہ طے کرلیا ہے"۔

شیخ کی اپنے شاگردوں کو مخصوص ہدایتیں اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ وہ خواہشات نفس سے مقابلہ، اخلاص اور غیبی امداد کے ذریعہ معنوی کمالات کے اس مرتبہ پر فائز تھے کہ دوسروں کے روحی درد، کمزور پہلو اور ان کی مشکلوں کو تشخیص دیکر ایک مناسب نسخہ سے ان کا علاج کیا کرتے تھے یہ حقیقت شیخ کی زندگی سے آشنا شخص کیلئے روز روشن کی طرح واضح ہے۔

گناہ اور زندگی کی مشکلات

اسلامی نقطہ نگاہ سے دنیا میں انسان جتنی بھی مصیبتوں میں گرفتار ہوتا ہے وہ سب انکے نامناسب اعمال کی وجہ سے ہے۔ انکے بارے میں ارشاد خداوندی ہے کہ: "وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم [1] "جو مصیبت تم پر پڑتی ہے وہ تمہارے کرتوتوں کی بنا پر ہے۔

حضرت علی(ع) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: "گناہوں سے اجتناب

۱۔ سورۂ شوریٰ / آیت ۳۰۔

کرد اسلئے کہ تمام مصیبتیں اور روزی کا کم ہوجانا یہ گناہوں کی وجہ سے ہے. یہاں تک کہ بدن پر خراش لگانا، زمین پر ٹھوکر لگنا اور مصیبت میں گرفتار ہونا کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:" وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم "[1]۔

اگر انسان اس واقعیت کو جان لے کہ انسان کے نامناسب اعمال نہ صرف اس کے مرنے کے بعد اس کو رنج و غم میں مبتلا کرینگے بلکہ دنیاوی زندگی میں بھی وہ طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہوگا تو وہ کبھی برا فعل انجام نہیں دیگا اور نہ ہی اس کے بارے میں کبھی گمان کرے گا اور جس قدر اس کے یقین میں اضافہ ہوتا جائیگا اسی کے مطابق صالح اور نیک انسانوں کی تربیت کی زمین ہموار ہوگی۔

جناب شیخ بصیرت الہی اور دیدۂ برزخی کے ذریعہ لوگوں کے نامناسب اعمال اور زندگی میں ان کے سبب ایجاد ہونے والی مشکلات کا مشاہدہ کیا کرتے تھے لہذا انہیں بیان کر کے لوگوں کی مشکل سے مشکل گرہ کو حل فرما دیا کرتے تھے۔

ادھار دیا جائیگا، حتیٰ آپ کو بھی

شیخ کے ایک فرزند کہتے ہیں کہ: ایک دن مرحوم مرشد "چلوئی"[2]، شیخ کی خدمت میں آئے اپنی دوکانداری کا گلہ کرتے ہوئے کہنے لگے : بھائی صاحب! اب تو ہم بڑی مشکلوں میں گرفتار ہوگئے ؟ زمانہ گزر گیا ہماری اقتصادی حالت بہت اچھی تھی، ہر روز تین چار دیگ چاول فروخت ہوجایا کرتا تھا. اس دور میں خریدار بہت زیادہ تھے لیکن

۱۔ خصال، ۱۰/۶۱۶ ، بحار الانوار، ۷۳/۳۵۰/۴۷۔

۲۔ حیدر علی تہرانی شاعر کے والد محترم جن کا تخلص "معجزہ" تھا جن کی داستان، ص ۵۲ تواضع کے عنوان میں گزر چکی ہے۔

ایک دم زمانہ ایسا پلٹ گیا کہ آہستہ آہستہ خریدار کم ہوگئے اور ہمارا کاروبار ٹھپ پڑگیا اور اب تو دن بھر میں ایک دیگ چاول بھی فروخت نہیں ہوتا؛

شیخ نے کچھ دیر غور وفکر کرنے کے بعد فرمایا:" یہ خود آپ ہی کی غلطی ہے کہ آپ خریداروں کو واپس کیا کرتے ہیں"۔

مرشد نے کہا: میں نے تو کسی کو بھی واپس نہیں کیا میں تو بچوں کو بھی بلایا کرتا ہوں اور آدھا آدھا کباب ان کو بھی دیدیا کرتا ہوں؛

شیخ نے فرمایا:" وہ کون سید تھے جن کو آپ نے تین روز تک ادھار کھانا دیا لیکن آخری مرتبہ میں ان کو دھکا دے کر اپنی دوکان سے باہر نکال دیا؟" مرشد ہراساں وپریشان ہوکر شیخ کے پاس سے باہر نکل آیا اور جلدی سے اس سید کو تلاش کیا جب وہ مل گئے تو ان سے عذر خواہی کی اور اس کے بعد اپنی دوکان کے دروازے پر یہ لکھ کر لگا دیا:" ادھار دیا جائیگا حتی آپ کو بھی اور نقد پیسہ ہماری وسعت کے مطابق ادا کیا جائیگا"۔

بچہ کو ستانا

شیخ کے ایک بزرگ شاگرد کہتے ہیں کہ: میرے دو سالہ بچہ " جس کی اب چالیس سال عمر ہے" نے گھر میں پیشاب کردیا تھا جس کی وجہ سے میری بیوی نے بچہ کو اتنا مارا کہ اس کی سانس بند ہونے والی تھی۔ میری بیوی کو ایک گھنٹہ کے بعد شدید بخار آگیا۔ میں اس کو ڈاکٹر کے پاس لیکر گیا۔ اس وقت میری مالی حالت بھی اچھی نہ تھی لیکن ڈاکٹر نے ساٹھ تومان کا نسخہ اور دوا دی۔ دوا استعمال کرنے کے بعد بھی بخار نہ گیا

بلکہ اور زیادہ ہوگیا پھر ڈاکٹر کے پاس لیکر گیا تو اس نے دوبارہ چالیس تومان کی دوا دی جو میرے لئے بہت زیادہ تھے۔ ہاں؛ رات کے وقت جب میں نے جلسہ میں جانے کیلئے شیخ کو اپنی گاڑی میں سوار کیا تو میں نے اپنی بیوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان سے عرض کیا کہ ان (زوجہ) کو بخار آگیا ہے۔ ڈاکٹر کے پاس بھی لیکر گیا لیکن پھر بھی بخار ختم نہیں ہوا۔ شیخ نے ایک نظر دیکھا اور میری زوجہ سے مخاطب ہوکر فرمایا:" بچہ کو اتنا نہیں مارا جاتا، استغفار کرو، بچہ کی دلجوئی کرو اور اس کیلئے کچھ چیزیں خریدو ٹھیک ہوجاؤگی" ہم نے ایسا ہی کیا اور اس کا بخار ختم ہوگیا۔

زوجہ کو ستانا

شیخ کے مذکورہ شاگرد نقل کرتے ہیں کہ: ہم ایک روز شیخ کے ہمراہ جناب رادمنش صاحب کے مکان پر تھے تو میں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ: میرے والد بزرگوار تقریباً سنہ ۱۳۵۲ھ قمری میں فوت ہوئے تھے۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کس حال میں ہیں؟ انہوں نے فرمایا:" ایک مرتبہ سورۃ حمد پڑھو"۔

اس کے بعد توجہ کی اور کچھ توقف کرنے کے بعد فرمایا:" انہیں آنے کی مہلت نہیں دی جارہی ہے وہ اپنی زوجہ کی وجہ سے گرفتار ہیں"۔

میں نے عرض کیا: اگر ممکن ہو تو ان کی زوجہ سے گفتگو کیجئے۔ فرمایا:" تمہاری سوتیلی ماں آگئی، وہ دیہات میں زندگی بسر کرتی تھی۔ میرے والد بزرگوار نے ان سے شادی کرنے کے بعد کئی اور عورتوں سے شادی کی تھی وہ آخری عمر تک میرے والد محترم سے لڑتی رہی، جب میرے والد صاحب کمرے میں ایک دروازے سے داخل

ہوتے تھے تو وہ دوسرے دروازہ سے باہر نکل جایا کرتی تھی۔ میں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا: اس سے یہ سوال کیجئے کہ میں اس کو اپنے والد محترم سے راضی کرنے کیلئے کیا کروں؟ تو شیخ نے جواب میں فرمایا: "کچھ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ" میں نے عرض کیا: کتنے آدمی ہونا چاہیے؟ جواب دیا: سو آدمی۔

میں نے عرض کیا: سو آدمی بہت زیادہ ہیں میں اتنی توان نہیں رکھتا۔ آخر کار شیخ نے چالیس آدمیوں کو کھانا کھلانے کیلئے کہا۔

پھر شیخ نے فرمایا: "تمہارے والد کی آواز بلند ہو گئی ہے اور تمہاری والدہ تمہارے والد سے راضی ہو گئی ہیں۔ تمہارے والد کو آزاد کر دیا گیا ہے اور وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میرے اس بیٹے سے کہو کہ: تم نے دو شادیاں کیوں کی ہیں؟ دیکھو میں کس بلا میں گرفتار ہوں۔ دقت کرو اور ان کے درمیان عدالت سے کام لو"

شیخ کے ایک اور شاگرد کہتے ہیں کہ: میں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھ کو یہ بتائیے کہ میرے والد صاحب برزخ میں کس حال میں ہیں؟ شیخ نے فرمایا: وہ تمہاری والدہ کی وجہ سے پریشان ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ: آپ درست فرماتے ہیں اس لئے کہ میرے والد محترم نے دوسری شادی کرلی تھی اور میری والدہ ان سے ناراض تھیں میں گھر پہونچا اور اپنی والدہ کو راضی کیا۔ جب میں دوسرے سفر میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے کمرے میں داخل ہوتے ہی آپ نے فرمایا: "انسان کا دو آدمیوں کے مابین مصالحت کرانا کتنا اچھا ہے تمہارے والد آرام سے ہیں"

شوہر کو تکلیف دینا

شیخ کے ایک شاگرد نقل کرتے ہیں کہ: ایک عورت تھی جس کا شوہر سید تھا اور شیخ کے دوستوں میں سے تھا. وہ اپنے شوہر کو بہت زیادہ تکلیف دیا کرتی تھی. کچھ دنوں کے بعد اس کا انتقال ہوگیا. اس عورت کو دفن کے وقت شیخ موجود تھے تو اس وقت آپ نے فرمایا: " اس عورت کی روح جنگ وجدل کررہی ہے کہ: میں مرگئی تو مرگئی میرے مرنے سے کیا ہوگیا؟ جب اس کو دفن کرنے کیلئے لے گئے تو اس کے اعمال ایک کاٹنے والے کالے کتے کی شکل میں بدل گئے. جب اس نے یہ سمجھ لیا کہ یہ کتا بھی اسی کے ساتھ دفن ہوگا تو اس کی سمجھ میں یہ بھی آیا کہ میں اپنی زندگی میں کن مصیبتوں سے دوچار ہوئی تھی لہذا اس نے التماس والتجاء کرنی شروع کردی. جب میں نے یہ دیکھا کہ وہ بہت پریشان ہے تو میں نے اس کے شوہر سید سے اس کو معاف کردینے کی خواہش کی اس نے بھی میری وجہ سے معاف کردیا. کتا دور ہوگیا اور اس کو دفن کردیا گیا "۔

بہن کو ناخوش کرنا

شیخ کے ایک فرزند نقل کرتے ہیں کہ: ایک انجینئر تھا جس کا کام مکان بنانا اور ان کو فروخت کرنا تھا. اس نے سو مکان بنائے تھے لیکن زیادہ مقروض ہونے کی وجہ سے اس کی مالی حالت اچھی نہ تھی. حکومت نے اس کی گرفتاری کا حکم بھی دیدیا تھا وہ میرے والد محترم کے مکان پر آیا اور کہنے لگا: میں اپنے مکان پر نہیں جاسکتا ہوں اور اپنے کو مخفی کرنا چاہتا ہوں تاکہ کوئی مجھے نہ دیکھے۔

شیخ نے فرمایا: "تم اپنی بہن کو خوش کرو"

انجینئر: میری بہن راضی ہے۔

شیخ: نہیں۔

انجینئر: کچھ دیر تامل کرنے کے بعد کہا: جب ہمارے والد صاحب کا انتقال ہوا تو ہم کو میراث ملی جس میں پندرہ سو تومان اس کا حصہ تھا جو میں نے اس کو نہیں دیا۔ وہ فوراً اس کے گھر گیا اور اس کو پانچ ہزار تومان دیکر آیا اور شیخ سے عرض کیا کہ میں نے اس کو پانچ ہزار تومان دیدیے ہیں: اور وہ مجھ سے راضی ہو گئی ہے۔

میرے والد محترم کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا: ابھی وہ راضی نہیں ہوئی ہے، کیا تمہاری بہن مکان رکھتی ہے؟

انجینئر: نہیں وہ کرایہ کے مکان میں رہتی ہے۔

شیخ: جاؤ ان مکانوں میں سے ایک بہترین مکان اس کے نام کرو اور اس کو دو اور پھر میرے پاس آنا۔

انجینئر: حضور والا ہم دو شریک ہیں بھلا میں کیسے اس کو مکان دے سکتا ہوں؟

شیخ: میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتا ہوں وہ ابھی تک راضی نہیں ہوئی ہے۔

آخر کار وہ گیا اور اس نے ایک مکان اپنی بہن کے نام کیا اور اس کا سامان مکان میں رکھ کر شیخ کی خدمت میں آیا۔ شیخ نے فرمایا: اب معاملہ صحیح ہو گیا ہے۔

اس نے اگلے روز تین مکان فروخت کیے اور اپنی مصیبتوں سے چھٹکارا حاصل کیا۔

بہن کو اہمیت نہ دینا

بازار میں ایک تاجر مفلس ہوگیا وہ اپنے دوستوں سے اپنا درد دل بیان کررہا تھا اور اپنی قسمت پر رو رہا تھا. اسی وقت اس کی دوکان کے سامنے سے شیخ کا گزر ہوا اس کے دوستوں نے اس سے کہا کہ اپنی مشکل ان سے بیان کرو تو وہ کہنے لگا کہ میں ان کو نہیں پہچانتا. آخر کار وہ دوستوں کے اصرار پر شیخ کی خدمت میں پہونچا اور ان کو سلام کرنے کے بعد یوں عرض کرنے لگا: میں مشکلوں میں گرفتار ہوں اور آپ کی خدمت میں ان مشکلات کو بیان کرتا ہوں. اس کی تمام باتوں کو سننے کے بعد شیخ نے اپنا سر نیچے کرتے ہوئے فرمایا: "تم بے رحم آدمی ہو چار مہینے گزر گئے تمہارے بہنوئی کا انتقال ہوگیا ہے اور تم اب تک اپنی بہن اور اس کے بچوں کی خبر لینے کیلئے نہیں گئے اسی وجہ سے تم مشکلوں میں گرفتار ہو"

تاجر نے کہا: ہم میں اختلاف ہے۔

شیخ نے فرمایا: "تمہاری مشکل اسی وجہ سے ہے اب تم جانو اور تمہارا کام"

تاجر اپنے دوستوں کے پاس پلٹ گیا اور ان سے سارا قصہ بیان کیا. اس کے بعد کچھ گھر کے وسائل خریدنے کے بعد اپنی بہن کے گھر گیا اور اس سے مصالحت کی جس سے اس کی تمام مشکلیں حل ہوگئیں۔

ماں کو ناخوش کرنا

چند آدمیوں کے ہمراہ ایک نوجوان کو بھی تختہ دار پر لٹکانے کا حکم دیدیا گیا اس کے رشتہ دار شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اس نوجوان کے آزاد ہونے

کے بارے میں التماس کرنے لگے۔ شیخ نے فرمایا: " یہ اپنی والدہ کی وجہ سے گرفتار ہے"۔

اس کی والدہ کے پاس گئے تو اس کی والدہ نے کہا: میں جتنی بھی دعا کرتی ہوں ان کا کوئی اثر نہیں ہورہا ہے۔ انہوں نے اس سے کہا: شیخ نے فرمایا ہے کہ تم اس (نوجوان) سے ناراض ہو۔

ماں نے کہا: صحیح میرے اس بیٹے نے ابھی کچھ دنوں پہلے شادی کی ہے ایک دن میں نے دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد دستر خوان اور برتنوں کو اکٹھا کر کے ایک سینی میں رکھ کر اپنی بہو کے ہاتھ میں دیئے کہ ان کو باورچی خانہ میں رکھ آؤ۔ میرے اس فرزند نے اپنی زوجہ کے ہاتھ سے سینی لیکر مجھ سے کہا: میں آپ کیلئے کنیز بناکر نہیں لایا ہوں!

آخر کار اس کی والدہ نے رضایت دی اور اس نے اپنے فرزند کی رہائی کیلئے دعا کی۔ اگلے دن اعلان کردیا گیا کہ اس کے سولی پر لٹکانے کا حکم غلطی سے صادر کردیا گیا تھا۔ اس طرح وہ جوان آزاد ہوگیا۔

پھوپھی کی دل شکنی

شیخ کے ایک شاگرد نقل کرتے ہیں کہ: میرے والد بزرگوار سخت مریض ہوگئے جتنا بھی ان کا علاج کرایا کوئی اثر نہ ہوا۔ میں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے والد بزرگوار ایک سال سے مریض ہیں۔

شیخ نے فرمایا: " تمہاری پھوپھی ہے؟"

میں نے جواب دیا: ہاں!

شیخ نے فرمایا: "وہ تمہاری پھوپھی کی وجہ سے اس مرض میں مبتلا ہیں اگر وہ دعا کریں گی تو ٹھیک ہوجائیں گے"

میں نے اپنی پھوپھی سے اپنے والد محترم کیلئے دعا کرنے کو کہا انہوں نے بھی دعا کی لیکن وہ ٹھیک نہ ہوسکے. میں پھر شیخ کی خدمت میں پہونچا اور ان سے عرض کیا کہ: میری پھوپھی میرے والد سے راضی ہوگئی ہیں لیکن پھر بھی والد صاحب ٹھیک نہیں ہوئے؟

شیخ نے میری پھوپھی کے چار یتیم بچوں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا اور کہا: "اس کے بعد ان سے دعا کرنے کیلئے کہنا" میں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد اپنی پھوپھی سے سوال کیا کہ: آپ میرے والد محترم سے کیوں ناراض ہوئیں؟

انہوں نے کہا: جب تمہارے پھوپھا کا انتقال ہوگیا تو تمہارے والد مجھ کو اور میرے چاروں بچوں کو اپنے گھر لے گئے ایک دن جب تمہاری والدہ سے میری لڑائی ہوگئی تو تمہارے والد آگئے فوراً انہوں نے مجھ کو میرے بچوں سمیت گھر سے باہر کردیا اسی وقت سے میرا ان سے دل ٹوٹ گیا۔

آخر کار پھوپھی کے راضی ہوجانے کے بعد میرے والد صاحب کی طبیعت ٹھیک ہوگئی لیکن پھر بھی وہ مکمل طور پر صحیح نہ ہوسکے میں نے دوبارہ شیخ کی خدمت میں پہونچ کر اس قصہ کو بیان کیا. اس وقت انہوں نے مجھ کو یہ حکم دیا کہ کسی ایک سید کے ساتھ احسان کرو. میں نے ایسا ہی کیا تو اس وقت میرے والد مکمل طور پر صحیح ہوگئے۔

کارخانہ کے مالک کے بچہ کو ستانا

شیخ کے ایک شاگرد نقل کرتے ہیں کہ: جناب شیخ نے فرمایا: "تم بلا وجہ کسی مصیبت میں گرفتار نہیں ہوتے" ایک بار میرے سر میں چوٹ لگ گئی. میں شیخ کے ایک دوست کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوا. میرے دوست نے ان سے سوال کیا: دیکھئے انہوں نے کیا کیا کہ ان کے سر میں چوٹ لگ گئی؟

جناب شیخ نے اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا: "تم نے کارخانہ میں ایک بچہ کو ستایا تھا" میں نے غور کیا تو ان کی بات سوفیصد درست تھی. میں لوہے کو خم کرنے کا کام کرتا تھا اس زمانہ میں یہ کام کرنے والے بہت کم ہوتے تھے اور اس کام کے کرنے والے اپنے مالک کیلئے یہ کام انجام دینے پر فخر کیا کرتے تھے کارخانہ کے مالک کے بچہ نے میرے کسی کام پر بے جا اعتراض کیا اور اس کام کا اس سے کوئی ربط بھی نہیں تھا. میں اس سے سختی کے ساتھ پیش آیا یہاں تک کہ وہ رونے لگا۔

جناب شیخ نے فرمایا: "اگر اس کو راضی نہیں کروگے تو تمہاری پریشانی باقی رہے گی" میں نے اس سے جاکر معذرت کی۔

نوکر کو ستانا

شیخ کے ایک عقیدتمند کے مکان پر مال وصول کرنے والے دفتر سے چند افراد شیخ کی خدمت میں پہونچے ان میں سے ایک نے کہا کہ میرے بدن میں بہت زیادہ خارش ہوتی ہے اور ٹھیک نہیں ہورہی ہے!

شیخ نے کچھ دیر توجہ کرنے کے بعد فرمایا: "تم نے کسی علوی عورت کو ستایا ہے"

اس شخص نے کہا: آخر یہ لوگ آتی ہیں میز کے پیچھے بیٹھتی ہیں جب میں کچھ کہتا ہوں تو یہ روتی ہیں. معلوم ہوا کہ وہ علوی عورت ان کے دفتر میں کام کرتی تھی اور وہ خود اسی شخص کی باتوں سے ناراض تھی۔

شیخ نے فرمایا: "جب تک وہ راضی نہیں ہوگی تمہارا بدن ٹھیک نہیں ہوسکتا۔

اس داستان کے مثل شیخ کے ایک شاگرد نے ایک اور داستان نقل کی ہے ان کا کہنا ہے کہ: ہم شیخ کے ہمراہ کسی دوست کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے. حکومت کا کوئی لیڈر جو شیخ کے جلسوں میں شرکت کرتا تھا وہ بھی بیٹھا ہوا تھا. وہ بیماری کی وجہ سے اپنا پیر پھیلائے ہوئے تھا. اس نے شیخ کی طرف رخ کر کے ان کی خدمت میں عرض کیا: جناب شیخ تقریباً تین سال سے میرے پیر میں درد ہوتا ہے اور میں نے جو بھی عــلاج کیا۔ اب تک کوئی کارگر نہ ہوسکا؟

شیخ نے حسب معمول تمام حاضرین سے سورۂ حمد پڑھنے کیلئے کہا اس کے بعد متوجہ ہوئے اور فرمایا: تمہارا یہ درد اس دن سے شروع ہوا جس دن عورت نے تمہارے خط کو صحیح ٹائپ نہیں کیا تھا اس کو تم نے کافی ڈانٹا پھٹکارا اور تکلیفیں دیں وہ علوی عورت تھی. اس کا دل ٹوٹ گیا اور وہ رونے لگی تھی. اب جاؤ اس کو تلاش کر کے اس سے عذر خواہی کرو تاکہ تمہارے پیر کا علاج ہوسکے. اس مرد نے کہا: آپ سچ فرماتے ہیں وہ ادارہ میں کام کرنے والی عورت تھی جب میں اس پر بہت غصہ ہوا تھا تو اس کے آنسو نکل آئے تھے۔

ایک ضعیفہ کا حق غصب کرنا

شیخ کے ایک شاگرد نے کھانا کھایا تو اس کی معنوی حالت ختم ہو گئی جس کے بارے میں اس نے شیخ سے مدد طلب کی۔ شیخ نے فرمایا: "جو کباب تم نے کھایا اس کی قیمت فلاں تاجر نے ادا کی تھی جس نے ایک ضعیفہ کا حق غصب کیا تھا"

دوسروں کی اہانت کرنا

شیخ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ: ایک روز ہم کچھ افراد شیخ کے ہمراہ امام زادہ یحییٰ کی گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک سائیکل سوار ایک پیدل چلنے والے سے ٹکرا گیا۔ پیدل چلنے والے نے سائیکل سوار کی بہت اہانت کی اور اس کو گدھا کہا۔

جناب شیخ نے کہا: "بلا فاصلہ اس کا باطن گدھے میں تبدیل ہو گیا۔

جانور پر رحم نہ کرنا

دین اسلام میں جانوروں کے ساتھ بے رحمی کرنے کی بھی مذمت کی گئی ہے کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ وہ جانوروں کو ستائے یا ان کی سرزنش کرے [1] اسی سے متعلق پیغمبرؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ: "لو غفر لکم ما تاتون الی البھائم لغفر لکم کثیراً" اگر تمہارے وہ مظالم معاف کردیئے جائیں تم نے حیوانوں پر کئے ہیں تو تمہارے بہت سے گناہ بخش دیئے جائیں گے [2]۔

۱۔ میزان الحکمہ ۱۳۳۲/۳۔

۲۔ میزان الحکمہ ۱۳۳۲/۳ /۹۸۱/ ۴۵۲۰۔

دین اسلام کی رو سے حلال گوشت حیوان کو ذبح کرنا جائز ہے جبکہ اس کو ذبح کرنے کے آداب مقرر کیے گئے ہیں تاکہ اسے کم اذیت ہو، آداب ذبح میں سے ایک یہ ہے کہ ایک حیوان کو اسی کے مانند دوسرے حیوان کے سامنے ذبح نہ کیا جائے[1]۔

اور حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: لا تذبح الشاة عند الشاة ولا الجزور عند الجزور وھو ینظر الیه "گوسفند کو گوسفند کے سامنے اور اونٹ کو اونٹ کے سامنے نحر نہ کرو جبکہ وہ اسے دیکھ رہا ہو"[2]۔

اس بنا پر حیوان کے بچہ کو اس کی ماں کے سامنے ذبح کرنے کی بہت مذمت کی گئی ہے اور اگر کوئی ایسا کرے تو وہ نہایت ہی سنگدل اور بے رحم ہے اور ایسا کرنے والے کی زندگی پر ویرانگی کے وضعی آثار مرتب ہوں گے۔

شیخ کے ایک شاگرد نقل کرتے ہیں کہ: ایک کھال اتارنے والے نے شیخ کی خدمت میں پہونچ کر عرض کیا: میرا بچہ مرنے کے قریب ہے میں کیا کروں؟

شیخ نے فرمایا: "تم نے گائے کے بچے کو اس کی ماں کے سامنے ذبح کیا ہے"۔

اس نے بہت زیادہ التماس کی کہ اس کیلئے کوئی کام انجام دیدیں۔

شیخ نے فرمایا: نہیں ہوسکتا. وہ کہتی ہے کہ اس نے میرے بچہ کا سر کاٹا ہے اس لئے اس کے بچہ کو بھی مرنا چاہیے۔

۱۔ وسائل الشیعہ ۲۴/۶۱، تحریر الوسیلہ ۲۰ کتاب الصید والذباحہ، ص ۱۵۱م مسئلہ ۲۰۔
۲۔ کافی ۶/۲۲۹/۷، تہذیب الاحکام ۹/۸۰/۳۳۱۔

خودسازی کی بنیاد

حقیقت میں تمام انسانی کمالات کے مجموعہ کو "فلاح" کہا جاتا ہے اور قرآن کریم کی رو سے ان تک رسائی کا راستہ خودسازی اور تزکیہ نفس ہے۔ خداوند متعال متعدد قسمیں کھانے کے بعد فرماتا ہے: "قد افلح من زکھا [۱] " بیشک وہ کامیاب ہو گیا جس نے تزکیہ نفس کیا۔

تمام الٰہی پیغمبرؑ جو کچھ خداوند عالم کی جانب سے انسانوں کی ہدایت کی خاطر لیکر آئے وہ سب انسانوں کی فلاح کا مقدمہ اور ان کی صلاحیتوں نکھار کا باعث ہے۔ تزکیہ نفس کیلئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ انسان خودسازی کی کہاں سے ابتدا کرے؟ اور خودسازی کا معیار کیا ہے؟

انبیائے الٰہیؑ کی نظر میں تزکیہ نفس کی راہ میں سب پہلا قدم اور خودسازی کا معیار "توحید" ہے۔

اسی وجہ سے تمام پیغمبروں کا سب نے پہلا پیغام کلمہ "لا الہ الا اللہ" تھا اور قرآن میں آیا ہے: "وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون [۲] " اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ اسکی طرف

۱۔ سورۂ شمس / آیت ۹۔ ۲۔ سورۂ انبیاء / آیت ۲۵۔

یہ وحی کرتے رہے کہ میرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے لہذا سب لوگ میری ہی عبادت کردیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں کے سامنے سب سے پہلا قول یہ تھا کہ: "یا ایھا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا" اے لوگو! "لا الہ الا اللہ" کہو تاکہ کامیاب ہوجاؤ"[1]۔

دوسرے رخ سے یہ کہ صرف کلمہ توحید کا زبان سے ادا کرلینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ جو کچھ خودسازی، فلاح وبہبود اور کمالات انسانی کیلئے لازم ہے وہ حقیقت توحید سے آشنا ہوئے۔ حقیقی طور پر موحد ہونا ہے۔

انسان کا حقیقت توحید (یعنی توحید کا حقیقی اور کامل مفہوم) تک پہونچنے کا ہدف یہ ہے کہ انسان فرشتوں کے مانند خداوند عالم کے حضور میں اس کے ایک ہونے کی گواہی دے جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: "شهد الله انه لا اله الا هو والملائكة واولوا العلم"[2] "اللہ، ملائکہ اور صاحبان علم گواہ ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔

شیخ کے ایک شاگرد ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ: خدا ان پر رحمت نازل کرے! ان کی تمام ہمت "لا الہ الا اللہ" کو حاصل کرنے میں تھی اور انکی تمام گفتگو اور تقریریں اسی کلمہ طیبہ کی حقیقت تک پہونچنے کیلئے ہوتی تھیں۔

ایک اور شاگرد کہتے ہیں کہ: شیخ اس علم کے ماہر تھے اور آپ اپنے پاس اٹھنے بیٹھنے

۱۔ بحار الانوار، جلد ۱۸/ ۲۰۲۔

۲۔ سورۂ آل عمران / آیت ۱۸۔

والوں کو اپنی تمام تر جستجو اور سعی وکوشش کے ذریعہ توحید شہودی کے مرتبہ تک پہونچانا چاہتے تھے۔

جناب شیخ فرماتے ہیں کہ:" خودسازی کا معیار توحید ہے. مکان بنانے والے کو چاہیۓ کہ پہلے وہ مکان کی بنیاد کو محکم کرے. اگر بنیاد محکم و مضبوط نہ ہو تو وہ مکان قابل اطمینان نہیں ہوتا. سالک (زاہد، پارسا، عارف) کو اپنے سیر و سلوک کے راستہ کی ابتداء توحید سے کرنا چاہیۓ. تمام پیغمبروں کا سب سے پہلا کلام کلمہ "لاالہ الااللہ" تھا جب تک انسان حقیقت توحید کو درک نہ کرے، اس کو یقین نہ ہوجائے کہ موجودات میں خدا کے علاوہ اور کوئی مؤثر نہیں ہوسکتا اور خدا کی مقدس ذات کے علاوہ تمام چیزیں فنا ہوجائینگی اس وقت تک وہ کمالات انسانی تک نہیں پہونچ سکتا. حقیقت توحید کو درک کرنے کے بعد ہی انسان خدا کے وجود کی طرف متوجہ ہوسکتا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے:" اگر آپ چاہتے ہیں کہ خدا تم کو پکارے تو کچھ معرفت [1] پیدا کرو اور اس سے معاملہ کرو" جب ہم کہتے ہیں:"لاالہ الااللہ" تو ہمیں سچے دل سے کہنا چاہیۓ جب تک انسان جھوٹے خداؤں کو ایک طرف نہیں رکھ دے گا. اس وقت تک وہ موحد نہیں ہوسکتا. اور نہ ہی "لاالہ الااللہ" کہنے میں سچا ہوسکتا ہے۔ "الہ" ایک ایسی چیز ہے جو انسان کے دل کو اپنی طرف جذب کرلیتا ہے. جو چیز اس کے دل کو اپنی طرف جذب کرتی ہے وہ اس کا خدا ہے [2] جب ہم "لاالہ الااللہ" کہتے ہیں تو ہم کو صرف اسی کی طرف متوجہ رہنا چاہیۓ۔ تمام قرآن کلمہ "لاالہ الااللہ" ہی

۱۔ ہم مناجات شعبانیہ میں پڑھتے ہیں، الٰہی اجعلنی ممن نادیتہ فاجابک ولاحظتہ فصعق لجلالک فناجیتہ سراً و عمل لک جہراً۔

۲۔ سورۂ جاثیہ / آیت ۲۳ "افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ واضلہ اللہ علی علم"۔

سے حل ہوتا ہے ہر انسان کو اس مرتبہ پر پہونچنا چاہیئے کہ اس کے دل میں کلمہ "لا الہ الا اللہ" کے علاوہ اور کوئی چیز نقش نہ ہو اور اس کے علاوہ تمام چیزوں کو چھوڑ دے خدا کا ارشاد ہے: "قل اللہ ثم ذرھم"[1]۔

"انسان توحید کا درخت ہے، اس درخت کے میوے اس میں خدا کے صفات کا ظاہر ہونا ہے اور جب تک وہ اس ثمر کو نہ دے وہ کامل نہیں ہے، کمال انسان کی حد خدا تک رسائی ہے یعنی وہ صفات حق کا مظہر ہوجائے۔ لہذا اپنے اندر خدا کے صفات کو زندہ کرنے کی کوشش کرو۔ وہ کریم ہے تو تم بھی کریم ہوجاؤ، وہ رحیم ہے تو تم بھی رحیم ہوجاؤ، وہ ستار ہے تو تم بھی ستار ہوجاؤ۔"

"اور انسان کے کام آنے والی چیز صرف خدا کے صفات ہیں اس کے علاوہ اسم اعظم بھی انسان کے کام نہیں آسکتا"

"اگر توحید میں غرق ہوجاؤ گے تو ہر لحظہ خدا کی ان خاص عنایتوں سے بہرہ مند ہوگے جن سے اس سے پہلے کبھی بہرہ مند نہ ہوئے تھے خدا کی خاص عنایتیں ہر دم تازہ رہیں گی"

شرک کو دور کرنا

حقیقت توحید تک پہونچنے کیلئے سب سے پہلا قدم روح و دل سے شرک کو دور کرنا ہے اس بنا پر توحید کا اصلی نعرہ "لا الہ الا اللہ" ہے جس میں پہلے جھوٹے خداؤں کی نفی کی گئی ہے پھر سچے خدا کا اثبات کیا گیا ہے۔

۱۔ سورۂ انعام / آیت ۹۱۔

اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ شرک کیا ہے؟ اور مشرک کون ہے؟ کیا صرف پتھروں کے خدا ہونے کا عقیدہ رکھنا شرک ہے؟ کیا مشرک صرف انہیں لوگوں کو کہا جاتا ہے جو بے جان بتوں کے معتقد ہیں؟ یا کوئی اور مسئلہ ہے؟

توحید کے مقابلہ میں خیالی طاقتوں کا عقیدہ رکھنا ان کو جہان ہستی میں مؤثر سمجھنا اور حقیقی خدا یعنی خدائے وحدہ لا شریک کے مقابلہ میں ان کی عبادت کرنا شرک کہلاتا ہے۔

موحد، خدا کے علاوہ کسی چیز کو جہان ہستی میں مؤثر نہیں سمجھتا، اس کے علاوہ جاندار یا بے جان بت کی پرستش نہیں کرتا ہے۔

مشرک وہ ہے جو خدا کے علاوہ کسی دوسرے کو جہان ہستی میں مؤثر سمجھتا ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کی اطاعت کرتا ہے، کبھی جمادات کی پرستش کرتا ہے کبھی طاقتوروں کی اطاعت کرتا ہے اور کبھی خواہشات نفس کی اطاعت کرتا ہے اور کبھی ان تینوں کی غلامی کرتا ہے[1]۔

دین اسلام میں مذکورہ شرک کی تینوں قسموں کی مذمت کی گئی ہے اور حقیقت توحید تک رسائی کی خاطر شرک کو دور کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے غور طلب بات یہ ہے کہ شرک کی سب سے خطرناک تیسری قسم خواہشات نفس کی

۱۔ پہلے دستہ کی طرف اس آیہ کریمہ میں اشارہ کیا جا رہا ہے۔ "وقالوا لاتذرن آلہتکم ولاتذرن وداً ولا سواعاً ولا یغوث ویعوق ونسراً" (سورۂ نوح / آیت ۲۳)۔

دوسرے دستہ کی طرف آیہ کریمہ میں اشارہ کیا جا رہا ہے: "ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت" (سورۂ نحل / آیت ۳۶)۔

تیسرے دستہ کی طرف آیہ کریمہ میں اشارہ کیا جا رہا ہے: "ارایت من اتخذ الہہ ہواہ" (سورۂ فرقان / آیت ۴۳)۔

پیروی کرنا ہے یہی شرک تمام عقلی اور قلبی معرفت کے درمیان رکاوٹ ہوتا ہے اور یہی قسم پہلی اور دوسری قسم کا سرچشمہ ہے۔

ارشاد خداوندی ہے کہ:" افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم وختم علی سمعہ و قلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ فمن یھدیہ من بعد اللہ افلا تذکرون[1]"

کیا تم نے اس شخص کو بھی دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش ہی کو خدا بنالیا ہے اور خدا نے اسی حالت کو دیکھ کر اسے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھ پر پردے پڑے ہوئے ہیں تو خدا کے بعد کون ہدایت کرسکتا ہے کیا تم اتنا بھی غور نہیں کرتے ہو"۔

اس بناپر جناب شیخ توحید کیلئے نفس کے بت کو سب سے خطرناک سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:" تمام باتیں اس بڑے بت کے بارے میں ہیں جو تمہارے اندر ہے" عارف فرزانہ حضرت امام خمینیؒ اسکے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ: سب سے بڑا بت تمہارے نفس کا بت ہے جب تک اس بڑے بت اور قوی و محکم شیطان کو اپنے درمیان سے دور نہیں بھگادو گے اس وقت تک خدائے عزوجل تک نہیں پہونچ سکو گے اور افسوس کی بات ہے کہ یہ ٹوٹا ہوا بت اور شیطان بڑا خدا بن جاتا ہے[2]"

اگر انسان اس بڑے بت سے مقابلہ میں کامیاب ہوجائے تو گویا اس نے بڑی کامیابی حاصل کرلی ہے۔

۱۔ سورۂ جاثیہ / آیت ۲۳۔

۲۔ صحیفہ نور ۲۲/ ۳۳۸۔

اپنے نفس سے مقابلہ کرو

اس زمانہ کے مشہور ومعروف "پہلوان اصغر صاحب" سے منقول ہے کہ: ایک روز مجھ کو شیخ کی خدمت میں لے جایا گیا تو انھوں نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اگر اتنے بڑے پہلوان ہو تو اپنے نفس سے کشتی لڑو"

حقیقت میں شرک کو دور کرنے کیلئے سب سے پہلا اور آخری قدم نفس کے بت توڑنا اور حقیقت توحید تک پہنچنا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

پای بر سر خود نہ، دوست را در آغوش آر   تا بہ کعبہ وصلش دوری تو یک گام است
گر ز خویشتن رستی با حبیب پیوستی   ورنہ تا ابدی سوز کار و بار تو خام است

سر توڑ کوشش کرو اور دوست کو آغوش میں لے لو، اس سے ملاقات تک کی دوری فقط ایک قدم ہے۔

اگر اپنے نفس سے نجات پاجاؤ تو محبوب سے جا ملو گے، ورنہ ہمیشہ نقصان میں رہو گے۔

اور خدا تک پہنچانے والے نزدیک ترین راستہ کے بارے میں ابو حمزہ ثمالی امام سید الساجدینؑ سے نقل کرتے ہیں: "وان الراحل الیک قریب المسافۃ" "تیری طرف بڑھنے والے کا راستہ کتنا قریب ہے"[1]۔

اور لسان الغیب حافظ شیرازی کہتے ہیں کہ:

تا فضل و عقل بینی بی معرفت نشینی   یک نکتہ ات بگویم خود را مبین کہ رستی
جب تک خود کو صاحب فضل و عقل سمجھو گے تو حقیقی معرفت سے بے بہرہ رہو گے

۱۔ مفاتیح الجنان، دعائے ابو حمزۂ ثمالی۔

یاد رکھو کہ نجات اسی میں ہے کہ خود کو کچھ مت سمجھو۔

اور ظاہراً جناب شیخ اسی نکتہ کو بیان کرنے کی غرض سے کرمانشاہ میں زندگی بسر کرنے والی ایک بڑی شخصیت سردار کابلی کے پاس تشریف لے گئے۔

ایک نکتہ بیان کرنے کیلئے سفر کرنا

آیت اللہ فہری مرحوم حاجی غلام قدسی سے نقل کرتے ہیں کہ: ایک سال جناب شیخ کرمانشاہ تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ: چلو سردار کابلی[1] کے مکان پر چلتے ہیں. ہم ان کے مکان پر گئے اور بیٹھ گئے تو میں نے جناب شیخ کا تعارف کرایا کچھ دیر سکوت طاری رہا اس کے بعد مرحوم سردار کابلی نے فرمایا: جناب شیخ کچھ بیان فرمائیے تاکہ کچھ استفادہ کریں تو جناب شیخ نے فرمایا: میں اس شخص سے کیا کہوں جس کا اعتماد اپنی معلومات اور کسب کی ہوئی چیزوں پر خدا کے فضل پر اعتماد سے زیادہ ہے۔

مرحوم سردار کابلی خاموش رہے پھر کچھ دیر کے بعد انہوں نے سر سے عمامہ اتار کر کرسی پر رکھا اور اپنے سر کو اتنی مرتبہ دیوار سے ٹکرایا کہ مجھ کو ان کے حال پر رونا آگیا میں نے ان کو روکنا بھی چاہا تو شیخ نے مجھ کو ایسا کرنے سے باز رکھا اور کہا: "میں ان سے یہی کہنے کیلئے آیا تھا اور اب واپس جا رہا ہوں"

ایک ہزار مرتبہ استغفار کرو

شیخ کے ایک فرزند نقل کرتے ہیں کہ: ہندوستان کا "حاجی محمد" نامی شخص ہر سال

۱۔ آپ علوم عقلیہ میں نابغہ تھے۔

ایک مہینہ کیلئے ایران آیا کرتا تھا. وہ مشہد کے راستہ میں نماز کیلئے ریل گاڑی سے اتر گیا اور مسجد کے ایک گوشہ میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگا. ریل گاڑی چلنے کے وقت اس کے دوستوں نے بہت آواز دی کہ جلدی سے ریل گاڑی میں سوار ہوجاؤ ریل چلنے والی ہے اس نے کوئی پرواہ نہ کی اور اپنی روحانی قدرت کے ذریعہ آدھا گھنٹہ اس ریل گاڑی کو روکے رکھا. وہ جب مشہد سے واپسی پر شیخ کی خدمت میں پہونچا تو شیخ نے اس سے فرمایا: "ہزار مرتبہ استغفار کرو" اس نے کہا: کس لئے؟ شیخ نے فرمایا: "تم نے غلطی کی ہے"

اس نے کہا: کون سی غلطی؟ میں تو امام رضا علیہ السلام کی زیارت کیلئے گیا تھا اور آپ کیلئے بھی دعا کی ہے!

شیخ نے فرمایا: "آپ نے وہاں پر ٹرین روکی. تم یہ بتانا چاہتے تھے کہ ۔ دیکھا آپ کو شیطان نے دھوکہ دیا جبکہ آپ کو ایسا کرنے کا حق نہ تھا"

شخصیت پرستی اور شرک

توحید اور شرک کی حدیں اتنی باریک اور ظریف ہیں کہ ان کو ہر ایک انسان نہیں دیکھ سکتا ایک حدیث میں پیغمبر اکرمؐ سے مروی ہے کہ: "ان الشرک اخفی من دبیب النمل علی صفاۃ سوداء فی لیلۃ ظلماء." بیشک شرک اس چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی ہے جو رات کی تاریکی میں کالے پتھر پر چل رہی ہو"[1]۔

صرف لائق اور بابصیرت افراد شرک خفی کی حدوں کا مشاہدہ کرسکتے ہیں اور اس

۱۔ میزان الحکمہ، جلد ۶/ ۲۳۴۲/ ۱۹۹۳/ ۹۳۱۶۔

سے بچنے کی تنبیہ کرسکتے ہیں. شخصیت پرستی بھی شرک کی ایک ایسی پوشیدہ اور خفی قسم ہے جس میں بہت سے افراد گرفتار ہیں. شخصیت چاہے کتنی ہی عظیم ہو اگر اس کی طرف توجہ اور اس کی اطاعت خدا کیلئے نہ ہو تو یہ شرک ہے اسی بناپر شیخ فرمایا کرتے تھے کہ: اگر میری خدمت میں میرے لئے آؤ گے تو اس میں تمہارا نقصان ہے"

تمہارا باپ تمہارے لئے بت نہ ہو جائے

مرجع عالیقدر مرحوم آیت اللہ سید محمد ہادی میلانی ۔ رضوان اللہ تعالی علیہ۔ حجت الاسلام والمسلمین جناب سید محمد علی میلانی کے فرزند اپنے والد محترم کی شیخ سے ملاقات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ: مرحوم شیخ رجب علی خیاط کو کف نفس اور ترک گناہ کی وجہ سے خدا نے چشم بصیرت عنایت فرما دی تھی کہ وہ اپنے چاہنے والوں کو اخلاص اور خدا سے عشق کی تربیت کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

وہ میرے والد بزرگوار سے بہت زیادہ لگاؤ رکھتے تھے میں بھی اپنی سابقہ تعلقات کی بناپر مسلسل ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور کبھی کبھی ان کی ان مجلسوں سے جن میں وہ آیات وروایات کے ذریعہ عرفاء زہاد اور عشاق کو وعظ کیا کرتے تھے میں بھی بہرہ مند ہوا کرتا تھا. ایک سال جب شیخ مشہد مقدس زیارت کیلئے آئے تو ہم طوس نامی ہوٹل میں ٹھہرے. مرحوم والد بزرگوار نے شیخ کو دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا. جب شیخ رجب علی صاحب ہمارے گھر تشریف لائے تو مرحوم والد صاحب ان کے دیدار سے بہت زیادہ خوش ہوئے اور یہ دونوں حضرات مغرب تک آپس میں گفتگو کرتے رہے. اسی بیٹھک کے دوران شیخ نے میری جانب رخ کر کے فرمایا:

خیال رکھنا کہ کہیں تمہارے والد تمہارے لئے بت نہ بن جائیں" اور میرے والد محترم سے فرمایا: "خیال رکھنا کہ کہیں یہ تمہاری پریشانی کا سبب نہ بن جائے"
میں نے دل میں سوچا کہ: کیا انسان دنیا اور آخرت دونوں میں سرخرو ہوسکتا ہے؟
جناب شیخ نے بغیر کسی تمہید کے میری جانب رخ کر کے فرمایا: اس دعا "ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ" کو زیادہ پڑھا کرو۔
ہم ان کے ساتھ جب ہوٹل پہونچے تو اسی وقت ہوٹل میں حیدر آغا معجزہ (صاحب دیوان) شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو دوپہر کے کھانے کیلئے مدعو کیا۔ شیخ نے پہلے تو ان کی دعوت قبول نہ کی لیکن جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو قبول کرلی۔ اسی وقت حیدر آغا معجزہ میرے والد معظم کے پاس آئے اور ان کو بھی مدعو کیا۔ آخر کار ہم والد محترم کے ہمراہ حیدر آغا معجزہ کے مکان پر پہونچے اور جناب شیخ بھی اپنے دو ہمسفر کے ساتھ وہاں پر موجود تھے اس دن بھی غروب تک بیٹھک برقرار رہی۔

حقیقت توحید تک پہنچنے کا راستہ

اب ایک اہم سوال یہ ہے کہ: انسان، کس طرح شرک سے دور اور نفس کے بت کو توڑ کر اپنے وجود میں شرک کی پوشیدہ اور آشکار جڑوں کو کیسے خشک کرے اور توحید خالص کے صاف وشفاف چشمہ تک کیسے پہونچے؟
جناب شیخ نے جواب میں عرض کیا کہ: حقیر کی نظر میں اگر کوئی راہ نجات کا طالب ہے، کمال واقعی تک پہنچنا چاہتا ہے اور مفاہیم توحید سے فائدہ حاصل کرنا

چاہتا ہے تو اس کو ان چار چیزوں سے تمسک کرنا چاہیئے:

۱/ دائمی حضور

۲/ اہلبیت علیہم السلام سے توسل

۳/ راتوں کو گڑگڑا کر دعا مانگنا

۴/ خلق خدا کے ساتھ احسان کرنا۔

"ان چاروں چیزوں کی وضاحت بعد کی فصل میں بیان کی جائیگی"

خود کو سنوارنے کا کیمیا

محبت خود کو سنوارنے کا کیمیا ہے. خداوند عالم سے حقیقی عشق تمام اخلاقی برائیوں کا ایک ساتھ علاج کرتا ہے اور تمام نیک صفات عاشق کو یکبارگی عطا کرتا ہے. کیمیائے عشق عاشق کو معشوق کی طرف اس طرح جذب کرتا ہے کہ خدا کے علاوہ دنیا کی تمام چیزوں سے اسکے رابطہ کو منقطع کر دیتا ہے. امام زین العابدین علیہ السلام سے منسوب مناجات محبین میں آیا ہے کہ: الهی من ذا الذی ذاق حلاوۃ محبتک فرام منک بدلاً ومن ذا الذی انس بقربک فابتغیٰ عنک حولاً۔

میرے معبود! وہ کون ہے جو تیری محبت کی مٹھاس کو چکھا اور پھر کسی دوسرے کو دوست بنالیا؟ اور وہ کون ہے جو تیری قربت اور نزدیکی سے مانوس ہو گیا ہو اور پھر تجھ سے جدائی کا طلبگار ہو[1]؟

عشق جذاب است وچون در جان نشست   ہم در دل را از غیر دوست بست

عشق بہت پر کشش ہے اور جب عشق روح میں بیٹھ جاتا ہے تو دوست کے علاوہ سب کیلئے دل کے دروازے کو بند کر دیتا ہے۔

اور حضرت امام صادق علیہ السلام سے منسوب روایت میں بیان ہوا ہے کہ: حب

۱۔ بحار الانوار، جلد ۹۴ ص ۱۴۰: مفاتیح الجنان، مناجات خمسہ عشر، مناجات المحبین۔

الله اذا اضاء على سر عبد اخلاه عن كل شاغل و كل ذكر سوی الله ظلمة، والمحبّ اخلص الناس سراً لله تعالیٰ واصدقهم قولاً واوفاهم عهداً۔

جب کسی بندہ کے دل میں خدا کی محبت کا نور جلوہ فگن ہوجاتا ہے تو پھر اس کو کوئی چیز اپنی طرف جذب نہیں کرسکتی، خدا کی یاد کے علاوہ ہر چیز کی یاد تاریکی ہے خدا کو دوست رکھنے والا خدا کا سب سے مخلص بندہ ہے، وہ لوگوں کے درمیان سب سے سچا اور اپنے عہد وپیمان میں سب سے زیادہ وفادار ہوتا ہے[1]۔

فقیہ عالیقدر اور بہت بڑے عارف مرحوم ملا احمد نراقی فرماتے ہیں:

خیمہ زد چون در دلت سلطان عشق — ملک دل گردید شہرستان عشق
ہم ہویٰ ز آنجا گریزد ہم ہوس — جز یکی آن جا نیابی ہیچ کس
آنچہ او خواہد ہمی خواہی وبس — نی ہویٰ باشد تو را ونی ہوس
بلکہ خواہش از تو بگریزد چنان — کان چہ تو خواہی، نخواہی خواہد آن
گیرد اندر بزم اطمینان مقام — فادخلی فی جنتی آمد پیام[2]

جب تمہارے دل میں بادشاہ عشق خیمہ زن ہوجائے تو دل کا ملک عشق کا شہر ہوجاتا ہے پھر دل سے خواہش نکل جاتی ہے اور تم کو وہاں ایک کے علاوہ کوئی نہ ملے گا جو وہ چاہے گا تم بھی وہی چاہو گے نہ خواہش ہوگی اور نہ ہوس ہوگی بلکہ خواہش تم سے اس طرح دور ہوجائیگی کہ تم جو چاہوگے یا نہ چاہوگے خواہش بھی اسی کی پیروی کرے گی، دل بزم اطمینان میں مقام حاصل کرلے گا اور اس وقت "فادخلی فی جنتی" کا پیام آئیگا۔

۱۔ میزان الحکمہ، جلد ۲/۹۵۸/۲۴۹/۳۱۵۳۔ ۲۔ مثنوی طاقدیس۔

پہلے مرتبہ انقطاع میں نفس امارہ مرجاتا ہے تب کہیں انسان کی عقلی زندگی کا آغاز ہوتا ہے اور اس کے سب سے بلند مرتبہ میں دل کی آنکھیں لقاء اللہ کے نور سے روشن ہوجاتی ہیں اور انسان توحید کے سب سے بڑے مرتبہ "اولوا العلم" تک پہنچ جاتا ہے اور مناجات شعبانیہ میں آیا ہے کہ: " الهی هب لی کمال الانقطاع الیک وانر ابصار قلوبنا بضیاء نظرها الیک"

خدایا مجھ کو اپنی جانب مکمل انقطاع عطا کر اور میرے دل کی نگاہ کو اس نور سے روشن کر جو تیرا مشاہدہ کرسکے۔

حقیقی کیمیا

محبت خدا کی کیمیاگری اور کیمیائے حقیقی کے بارے میں مندرجہ ذیل داستان شیخ سے نقل ہوئی ہے کہ: میں ایک زمانہ میں علم کیمیا کی تلاش میں تھا اور ایک مدت تک زحمتیں اٹھاتا رہا یہاں تک کہ میں کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکا اس کے بعد عالم معنا میں مجھ کو یہ آیت عنایت کی گئی: " من کان یرید العزة فلله العزة جمیعاً " جو شخص بھی عزت کا طلبگار ہے وہ سمجھ لے کہ ساری عزت پروردگار کیلئے ہے (سورۂ فاطر/ آیت ۱۰)۔ میں نے عرض کیا: میں علم کیمیا چاہتا تھا۔

آواز آئی: علم کیمیا کو عزت کی خاطر طلب کیا جاتا ہے اور حقیقت عزت اس آیت میں ہے میں مطمئن ہوگیا۔

اس واقعہ کے چند روز بعد دو شخص میرے مکان پر آئے ملاقات کے بعد ان دونوں نے عرض کیا کہ: ہم دو سال تک علم کیمیا تلاش کرتے رہے لیکن کسی نتیجہ پر نہ پہنچ

سکے۔ہم حضرت امام رضا علیہ السلام سے متوسل ہوئے تو ہم کو آپ کا حوالہ دیا گیا۔

جناب شیخ کچھ مسکرائے اور مندرجہ بالا داستان ان کے سامنے بیان فرمائی اور یہ اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ:۔"مجھ کو ہمیشہ کیلئے چھٹکارا مل گیا اور حقیقت کیمیا خود خدا کا حاصل کرلینا ہے"

کبھی کبھی جناب شیخ اس کے بارے میں اپنے دوستوں کے مجمع میں دعائے عرفہ کا یہ جملہ پڑھا کرتے تھے کہ: ماذا وجد من فقدک وما الذی فقد من وجدک۔

"جس نے تجھ کو کھودیا اسنے کیا پایا اور جس نے تجھ کو پالیا اس نے کیا کھویا"

حضرت امام سجاد علیہ السلام دعائے مکارم الاخلاق کے آخر میں محبت خدا کی اکسیر کے لطیف نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:" وانھج لی الی محبتک سبیلاً سھلة اکمل لی بھا خیر الدنیا والاخرة " یعنی میرے لئے اپنی محبت کے راستہ کو ہموار کردے اور اس کے ذریعہ سے میری دآخرت کی بھلائی کو کامل کردے۔

اور اسی سے متعلق لسان الغیب حافظ شیرازی نے کتنے اچھے اشعار کہے ہیں کہ:

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی   تا راہ رو نباشی کی راہبر شوی

در مکتب حقائق دپیش ادیب عشق   ہان اے پسر بکوش کہ روزی پدر شوی

دست از مس وجود چو مردان رہ بشوی   تا کیمیائے عشق بیابی وزر شوی

گر نور عشق بر دل وجانت اوفتد   باللہ کز آفتاب فلک خوبتر شوی

اے بے خبر! اچھی طرح سن لے تاکہ تجھ کو خبر ہوجائے کہ جب تک راستہ نہ چلو گے کیسے کسی کو راستہ پر لگا سکو گے؟ مکتب حقائق میں ادیب عشق کی باتیں اے بیٹے غور سے سنو کیونکہ تم بھی ایک دن باپ ہوجاؤ گے۔ اولیائے خدا کے مثل اپنے وجود سے

دستبردار ہوجاؤ تا کہ تم کیمیائے عشق پاکر سونا ہوجاؤ اگر تمہارے دل وروح پر نور عشق چمک جائے تو خدا کی قسم تم سورج سے زیادہ نورانی ہوجاؤ گے۔

جناب شیخ کا سب سے بڑا ہنر

جناب شیخ کی سب سے بڑی خاصیت اور سب سے بڑا ہنر محبت خدا کے کیمیا کو حاصل کرنا تھا۔ شیخ اس کیمیا کو حاصل کرنے میں ماہر تھے اور بغیر کسی شک وشبہ کے وہ ان آیتوں "یحبھم ویحبونہ" (سورۂ مائدہ/ آیت ۵۴) اور آیت "والذین آمنوا اشد حباًللہ" (یعنی ایمان والوں کی تمامتر محبت خدا کیلئے ہوتی ہے۔) کے واضح طور پر مصداق تھے اور جو شخص بھی آپ سے قریب ہوتا تھا وہ کیمیائے محبت سے استفادہ کرتا تھا۔

جناب شیخ فرمایا کرتے تھے کہ: "بندگی کی آخری منزل خدا سے محبت کرنا ہے۔ محبت عشق سے بلند مرتبہ کا نام ہے، چونکہ عشق عارضی ہوتا ہے اور محبت ذاتی ہوتی ہے، عاشق ممکن ہے اپنے معشوق سے منہ موڑ لے لیکن محبت میں ایسا نہیں ہوتا۔ اگر معشوق میں کوئی نقص آجائے اور اس کے کمالات مفقود ہوجائیں تو ممکن ہے عاشق اس سے عشق کرنا چھوڑ دے لیکن ماں اپنے ناقص بچہ سے بھی محبت کرتی ہے۔

اور آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: اعمال کی قیمت، عامل کی خدا سے محبت کے اندازہ کے مطابق ہے۔

یک جو ثمر نمی برد از خرمن کمال　　در دل ہر آن کہ تخم محبت نکشتہ است

جس نے دل میں محبت کا بیج نہیں بویا وہ خرمن کمال سے ذرہ برابر فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

فرہاد و شیرین

کبھی کبھی اپنے شاگردوں کے ذہن کو قریب کرنے کیلئے شیرین و فرہاد کے قصہ کی مثال دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: فرہاد ہر تیشہ شیرین کی یاد اور اس کے عشق میں مارتا تھا۔ تم بھی کام انجام پانے تک یہی حال رکھو تمہارے تمام فکر و اذکار اپنے لئے نہیں بلکہ خدا کیلئے ہونا چاہیے۔

محبوب کے عشق میں لکھو

شیخ کے ایک شاگرد نقل کرتے ہیں کہ: میں ایک تجارت خانہ کا منشی تھا۔ جناب شیخ ایک روز تشریف لائے اور مجھ سے کہا: "ان رجسٹروں کو کس کیلئے لکھتے ہو؟"

شاگرد: میں نے عرض کیا کہ اپنے استاد کیلئے۔

شیخ: "اگر تم ان رجسٹروں میں اپنا نام لکھتے ہو تو کیا تمہارا استاد اعتراض کرتا ہے یا نہیں؟"

شاگرد: یقیناً اعتراض کرتا ہے۔

شیخ: اس کپڑے کو تم اپنے استاد کیلئے ناپتے ہو یا اپنے لئے؟

شاگرد: اپنے استاد کیلئے۔

شیخ: تم سمجھے؟
شاگرد: نہیں۔
شیخ: فرہاد ہر تیشہ مارتے وقت کہا کرتا تھا "میری جان شیرین" وہ اپنے معشوق کے علاوہ اور کوئی ذکر نہیں کرتا تھا۔ ان رجسٹروں کو محبوب کے عشق میں لکھو، کپڑے کو اس کی یاد میں ناپا کرو۔ یہ تمام خدا تک پہنچنے کے زینے ہیں یہاں تک کہ جو سانس تم لیتے ہو ان کو بھی خدا کی یاد میں لو"

خدا کے چاہنے والے کم ہیں

کبھی کبھار شیخ خدا کی محبت بڑھانے کیلئے فرمایا کرتے تھے کہ: امام حسین علیہ السلام کی یاد منانے والے بہت زیادہ ہیں ممکن ہے دوسرے اماموں کے چاہنے والے بھی اسی طرح ہوں۔ لیکن خدا کا چاہنے والا کوئی نہیں ہے۔ میرا دل خدا کیلئے بہت کڑھتا ہے کہ اس کے چاہنے والے بہت کم ہیں۔ بہت کم شخص یہ کہتے ہیں کہ: میں خدا کو دوست رکھتا ہوں اور اس کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کبھی یہ فرمایا کرتے تھے کہ: جب تک تم خداوند عالم کے محتاج رہو گے وہ تمہارا چاہنے والا ہو گا۔

حدیث قدسی میں ہے: "یا ابن آدم انی احبک فانت ایضاً احبنی" "اے انسان میں تجھ کو دوست رکھتا ہوں تو بھی مجھ کو دوست رکھ"[1]۔

"عبدی انا و حقی لک محب فبحقی علیک کن لی محباً" میرے بندے میرے حق کی قسم میں تجھ کو دوست رکھتا ہوں پس تجھ کو میرے حق کی قسم تو بھی مجھ کو

۱۔ المواعظ العددیہ، ص ۳۱۹۔

دوست دارد کہ[1]۔

اور کبھی فرمایا کرتے تھے:۔ جناب یوسفؑ بہت خوبصورت تھے لیکن تم فکر کرو جس نے حضرت یوسفؑ کو خلق کیا وہ کیسا ہے تمام خوبصورتیاں اسی کیلئے ہیں۔

در جہان چون حسن یوسف کس ندید　　حسن آن دارد کہ یوسف آفرید[2]۔

عاشقی کا سبق دو

شیخ کے ایک عقیدتمند نقل کرتے ہیں کہ: مرحوم شیخ احمد سعیدی جو مسلم مجتہد اور مرحوم جناب برہان صاحب کے درس خارج کے استاد تھے انہوں نے ایک دن مجھ سے فرمایا: کیا تم تہران میں کسی ایسے درزی کو پہچانتے ہو جو میرے لئے قبا سل دے! میں نے ان کو جناب شیخ کے بارے میں بتلایا اور پتہ دیا۔

کچھ مدت کے بعد میں نے ان سے ملاقات کی تو وہ کہنے لگے: تم نے ہمارے ساتھ یہ کیا کیا؟ ہم کو کس کے پاس بھیج دیا؟

عقیدتمند: میں نے کہا: کیا ہوا؟

شیخ احمد سعیدی: جس صاحب کا آپ نے قبا سلنے کیلئے پتہ دیا تھا میں ان کی خدمت میں اپنی قبا سلوانے کی غرض سے پہنچا جب انہوں نے میرا ناپ لیا تو مجھ سے میرے شغل کے بارے میں سوال کیا۔ میں نے کہا: طالب علم ہوں۔

۱۔ ارشاد القلوب۔ ص ۱۷۱۔

۲۔ ڈاکٹر فرزام کے نقل کرنے کے مطابق یہ شعر عصر قاجار کے مشہور و معروف شاعر ملا بمانعلی راجی کرمانی کا ہے منقول ہے کہ فتح علی شاہ قاجار نے ان سے کہا کہ: میں ایک مصرعہ کہتا ہوں تم دوسرا مصرع کہنا کے بعد کہا: "در جہان چون حسن یوسف کس ندید" ملا بمانعلی نے بلا فاصلہ کہا: "حسن آن دارد کہ یوسف آفرید"۔

جناب شیخ: درس پڑھتے ہو یا درس پڑھاتے ہو؟
شیخ احمد سعیدی: درس پڑھاتا ہوں۔
جناب شیخ: کون سا درس پڑھاتے ہو؟
شیخ احمد سعیدی: درس خارج پڑھاتا ہوں۔
جناب شیخ نے سر ہلاتے ہوئے فرمایا: "اچھا ہے لیکن درس عاشقی دو"
مجھے نہیں معلوم اس جملہ نے مجھ پر کیا اثر کیا۔ اس جملہ سے میری حالت متغیر ہو گئی!

مرحوم احمد سعیدی کا اس واقعہ کے بعد شیخ سے ارتباط ہو گیا اور وہ ان کی خدمت میں رفت و آمد کرنے لگے اور مجھ کو شیخ سے آشنا کرانے کی وجہ سے دعائیں دیتے تھے۔

عشق پروانہ سے سیکھو

شیخ کے ایک شاگرد ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ایک رات میں اپنے معشوق کی بارگاہ میں بڑے ہی جوش و خروش سے مناجات، تضرع اور راز و نیاز میں مشغول تھا کہ میں نے ایک پروانہ کو دیکھا جو چراغ کے چاروں طرف چکر لگائے جا رہا تھا یہاں تک کہ اس کے بدن کا یک حصہ چراغ کی لو سے لگا اور وہ گر پڑا لیکن ابھی زندہ تھا پھر دوبارہ وہ بڑی زحمت اور مشقت سے اڑا اور اپنے بدن کا دوسرا حصہ بھی چراغ کی لو سے لگا کر اپنے کو ہلاک کر ڈالا۔ اتنے میں مجھ پر الہام ہوا۔ عشق کرنا اس پروانہ سے سیکھو، اس کے علاوہ تمہارے اندر اور کوئی دعویٰ نہ ہو۔ عشق کی حقیقت اور معشوق سے محبت یہی تھی جس کو اس پروانہ نے انجام دیا۔ میں نے اس

داستان سے ایک عجیب درس حاصل کیا جس سے میری حالت دگرگوں ہو گئی"

محبت خدا کی ابتداء

خداوند عالم کی محبت کا اصلی سرچشمہ اس کی معرفت ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ انسان خدا کی معرفت رکھتا ہو اور اس کا عاشق نہ ہو۔

گرش ببینی و دست از ترنج بشناسی   روا بود کہ ملامت کنی زلیخا را

اگر یوسف کو دیکھ کر ہاتھ اور لیمو میں امتیاز کرلو تو تمہارے لئے زلیخا کی سرزنش کرنا سزاوار ہو گا۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: "من عرف اللہ احبہ" جس کو خدا کی معرفت حاصل ہو گئی اس نے اس سے محبت کی[1]۔

اس سلسلہ میں بنیادی سوال یہ ہے کہ: کون سی معرفت خدا سے محبت کرنے کا سبب بنتی ہے؟ معرفت برہانی یا معرفت شہودی؟ جناب شیخ فرماتے ہیں کہ: جب تک انسان کو خداوند عالم کی معرفت شہودی حاصل نہ ہو وہ خدا کا عاشق نہیں ہو سکتا۔ اگر انسان عارف ہو جائے تو وہ یہ مشاہدہ کرے گا کہ تمام کمالات خدا کی ذات میں جمع ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے: " اللہ خیر اما یشر کون " آیا خدا سب سے بہتر ہے یا جنہیں یہ شریک بنا رہے ہیں۔ اس صورت میں محال ہے کہ انسان خدا کے علاوہ کسی اور سے لو لگائے۔

۱۔ تنبیہ الخواطر، جلد ۱ ص ۵۲۔

قرآن کریم نے خداوند عالم کی معرفت شہودی رکھنے والوں کے دو گروہ "ملائکہ" اور اولوا العلم " کے نام ذکر کیے ہیں، ارشاد خداوندی ہے کہ:" شهد الله انه لا اله الا هو والملائکة واولوا العلم " اللہ خود گواہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور ملائکہ اور صاحبان علم بھی، (سورۂ آل عمران/ آیت ۱۸)۔

حضرت علی علیہ السلام پہلے گروہ (ملائکہ) کی معرفت کی شیرینی اور شراب محبت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:" ثم خلق سبحانه لاسكان سمواته وعمارة الصفيح الاعلیٰ من ملکوته خلقاً بدیعاً من ملائکته... پھر اللہ سبحانہ نے اپنے آسمانوں میں ٹھہرانے اور اپنی مملکت کے بلند طبقات کو آباد کرنے کیلئے فرشتوں کی عجیب وغریب مخلوق پیدا کی... ان فرشتوں کو عبادت کی مشغولیتوں نے ہر چیز سے بے فکر بنا دیا اور ایمان کے ٹھوس عقیدے ان کیلئے معرفت کا وسیلہ بن گئے ہیں اور یقین کامل نے اوروں سے ہٹا کر اسی سے انکی لو لگا دی ہے اللہ کی طرف کی نعمتوں کے علاوہ کسی غیر کے عطا وانعام کی انہیں خواہش ہی نہیں ہوتی انہوں نے معرفت کے شیریں مزے چکھے ہیں اور اس کی محبت کے سیراب کرنے والے جام سے سرشار ہیں [1]۔

معرفت شہودی تک رسائی

معرفت شہودی تک رسائی کیلئے انسان کو اپنا آئینہ دل ناشائستہ افعال سے پاک وصاف کرنا چاہیئے۔ ابو حمزہ ثمالی نے جس دعا کو امام سجاد علیہ السلام سے نقل کیا ہے اس میں آیا ہے کہ:" وان الراحل الیک قریب المسافــة وانک لاتحتجب عن

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۹۱۔

خلقک الا ان تحجبهم الاعمال دونک " تیری طرف کوچ کرنے والے کی مسافت نزدیک ہے اور تو اپنی مخلوق سے روپوش نہیں مگر یہ کہ انہیں ان کے اعمال تجھ سے دور کر دیں۔

خداوند عالم پردہ میں نہیں ہے۔ حجاب تو ہمارے کاموں کی وجہ سے ہے۔ اگر دل کے آئینہ سے ہمارے ناشائستہ کاموں کی سیاہی صاف ہوجائے تو ہمارا دل جمال کبریائی کا مشاہدہ کریگا اور اس کا عاشق ہوجائیگا۔

جمال یار ندارد حجاب و پردہ ولی   غبار رہ بنشان تا نظر توانی کرد

دوست کے حسن میں کوئی پردہ اور حجاب نہیں لیکن اس کو دیکھنے کیلئے راستہ کے غبار کو ہٹانا پڑیگا۔

راستہ کے غبار کو دور کرنے اور دل کو ناشائستہ کاموں کے حجاب سے پاک وصاف کرنے کیلئے دل کو دنیا کی محبت سے پاک کرنا چاہیئے۔ کیونکہ دنیا کی محبت تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے۔

محبت خدا کی آفت

محبت خدا کی آفت دنیا کی محبت ہے۔ اگر انسان دنیا کو خدا کیلئے طلب کرے تو یہ خدا تک رسائی کا وسیلہ ہے اور اگر دنیا کو غیر خدا کیلئے چاہے تو یہ اس کی محبت کی آفت ہے اور اس سلسلہ میں دنیا کے حلال اور حرام میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ واضح ہے کہ دنیا کا حرام انسان کو خدا سے بہت زیادہ دور کر دیتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:- حبّ الدنیا

وحبّ الله لا یجتمعان فی قلب ابداً" دنیا کی محبت اور خدا کی محبت ہرگز ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔

اور حضرت علی علیہ السلام اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:- کما ان الشمس واللیل لا یجتمعان کذلک حبّ الله وحبّ الدنیا لا یجتمعان "جس طرح سورج اور رات ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اسی طرح خدا اور دنیا کی محبت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔

اور دوسری حدیث میں فرماتے ہیں کہ:- کیف یدعی حبّ الله من سکن قلبہ حبّ الدنیا" جس کے دل میں محبت دنیا نے گھر کرلیا ہو اس کے دل میں خدا کی محبت کیسے آسکتی ہے۔

جناب شیخ ہمیشہ دنیا کو (بوڑھی عورت) کہہ کر مثال دیا کرتے تھے اور کبھی کبھی بزم میں اپنے مریدوں کی طرف رخ کر کے فرمایا کرتے تھے:- پھر میں دیکھتا ہوں کہ تم اس بڑھیا کے چنگل میں پھنس گئے ہو" اور اس کے بعد حافظ کے اس شعر کو پڑھا کرتے تھے کہ:

کس نیست کہ افتادۂ آن زلف دو تا نیست   در رہگذر کیست کہ این دام بلا نیست

کوئی بھی ایسا نہیں جو دنیا کی ان دو زلفوں کا فریفتہ نہ ہو کہ جس کے راستہ میں یہ مصیبت کا جال نہیں ہے۔

درحقیقت شیخ نے اس مثال کو مندرجہ ذیل روایت سے حاصل کیا تھا:

"جبْ دنیا کی واقعیت حضرت عیسیٰؑ کیلئے کشف ہوئی تو آپ نے دنیا کا ایک ایسی بڑھیا کی صورت میں دیدار کیا کہ جس کے سارے دانت ٹوٹ گئے ہوں اور اس نے

تمام زیورات کو خود پر لاد لیا ہو۔

آپؑ نے اس سے کہا: تو نے اب تک کتنی شادیاں کی ہیں؟

اس نے کہا: میں انہیں شمار نہیں کر سکتی۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: تیرے تمام شوہر مر گئے ہیں یا انہوں نے تجھ کو طلاق دیدی ہے؟

دنیا نے جواب دیا: نہیں بلکہ میں نے ان سب کو قتل کر ڈالا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: افسوس ہے! تیرے نئے بننے والے شوہروں پر جو تیرے پرانے شوہروں سے عبرت حاصل نہیں کرتے ہیں کہ تو نے یکے بعد دیگرے ان کو قتل کر ڈالا اور وہ تجھ سے الگ نہ ہو سکے ؟!"

جناب شیخ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ جو میرے پاس بڑھیا کی تلاش میں آتے ہیں ان میں سے کوئی نہیں کہتا کہ میں خدا سے ناراض ہو گیا ہوں ہماری خدا سے مصالحت کرا دیجئے۔

دنیا پرستوں کا باطن

جناب شیخ جو چشم بصیرت سے لوگوں کے باطن کو دیکھ لیا کرتے تھے وہ اہل دنیا، اہل آخرت اور اہل خدا کی اس طرح تصویر کشی کیا کرتے تھے: جو شخص دنیا کو حرام راستہ سے چاہتا ہے اس کا باطن کتے کے مثل ہے اور جو آخرت کو اسی طریقہ سے تلاش کرتا ہے وہ نامرد ہے اور جو خدا کی تلاش کرتا ہے وہ مرد ہے۔

خدا کو دیکھنے والا دل

جناب شیخ فرمایا کرتے تھے کہ: دل جس چیز کو چاہتا ہے اسی کو دکھلاتا ہے. کوشش کرو کہ تمہارا دل خدا کو دکھلائے. انسان جس چیز کو دوست رکھتا ہو گا اس کے دل میں اسی چیز کا عکس آئے گا اور اہل معرفت اس کے قلب کی وجہ سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ برزخ میں کس حال میں رہیں گے. اگر انسان کسی کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوجائے یا پیسہ کو بہت زیادہ دوست رکھتا ہو یا ملک وغیرہ کو بہت زیادہ چاہتا ہو تو وہی چیزیں اس کی برزخی شکل کو معین کرینگی۔

تم نے کیا کر ڈالا؟

شیخ کے ایک عقیدتمند کہتے ہیں کہ: میں نے رات میں ایسا شہوت آمیز خواب دیکھا جو اگلے روز بھی میرے ذہن میں گھومتا رہا. میں صبح کے وقت شیخ کی خدمت میں پہنچا جب انہوں نے مجھ کو دیکھا تو اپنا سر جھکا لیا اور اس شعر کو پڑھنے لگے:

گرت ہواست کہ از دوست نگسلی پیوند   نگاہدار سر رشتہ تا نگہدارد

دلا معاش چنان کن کہ گر لغزد پای   فرشتہ ات بہ دو دست دعا نگہدارد

اگر تم چاہتے ہو کہ دوست سے تمہارا ربط نہ ٹوٹے تو حتی الامکان دوستی کو باقی رکھو اے دل اس طرح رہ کہ اگر تجھ سے لغزش بھی ہوجائے تو تیرا فرشتہ تجھ کو دعا کے دو ہاتھوں سے روک لے۔

میں سمجھ گیا کہ ضرور کوئی بات ہے اور انہوں نے ان اشعار کو بغیر کسی سبب کے نہیں پڑھا. میں کچھ دیر بیٹھا رہا حالانکہ شیخ سر جھکائے ہوئے سلنے میں مشغول تھے. اس

وقت میں نے عرض کیا. کوئی خبر ہے؟! فرمایا: تم نے یہ کیا کیا کہ تمہاری صورت ایک عورت کی طرح ہو گئی ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے ایک خوبصورت عورت کو خواب میں دیکھا اور اس کی صورت میرے ذہن میں رہ گئی ہے۔

فرمایا: "ہاں! یہی بات ہے جاؤ استغفار کرو"

تمہارے اندر کیا دیکھتا ہوں

شیخ کے ایک عقیدتمند کہتے ہیں کہ: میں شیخ کے گھر جانے کے قصد سے نکلا راستہ میں میری نظر ایک ایسی بے پردہ عورت پر پڑی کہ جس نے میری نظر کو جذب کرلیا. میں شیخ کی خدمت میں پہونچا اور ان کے پاس بیٹھ گیا. شیخ نے میری طرف دیکھ کر کہا: میں تمہارے اندر کیا دیکھ رہا ہوں؟ میں نے دل میں کہا: یاستار العیوب. شیخ صاحب مسکرائے اور کہا: آپ نے کیا کیا جس کی وجہ سے جو چیز میں آپ کے اندر دیکھ رہا تھا محو ہو گئی۔

وہ مرد جو عورتوں میں بدل گئے

ڈاکٹر حاجی حسن توکلی نقل کرتے ہیں کہ: ایک دن میں اپنے دانت کے ہسپتال سے کہیں جانے کے قصد سے نکلا گاڑی پر سوار ہو گیا فردوسی چوک یا اس سے پہلے گاڑی رک گئی. بہت سارے لوگ بس میں سوار ہوئے. اس کے بعد میں نے دیکھا کہ گاڑی کا ڈرائیور عورت ہے. یکبارگی دیکھا کہ وہ سب کے سب عورت ہیں. سب ہمشکل اور ہم لباس ہیں. پھر دیکھا کہ میرے پاس بھی عورت بیٹھی ہوئی ہے. میں نے

اپنے کو اس سے بچانا چاہا اور سوچا کہ میں غلطی سے اس بس میں سوار ہوگیا۔ یہ ملازموں کی گاڑی ہے۔ گاڑی رکی اور ایک عورت اتری جیسے ہی وہ عورت گاڑی سے نیچے اتری تو سب کے سب مرد ہوگئے۔

پہلے میں تو شیخ کے گھر جانے کا قصد نہیں رکھتا تھا۔ مگر گاڑی سے اترنے کے بعد شیخ کے گھر گیا۔ اس سے پہلے کہ میں ان سے کچھ کہتا شیخ صاحب نے فرمایا: دیکھا تمام مرد عورت بن گئے تھے۔ چونکہ تمام مرد اس عورت کی طرف متوجہ تھے لہذا تمام عورت بن گئے تھے۔

اس کے بعد فرمایا: مرتے وقت انسان جس چیز کو دوست رکھتا ہے وہی چیز اس کی آنکھوں کے سامنے مجسم ہوجاتی ہے۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام سے محبت نجات کا باعث ہوتی ہے۔

"کتنا اچھا ہے کہ انسان خدا کے جمال میں محو ہو تاکہ جو کچھ دوسرے نہیں دیکھتے اس کو دکھائی دے اور جو کچھ دوسرے نہیں سنتے اس کو سنائی دے۔

اس میز میں کیا ہے؟

ڈاکٹر شباقی کہتے ہیں کہ: "سید جعفر" نام کا ایک موچی کہتا ہے کہ: میرے گھر میں ایک بہت بڑی میز تھی جس کے رکھنے کیلئے میرے گھر میں مناسب جگہ نہ تھی اور میں اسی فکر میں تھا کہ اس کو کس جگہ رکھوں رات کے وقت جب میں پروگرام میں گیا تو جناب شیخ نے مجھ کو دیکھ کر آہستہ سے کہا: "اس میز کو وہاں (اس کے دل کی طرف اشارہ کیا) کیوں رکھا؟"

موچی اچانک متوجہ ہوا اور اس نے ہنستے ہوئے کہا: جناب شیخ میز کے رکھنے کی جگہ نہ تھی لہذا میں نے اس کو وہاں رکھ دیا!!

اسرار الٰہی تک رسائی

شیخ صاحب معتقد تھے کہ اسرار الٰہی تک پہونچنے کا بہترین وسیلہ خدا سے محبت ہے اور فرمایا کرتے تھے کہ: "جب تک خدا کے علاوہ کسی اور کی محبت کا ایک ذرہ بھی باقی رہے گا اس وقت تک انسان کا اسرار الٰہی تک پہنچنا محال ہے"

خدا کے علاوہ کسی اور سے مت طلب کرو

شیخ صاحب کا یہ عقیدہ تھا کہ: خدا کے علاوہ کسی اور چیز کو دوست نہ رکھو، اس چیز کو شیخ صاحب نے دو فرشتوں سے سیکھا تھا. شیخ کے ایک عقیدتمند ان سے نقل کرتے ہیں کہ: ایک رات دو فرشتوں نے مجھے دو جملوں کے ذریعہ راہ فنا کی تعلیم دی اور وہ جملے مندرجہ ذیل ہیں:

"اپنی طرف سے کچھ نہ کہو اور خدا کے علاوہ کسی اور چیز کو مت چاہو [1]"

۱۔ اس کے بارے میں خواجہ نصیر الدین طوسیؒ فرماتے ہیں. انسان وحدت کے مرتبہ پر اس وقت پہنچ سکتا ہے جب وہ اپنے بارے میں وجود وعدم کو بھول جائے اور ان دو مرحلوں سے اس کی نگاہ آگے بڑھ جائے. جب تک وہ ہستی و نیستی میں مردد رہے گا تو وہ یا مرد دنیا ہوگا یا مرد آخرت ہوگا اگر وہ مجازی وجود اور حقیقی عدم چاہے تو وہ مرد دنیا ہے اور آخرت سے محروم ہے اور اگر حقیقی وجود اور مجازی عدم چاہے تو وہ مرد آخرت ہے اور دنیا سے محروم ہے اور اگر نہ وجود چاہے اور نہ عدم بلکہ نہ خود کو چاہے اور نہ اپنی بیخودی کو اور نہ ان دونوں کو جانے اور نہ ان دونوں کو دیکھے تو وہ مرد خدا ہے اور وہ دنیا و آخرت دونوں سے محروم ہے یعنی اگر وہ دنیا یا آخرت کو مدنظر رکھے تو درجہ کمال سے گر جائیگا کیونکہ جب تک انسان کو آخرت ==

اور اس بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ:

ہشیار باش خلقت عالم از بہر توست　غیر از خدا ہر آنچہ کہ خواہی شکست توست

آگاہ رہو کہ دنیا کی خلقت تمہاری بدولت ہوئی ہے، یہ تمہاری شکست ہے کہ تم غیر خدا کو چاہو۔

عقل اور روح کا درجہ

جناب شیخ فرمایا کرتے تھے کہ: اگر انسان مرتبہ عقل میں ہو تو وہ کبھی عبادت سے گریز اور حق کی معیصت نہیں کرے گا چونکہ اس سلسلہ میں یہ قول ملتا ہے کہ: "العقل ما عبد بہ الرحمٰن واکتسب بہ الجنان" عقل کے ذریعہ ہی خدا کی عبادت اور بہشت حاصل کیا جاتا ہے۔ اور اس مرتبہ میں خدا کے علاوہ (جنت بھی) مدنظر ہے۔ لیکن جب انسان مرتبہ روح میں پہنچتا ہے تو وہ قرآن کریم (ونفخت فیہ من روحی) کی رو سے اس کے مدنظر صرف خدا ہوتا ہے اور مندرجہ ذیل دو شعروں میں سے آخری شعر کا مصداق قرار پاتا ہے:

= وبہشت وثواب وسعادت کی خواہش ہو تو اس کو اپنے کمال کی خواہش ہوگی اور اپنے کمال کی اپنے لئے ضرورت ہوگی لہذا وہ خود کو چاہے گا خدا کو نہیں اور جب ایسا ہو تو وہ کثرت کا انسان ہوگا وحدت کا نہیں جیسا کہ کہا گیا ہے کہ "جو کچھ خدا کے علاوہ دیکھو وہ بت ہوگا اس کو توڑ ڈالو" لہذا غیر خدا کو چاہنا بت پرستی ہوگا اور آخرت وبہشت ورضا وجوار خدا غیر خدا ہیں، اس لئے طالب وحدت کیلئے ان چیزوں میں سے کسی ایک طرف راغب ہونا سزاوار نہیں ہے، کیونکہ غیر خدا کو نہ چاہنا ہی خدا کو پہچاننے والے کی شناخت ہے اور یہ خدا کو پہچاننا اور چاہنا بھی کثرت میں سے ہے کیونکہ وحدت میں "پہچاننے والا" اور "پہچانا ہوا" "طلب" اور "مطلوب" نہیں ہوتے۔ سب خدا ہی ہے لہذا جو خدا ہی کو دیکھے گا وہ طالب وحدت ہوگا اگر خدا ہستی و نیستی کا حجاب اٹھا دے تو انسان اس مرتبہ تک پہونچ سکتا ہے۔ (رسالہ "تولا وتبرا" ضمیمہ کتاب اخلاق محتشمی، ص ۵۶۹)۔

روزۂ عام از شراب و نان بود   روزۂ خاص از ہمہ عصیان بود
روزہ ھای او بود از غیر دوست   ہرچہ می خواہد ہمہ از بہر او است

عام روزہ کھانے پینے سے بچنے کا ہوتا ہے خاص روزہ ہر گناہ سے بچنے کا ہوتا ہے اس کا روزہ غیر دوست (خدا) کیلئے ہوتا ہے وہ جو بھی چاہے سب اس کیلئے ہے۔

اور حافظ کے بقول:

بہشت ار بدہندم کجا کنم قبول   کہ وصل دوست بہ است از بہشت در نظرم

اگر مجھ کو بہشت دی جائے تو میں کہاں قبول کر سکتا ہوں کیونکہ میری نگاہ میں جنت سے بہتر دوست کی ملاقات ہے۔

محبت کی بنیاد پر عبادت

انسان جب خدا خواہی کے اوج پر پہنچتا ہے تو د: دوزخ کے خوف اور جنت کی لالچ میں خدا کی عبادت نہیں کرتا بلکہ محبت کی بنیاد پر اس کی عبادت کرتا ہے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنی عبادت کے بارے میں فرمایا ہے کہ: خدا کی عبادت کرنے والواں کے تین گروہ ہیں: پہلا گروہ وہ ہے جو اجر وثواب کے شوق میں عبادت کرتا ہے جس کو حریصوں کی عبادت کہا جاتا ہے (اور وہ لالچ ہے)۔

دوسرا گروہ: دوزخ کے خوف میں اس کی عبادت کرتا ہے یہ غلاموں کی عبادت ہے (اور وہ خوف ہے)۔

لیکن میں خدا کے عشق ومحبت میں اس کی عبادت کرتا ہوں اور اس کو آزاد لوگوں کی عبادت کہا جاتا ہے اور یہی سرمایہ امن وامان ہے چونکہ خداوند عالم فرماتا ہے:

"وهم من فزع یومئذ آمنون" اور یہ بھی فرماتا ہے کہ: "قل ان کنتم تحبون الله ...) پس جس نے خدا سے محبت کی خدا بھی اس سے محبت کرے گا اور جس سے خدا نے محبت کی وہ قیامت کے دن اس کے عذاب سے امان میں رہے گا"[1]۔

جناب شیخ اپنے دوستوں کو ہمیشہ یہی نصیحت کیا کرتے تھے کہ: وہ خدا کی تلاش میں اس نقطہ پر پہونچیں کہ ان کی عبادت میں خداوند عالم کے عشق و محبت کے علاوہ اور کچھ نہ ہو۔

تمام چیزیں یہاں تک کہ خدا کو بھی اپنے لئے چاہنا

جناب شیخ فرمایا کرتے تھے کہ: اے انسان! تم خدا کے علاوہ کسی اور چیز کو کیوں چاہتے ہو؟ خدا کے علاوہ تم نے کیا دیکھ لیا ہے؟[2] اگر اس کی مرضی نہ ہو تو کوئی چیز اثر انداز نہیں ہو سکتی اور تم اس کی طرف پلٹ کر جاؤ گے شاعر کہتا ہے:

چہ شکرها است در این شہر کہ قانع شدہ اند   شاہبازان طریقت بہ شکار مگسی[3].

اس شہر میں کیسے شکاری ہیں کہ طریقت کے شاہباز ایک مکھی کے شکار پر قانع ہو گئے ہیں۔

خدا کو چھوڑ کر غیر خدا کو تلاش کرتے ہو؟! کیوں اپنے اردگرد اتنے چکر لگاتے ہو؟ خدا کی جستجو کرو اور اپنی تمام حاصل کرنے والی چیزوں کو اس تک رسائی کا وسیلہ قرار

۱۔ میزان الحکمہ ۷/۳۳۱۸/۲۲۹۵/۱۱۹۳۷۔

۲۔ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ: "یابن آدم کل یریدک لاجلہ وانا اریدک لاجلک فلا تفر منی"۔ المواعظ العددیہ، ص ۴۲۰۔

۳۔ حافظ شیرازی۔

دو، لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم تمام چیزوں کو اپنے لئے چاہتے ہیں۔ یہاں تک کہ خدا کو بھی اپنے لئے چاہتے ہیں"۔

تقویٰ کے بلندترین مراتب

جناب شیخ تقویٰ کے بلند مرتبوں کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ:" تقویٰ کے مراتب ہیں۔ تقویٰ کا سب سے کم مرتبہ واجبات کا بجالانا اور محرمات کا ترک کرنا ہے جو کچھ افراد کیلئے بہت اچھا ہے، لیکن تقویٰ کے بلندترین مراتب غیر خدا سے اس طرح پرہیز کرنا کہ خداوند عالم کی محبت کے علاوہ اس کے دل میں کسی اور کی محبت نہ ہو"۔

مکتب محبت

جناب شیخ کا عقیدہ تھا کہ: جب تک انسان دل کو غیر خدا سے محفوظ نہیں رکھیگا انسانیت کے بلند مرتبہ تک نہیں پہنچ سکے گا یہاں تک کہ اگر کسی کا مجاہدہ سے مقصد اپنا کمال ہو تو وہ اپنے مقصود تک نہیں پہنچ سکے گا۔

لہذا اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں آکر یہ عرض کرتا تھا کہ میں جتنی بھی سعی وکوشش کرتا ہوں کسی مقصد تک نہیں پہنچتا ہوں تو آپ اس کی رہنمائی کیلئے فرمایا کرتے تھے کہ: تم نتیجہ کی خاطر امور انجام دے رہے تھے یہ مکتب، مکتب نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ مکتب محبت ہے، مکتب خدا خواہی ہے۔

دل کی آنکھوں کا کھلنا

مرحوم شیخ نے اپنے تجربہ سے جان لیا تھا کہ دل کی آنکھ اور کان کھلنے اور غیبی اسرار ور موز سے آشنائی کا راستہ صرف اور صرف اخلاص کامل اور خدا خواہی ہے۔

وہ کہا کرتے تھے کہ: اگر تم لوگ اپنے دلوں کی حفاظت کرو اور غیر خدا کو ان میں داخل نہ ہونے دو تو تم ایسی چیزیں دیکھو گے جو دوسرے نہیں دیکھتے اور ایسی چیزیں سنو گے جو دوسرے نہیں سنتے۔

اگر انسان اپنے دل کی آنکھ کو غیر سے بچائے تو خدا اس کو نورانیت عطا کرتا ہے اور اس کو الہی بنیادوں سے آگاہ کرتا ہے. اگر کوئی خدا کیلئے کام کرے تو اس کی چشم بصیرت کھل جاتی ہے. دوستو دعـا کرو کہ خدا تم کو بہرے پن اور اندھے پن سے نجات دے. جب تک انسان غیر خدا کو چاہتا ہے بہرا اور نابینا ہوتا ہے۔

بالفاظ دیگر: شیخ معتقد تھے کہ قلب سلیم کے علاوہ معرفت شہودی کا حاصل کرنا ممکن نہیں ہے اور دل پوری سلامتی سے اس وقت ہمکنار ہوتا ہے جب اس میں محبت دنیا کا ایک ذرہ بھی نہ پایا جاتا ہو اور معرفت شہودی کے علاوہ خدا سے کچھ نہ چاہے۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے قلب سلیم کی وضاحت میں اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے انہوں نے اس آیت "الا من اتی اللہ بقلب سلیم" کی تفسیر میں فرمایا ہے: ھو القلب الذی سلم من حبّ الدنیا "قلب سلیم وہ قلب ہے جو دنیا کی محبت سے سالم ہو۔

اور ایک دوسری حدیث میں فرماتے ہیں:" القلب السلیم الذی یلقی ربہ ولیس

فیہ احد سواہ و کل قلب فیہ شرک او شک فہو ساقط "قلب سلیم وہ دل ہے جو اپنے پروردگار کا اس حال میں دیدار کرے کہ غیر خدا اس میں نہ ہو اور جس دل میں شرک یا شک ہوتا ہے وہ ساقط (بیمار) ہے۔

دل کا باطنی چہرہ

جناب شیخ فرماتے تھے کہ اگر انسان دید باطن رکھتا ہے تو وہ یہ دیکھتا ہے کہ محض غیر خدا کو اپنے دل میں بسانے کی وجہ سے اس کا برزخی باطن اسی شکل میں تبدیل ہو گیا ہے. اگر غیر خدا کو چاہو گے تو تمہاری قیمت وہی ہے جو تم نے چاہا ہے اور اگر خدا خواہ ہو گئے تو تمہاری کوئی قیمت نہیں." من کان للہ کان اللہ لہ "اگر تمام لحظات خدا کی یاد میں غرق رہو گے تو تم میں انوار الہی ضوء فشاں ہونگے اور جو چاہو گے نور الہی کے ذریعہ دیکھو گے۔

ایسا دل کہ جس کے پاس سب چیزیں حاضر ہوں

جناب شیخ فرمایا کرتے تھے : کوشش کرو کہ تمہارا دل خدا کیلئے ہو. جب تمہارا دل خدا کیلئے ہوجائیگا تو اس میں خدا ہی ہو گا اور جب اس میں خدا ہی ہو گا تو خدا سے مربوط تمام چیزیں تمہارے دل میں حاضر وظاہر ہوجائینگی اور جب بھی ارادہ کرو گے تو تمہارے پاس آجائینگی کیونکہ خدا وہاں ہے، انبیاء اور اولیاء کی روحیں وہاں ہیں. ارادہ کرو گے تو مکہ مدینہ سب تمہارے پاس ہیں پس کوشش کرو کہ تمہارا دل فقط خدا کیلئے ہو تاکہ تمام مخلوق خدا تمہارے پاس حاضر ہوں۔

جو شخص خدا کیلئے کام کرتا ہے

جناب شیخ معتقد تھے کہ اگر محبت خدا دل پر غلبہ کرلے اور حقیقت میں دل خدا کے علاوہ کچھ نہ چاہے تو انسان خلافت الہی کے مقام تک پہونچ جاتا ہے اور اس سے خدائی کام سرزد ہوتے ہیں اور اس کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

اگر ایک چیز دوسری چیز پر غالب آجائے تو وہ چیز اسی کی جنس سے ہوجاتی ہے جیسا کہ جب لوہے کو آگ میں رکھا جائے اور کچھ مدت کے بعد جب آگ اس پر غالب آجائے تو وہ بھی آگ کا عمل کرے گا، یعنی آگ کی طرح جلائے گا. ایسی ہی خدا اور بندے کے درمیان نسبت ہے اور نیز فرمایا کرتے تھے کہ ہم کوئی غیر معمولی کام انجام نہیں دیتے بلکہ ہم اسی فطرت کو پیدا کرتے ہیں کہ انسان خدائی ہو، انسان کو سب چیزیں روح عطا کرتی ہے. گائے کی روح گائے کا کام کرتی ہے، مرغ کی روح مرغ کا کام کرتی ہے اب بتایئے کہ انسان کی خدائی روح کو کیا کرنا چاہیئے ؟ خدا کا کام کرنا چاہیئے اور "نفخت فیه من روحی" اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔

دل کی آفت کو دور کرنا

اس بناپر دل کو غیر خدا کی محبت کی آفت سے پاک کئے بغیر معرفت شہودی حاصل نہیں ہوتی اور جب تک معرفت خدا حاصل نہ ہو انسان کمال مطلق کا عاشق نہیں ہوسکتا. اس لحاظ سے اصل مسئلہ یہ ہے کہ دل کو دنیا کی محبت سے پاک کرنا آسان نہیں ہے دل کو اس بجی دجی بوڑھی عورت کی محبت سے کیسے پاک کیا جاسکتا ہے ؟

جناب شیخ کے نظریہ کے مطابق وہ چیز جو دل کو پاک کر سکتی ہے اس چیز کے برابر ہے جو دل کو حقیقت توحید تک پہونچاتی ہے. اور اس کے وہی عوامل ہیں جن کی طرف گزشتہ فصل میں اشارہ کیا گیا. یعنی، دائمی حضور، اہلبیت سے توسل، راتوں کو دعا مانگنا اور مخلوق پر احسان کرنا۔

محبت خدا کا طریقہ

جناب شیخ گزشتہ عوامل میں مخلوقات خدا پر احسان کرنے کو خدا کے ساتھ انس و محبت ایجاد کرنے کیلئے ایک خاص عامل سمجھتے تھے. وہ معتقد تھے کہ محبت خدا کا راستہ خلق خدا اور لوگوں سے محبت کرنا ہے: بالخصوص پریشان حال اور غریب انسانوں سے محبت کرے ایک حدیث میں رسول اسلامؐ فرماتے ہیں کہ: "الخلق عیال الله فاحبّ الخلق الی الله من نفع عیال الله وادخل علی اهلبیت سرورا" لوگ خانوادۂ خدا ہیں، لوگوں میں سے خدا کے نزدیک سب سے محبوب وہ شخص ہے جو خدا کے خانوادہ کو فائدہ پہنچاتا ہے اور گھر والوں کو خوش کرتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ: رسول خداؐ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں خدا کے نزدیک سب سے محبوب کون ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہونچانے والا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول خداؐ سے شب معراج خداوند عالم نے فرمایا: "یا احمد! محبتی محبة الفقراء فادن الفقراء وقرب مجلسهم منک... فان الفقراء احبائــی"

اے احمد! میری محبت فقراء کی محبت ہے پس فقراء کو اپنے نزدیک کرو اور ان کی مجلس میں جاؤ کیونکہ فقراء میرے دوست ہیں۔

شیخ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ: میں جناب شیخ سے متعارف ہونے کے بعد ایک مدت تک آیت اللہ کوہستانی کی خدمت میں "نکا" جاتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک دن صبح کے وقت جب میں "نکا" جانے کیلئے "ایران پیما" کے گیرج سے نکل کر ناصر خسرو کی طرف جا رہا تھا تو وہاں جناب شیخ کو دیکھا، انہوں نے مجھ سے فرمایا: "کہاں جا رہے ہو؟"

میں نے کہا: میں آیت اللہ کوہستانی کی خد ت میں "نکا" جا رہا ہوں۔

جناب شیخ نے فرمایا: "ان کا شیوہ زاہدی ہے آؤ ہم تمہیں عشق خدا کی تعلیم دیں"!!

پھر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر امام خمینی" روڈ پر لے گئے۔ سڑک کے جنوب میں ایک گلی میں ایک مکان کا دروازہ تھا جس پر شیخ نے دستک دی جب دروازہ کھلا تو اس تہہ خانہ میں کچھ چھوٹے بڑے فقیر و نادار لوگ موجود تھے۔ جناب شیخ نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "ان ناداروں کی خدمت انسان کو عاشق خدا بنا دیتی ہے!! یہی تمہارا درس ہے۔ آیت اللہ کوہستانی تم کو درس زاہدی کی تعلیم دیتے اور میں نے تم کو درس عاشقی دیا ہے۔

اس کے بعد میں تقریباً دس سال تک شیخ کے ہمراہ شہر کے باہر لوگوں کی تلاش میں جاتا رہا۔ شیخ مجھ کو بتلاتے جاتے تھے اور میں ان کیلئے آذوقہ فراہم کر کے ان تک پہنچاتا رہتا تھا۔

چوتھی فصل

اولیائے خدا کا اخلاص

جس اہم مسئلہ کی تعلیم و تربیت میں شیخ اپنے شاگردوں کو ہمیشہ تاکید کیا کرتے تھے وہ مسئلہ اخلاص تھا اور اخلاص صرف عقیدہ اور عبادات میں ہی نہیں بلکہ تمام کاموں میں اخلاص کا مسئلہ تھا۔

انہوں نے متعدد بار فرمایا: دین حق یہی ہے جو منبروں پر بیان کیا جاتا ہے لیکن اس میں دو چیزیں کم ہیں ایک اخلاص اور دوسرے خداوند عالم سے دوستی. ان دونوں کا بھی تقریروں میں اضافہ ہونا چاہیئے۔

سب کام خدا کیلئے انجام دو

شیخ کی بیش قیمت اور بہت زیادہ نصیحت آمیز باتیں یہ تھیں کہ "تمام چیزیں خدا کیلئے ہوں تو اچھی ہیں"۔ کبھی اپنی سلائی مشین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے تھے کہ:

اس سلائی مشین کو دیکھو، اس کے تمام چھوٹے بڑے پرزوں پر مخصوص کارخانوں کی مہر لگی ہوئی ہے۔ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس سلائی مشین کے چھوٹے سے پیچ پر بھی ہمارے کارخانہ کی مہر ہونی چاہیئے. انسان مؤمن کے تمام اعمال پر بھی خدا کی مہر ہونی

چاہیئے۔

شیخ کے مکتب تربیت میں راہ خدا کے سالک کو ہر کام انجام دینے سے پہلے یہ غور کرنا چاہیئے کہ اگر وہ کام ناجائز ہے تو اسے ترک کردے اور اگر شرعی کام ہے اور نفس اس کے انجام دینے پر مائل نہ ہو تو بھی اسے خدا کیلئے انجام دیدینا چاہیئے اور اگر جائز کام ہے اور نفس کے عین مطابق ہے تو پہلے اپنے نفس کے مائل ہونے پر استغفار کرے اس کے بعد اس کام کو خدا کیلئے انجام دے۔

خدا کیلئے کھاؤ اور سوؤ

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یا اباذر لیکن لک فی کل شی ء نیۃ صالحۃ حتی فی النوم والاکل " اے ابوذر! تمام کاموں میں یہاں تک کہ سونے اور کھانے میں بھی تمہاری نیت نیک ہونی چاہیئے[1]۔

شیخ اپنے شاگردوں سے مکرر فرمایا کرتے تھے کہ: تمہارے تمام کام کو یہاں تک کہ کھانا اور سونا بھی خدا کیلئے ہونا چاہیئے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ: جب بھی تم ایک پیالی چائے خداوند عالم کے قصد سے پیوگے تو تمہارا دل نور خدا سے منور ہوجائیگا اور اگر صرف اپنے نفس کا حصہ سمجھ کر پیوگے تو وہی ہوگا جو تم چاہوگے"۔

آیت اللہ مہدوی کنی فرماتے ہیں کہ: تحصیل علم دین کے آغاز میں، میں لباس خریدنے کیلئے گیا (اور اسکے بعد مرحوم برہانی صاحب سے عاریتاً لیا ہوا لباس انھیں واپس دینے گیا) پھر میں شیخ رجب علی درزی کے پاس کپڑا لیکر پہونچا اس وقت میری

۱۔ میزان الحکمہ ۲۰۹۹۹/۳۹۸۳/۱۶۵۷۸/۱۳۔

عمر چودہ پندرہ سال رہی ہوگی. ان کی دوکان خود انہیں کے مکان میں دروازے سے ملے ہوئے کمرہ میں تھی میں کچھ دیر تک انتظار کرتا رہا جب وہ تشریف لائے تو مجھ سے کہنے لگے: "اچھا یہ بتاؤ کہ تم اب کیا بننا چاہتے ہو؟"

میں نے جواباً عرض کیا: تحصیل علم دین کرنا چاہتا ہوں۔

فرمایا: "تم طالب علم بننا چاہتے ہو یا آدمی؟"

مجھ کو بہت تعجب ہوا کہ کیوں ایک ٹوپی لگانے والا ایک عمامہ پہننے والے سے ایسی باتیں کررہا ہے۔ اس کے بعد فرمایا: "ناراض مت ہو. تحصیل علم دین بہت اچھا کام ہے لیکن تمہارا ہدف آدمی بننا ہونا چاہیئے. میں تم کو جو نصیحت کررہا ہوں اس کو بھلانا نہیں. تم ابھی جوان ہو اور گناہوں سے پاک ہو لہذا تم خدا تک رسائی کے ہدف کو نہ بھول جانا جو بھی عمل بجالاؤ اس کو خدا کیلئے بجالاؤ یہاں تک کہ اگر چاول اور کباب بھی کھاؤ تو یہ سوچ کر کھاؤ کہ اس سے جو طاقت حاصل ہوگی اس کو خدا کی راہ میں صرف کرونگا اور میری اس نصیحت کو تمام عمر فراموش نہ کرنا"

خدا کیلئے سلو

"جوتا سلنے والے سے فرمایا کرتے تھے کہ: جب تم جوتا ٹانکتے ہو تو سب سے پہلے اس میں خدا کیلئے سوئی پیوست کرو اس کے بعد اس کو مضبوط اور اچھے طریقہ سے ٹانکو کہ پھر جلدی سے نہ ٹوٹے"

اور درزی سے فرمایا کرتے تھے کہ: "جس کپڑے کو تم سلو اس کو خدا کی یاد میں مضبوط اور اچھا سلا کرو"

خدا کیلئے آؤ

شیخ کے ایک شاگرد اخلاص کے بارے میں شیخ کی نصیحتوں کی اس طرح توصیف بیان کرتے ہیں: شیخ فرمایا کرتے تھے کہ: اس جگہ (شیخ کے مکان پر) آؤ تو خدا کیلئے آیا کرو اگر میری خاطر آؤ گے تو نقصان اٹھاؤ گے" ان کی یہ عجیب بات تھی کہ لوگوں کو خدا کی خاطر بلایا کرتے تھے اپنی خاطر نہیں۔

خدا کیلئے پھونک مارو

جناب شیخ کے فرزند کہتے ہیں کہ: شیخ عبدالکریم حامد میرے والد محترم کے بہترین شاگرد تھے۔ وہ ایک روز اپنی پریس میں پھونک مارنے میں مشغول تھے (وہ پریس جو کوئلہ سے گرم کی جاتی ہے) تو میرے والد محترم نے ان سے کہا: "عبدالکریم! کیا تم جانتے ہو کہ پریس میں کیسے پھونک ماری جاتی ہے؟"

انہوں نے جواب میں عرض کیا: نہیں جناب، کیسے پھونک ماردں ؟!

میرے والد محترم نے کہا: "ہونٹوں کو کلی کی طرح کرو اور خدا کیلئے پھونک مارو"

خدا کیلئے دوستی کرو

شیخ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ: جناب شیخ نے ایک مخصوص جلسہ میں مجھ سے فرمایا: "تمہارے حواس فلاں جگہ ہیں، کوئی بات نہیں لیکن خدا کیلئے ہونا چاہیے"

ایک روز میں کسی ایک دوست کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ انہو نے میرے دوست کے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "کہ میں یہاں پر دو لڑکیاں یا

دو لڑے دیکھ رہا ہوں۔ یہ درست ہے لیکن دل خدا کی طرف ہے اور فرزند سے خدا کیلئے محبت ہونی چاہیئے"

اور آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ: مقدس لوگوں کے تمام کام اچھے ہیں لیکن ان کو اپنی "انانیت" کی جگہ خدا کو جگہ دینی چاہیئے"

خدا کیلئے کام کرو

آیت اللہ فہری اخلاص کے بارے میں شیخ کی وصیت اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ: ان کا تکیہ کلام "خدا کیلئے کام کرو" تھا۔ وہ اپنے جلسوں میں اس قدر "خدا کیلئے کام کرو، خدا کیلئے کام کرو" کی تکرار فرمایا کرتے تھے کہ "خدا کیلئے کام کرلے نے ان کے شاگردوں کیلئے حالت ملکہ پیدا کرلی تھی۔ جیسے وہ فیل بان جو لگاتار ہاتھی کے سر پر لوہے کی چھڑی مارتا رہتا ہے اسی طرح جناب شیخ مرتب اپنے شاگردوں سے "خدا کیلئے کام کرو" کہا کرتے تھے۔

اس کے بارے میں وہ اپنی اور دوسروں کی ذکر کی ہوئی مثالوں کو بیان کیا کرتے تھے تاکہ مخاطب میں ملکہ کی حالت پیدا ہوجائے۔ ہرحال میں یہ تاکید فرمایا کرتے تھے کہ: "خدا کیلئے کام کرو" فرماتے تھے کہ شب میں جب زوجہ کا بوسہ لینا چاہو تو خدا کیلئے بوسہ لو۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ: انسان کی زندگی کے تمام شعبوں میں خدا ہونا چاہیئے۔ شیخ کے مکتب کے پروردہ افراد کے مقامات ومکاشفات اس دستور العمل پر عمل کرنے کی وجہ سے تھے۔

تم نے خدا کیلئے کیا کیا؟!

شیخ کے ایک فرزند نقل کرتے ہیں کہ: ایک دن میں اپنے والد محترم کے ساتھ بی بی شہربانو کے مزار مقدس پر گیا. راستہ میں ہم نے ایک جادوگر کو دیکھا والد صاحب نے اس سے کہا: "تیری تمام محنتوں کا کیا نتیجہ ہے؟"

جادوگر نے جھک کر زمین سے ایک پتھر اٹھایا وہ پتھر اس کے ہاتھ میں ایک گلابی (امرود کی مانند ایک پھل) میں بدل گیا اور اس نے والد صاحب سے نوش فرمانے کیلئے کہا: شیخ نے اس کی طرف نگاہ کی اور کہا: "تم نے یہ کام میرے لئے انجام دیا" یہ بتاؤ تم نے خدا کیلئے کیا کیا؟ جادوگر یہ سن کر رونے لگا۔

وائے ہو مجھ پر وائے ہو مجھ پر

۳۰ سال تک شیخ کے ساتھ رہنے والے شاگرد نقل کرتے ہیں کہ شیخ نے مجھ سے فرمایا: میں نے ایک اہل معنی عالم دین (جو ایران کے ایک بہت بڑے شہر میں زندگی بسر کرتے تھے) کی روح کو برزخ میں دیکھا جو بہت زیادہ افسوس کر رہے تھے اور حسرت و یاس سے اپنے زانو پر ہاتھ مار رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ: مجھ پر وائے ہو، میں یہاں پر آگیا اور میرے پاس خدا کیلئے خالص عمل نہیں ہے۔

میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ اس طرح کیوں کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے دوران زندگی ایک اہل معنی کسب معاش کرنے والے سے ملاقات کی اس نے مجھ کو اپنی کچھ باطنی خصوصیتیں سے آگاہ کیا اس سے رخصت ہونے کے بعد میں نے گوشہ نشینی اختیار کرنے کا ارادہ کیا تاکہ میں اس شخص کی طرح

برزخی بصیرت اور غیبی مشاہدات تک رسائی حاصل کروں۔ میں تیس سال کی زحمت و مشقت کے بعد اس کام میں کامیاب ہوا ہی تھا کہ مجھ کو موت آگئی۔ اب مجھ سے یہ کہا جاتا ہے کہ: جب تک اس شخص نے تم کو تذکر نہیں دیا تو تم خواہشات نفس کا شکار بنے رہے اس کے بعد تم نے تیس سال برزخی حالات کا مشاہدہ کرنے کیلئے گزار دیئے۔ اب مجھ کو یہ بتاؤ کہ تم نے خدا کیلئے کونسا خالص عمل انجام دیا ہے؟"

خدا کیلئے اچھے بنو!

عصر حاضر کے اخلاق و عرفان کے ایک استاد فرماتے ہیں کہ: میں نے جناب شیخ سے سوال کیا کہ یہ بتائیے میں کیسا ہوں؟ شیخ نے جواب میں فرمایا: جناب شیخ تمہارا دل اچھا بننا چاہتا ہے، لیکن صرف خود کیلئے ہے، تم خدا کیلئے اچھا بننے کی کوشش کرو"

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جناب شیخ کس طرح بصیرت الٰہی کے ذریعہ توحید و شرک کی باریک حدود سے آشنا تھے اور لوگوں کو متنبہ کیا کرتے تھے کہ یہ حدود وہ صراط ہیں جو بال سے زیادہ باریک ہیں اور اس کے علاوہ توحید اور جنت کی حقیقت تک رسائی کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

خدا کیلئے زیارت کرنے جاؤ

شیخ کے ایک شاگرد نقل کرتے ہیں کہ: میں نے ایک روز شیخ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو ایک ساتھ حضرت امام رضا علیہ

السلام کی زیارت سے مشرف ہوں؟

فرمایا: "میری اجازت میرے بس میں نہیں ہے"

ابتداء میں تو مجھ حقیر پر ان کی یہ بات بہت گراں گزری کہ یہ کس طرح فرماتے ہیں کہ: میری اجازت میرے اختیار میں نہیں ہے، لیکن کچھ مدت کے بعد میں نے سمجھا کہ بندۂ (خدا) ارادۂ حق کے علاوہ اپنے ارادہ سے نہیں چلتا اور اس کے تمام کام خدا کی اجازت اور اس کی رضا کیلئے ہوتے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد اخلاص اور آنحضرت کی زیارت کے بارے میں گفتگو ہونے لگی تو انہوں نے فرمایا: اگر ہم خدا کیلئے زیارت سے مشرف ہوں اور خدا کے علاوہ ہماری نظر میں کوئی چیز نہ ہو تو حضرت ایسے زائر کی زیارت کو ایک اور طریقے سے قبول کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ جب میں خدا کے علاوہ کسی اور چیز کو نظر میں نہ رکھ کر زیارت سے مشرف ہوا تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھ پر ایسی عنایت کی کہ میں کثرت محبت کی وجہ سے باغ باغ ہوگیا اور اگر اس محبت کی کوئی شکل وصورت ہوتی تو میں تم کو وہ صورت دکھلاتا لیکن اگر اس محبت کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کرنا چاہتے ہو اور درک کرنا چاہتے ہو تو اپنا تزکیہ نفس کرو اور خود کو خالص بناؤ تاکہ تم کو یہ معلوم ہو کہ میں نے کیا دیکھا ہے؟!

اخلاص کے آثار

شیخ کا تکیہ کلام یہ جملہ "من کان للہ کان اللہ لہ"[1] تھا جو شخص سوفیصد خدا کے لئے

۱۔ یہ جملہ۔ بحار الانوار، ج ۸۲ ص ۱۹۸، وافی، ج ۵ ص ۷۸۳، روضۃ المتقین، ج ۲ ص ۱۹۵ میں معصومؑ ==

کام کرے گا خدا بھی اسی کا ہو گا اور فرمایا کرتے تھے کہ: تم خدا کیلئے ہوجاؤ گے تو خدا اور ملائکہ تمہارے لئے ہوجائیں گے۔

اور کبھی فرمایا کرتے تھے کہ: "اگر انسان اپنے عمل میں کامیاب نہ ہو تو بھی اس کی گفتگو دوسرے شخص میں اچھا اثر چھوڑے گی"

ہدایت الٰہی

شیخ نے اخلاص کی سب سے اہم برکت خدا کی خاص ہدایت کو بیان فرمایا ہے اور اسی پر عقیدہ رکھتے ہوئے شیخ اس آیت کو سند کے طور پر پیش کیا کرتے تھے کہ: "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا" اور جن لوگوں نے ہمارے حق میں جہاد کیا ہے ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت کرینگے۔ (سورۂ عنکبوت/ آیت ٦٩)۔

اور آپ مطلب کی اس طرح تشریح کیا کرتے تھے کہ: "اگر تم خدا کیلئے قیام کرو گے تو تمام عالم خلقت تمہاری راہ کی دلیل ہونگے چونکہ ان کا کمال تمہارے اندر فنا ہوجانا ہے جو کچھ ان کی فطرت میں موجود ہے وہ کمال واقعی تک پہونچنے کی خاطر تمہارے حوالے کردینگے۔ اگر انسان خدا کیلئے قیام کرے تو تمام عالم اس شخص کی راہ میں صف بستہ کھڑے ہوجائیں گے تاکہ جو کچھ ان کے پاس ہے وہ اس کو پیش کریں اور اس کے راہنما ہوں۔

اخلاص کے سب سے بلند مرتبہ کیلئے شیخ خدا کی خاص ہدایت کے حاصل کرنے

== سے منسوب کیے بغیر جملہ "کماوردو یا قدوردو" کے ساتھ نقل ہوا ہے جو اسکے حدیث ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ صدر المتالہین شیرازی نے تفسیر قرآن کریم ج ١ ص ٤٧ پر اس کو پیغمبر اکرمؐ سے منسوب فرمایا ہے۔ اخلاق محتشمی، مؤلف خواجہ نصیرالدین طوسی، باب ١٢ ص ١٣٢ پر نقل ہوا ہے لیکن کسی معصوم سے کوئی نسبت نہیں دی گئی ہے۔

"جس کو تربیت خاص کہاجاتا ہے" کو ضروری سمجھتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنی تمام کوششوں میں خدا کے سوا کوئی ہدف نہیں رکھنا چاہیئے یہاں تک کہ اپنے کمال کو بھی مدنظر نہ رکھے۔ اس بارے میں شیخ فرمایا کرتے تھے کہ: "انسان جب تک اپنے کمال کو مدنظر رکھے گا وہ کسی حقیقت تک نہیں پہونچ سکے گا۔ انسان کے پاس جو کچھ ہے اسے حتی الامکان خدا تک رسائی میں خرچ کرنا چاہیئے۔ اس صورت میں خداوند عالم انسان کی اپنے لئے تربیت کرتا ہے"

عمل میں خدا کا خیال ہونا

جناب شیخ بہت زیادہ فرمایا کرتے تھے کہ: جب تم کو خدا کی معرفت ہوجائے تو جو کچھ تم عمل انجام دو خالصانہ اور عاشقانہ انجام دو۔ یہاں تک کہ اپنے کمال کو بھی مدنظر نہ رکھو چونکہ نفس بہت ہوشیار اور پیچیدہ ہوتا ہے۔ وہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا جس طرح بھی ہو وہ اس عمل کو انجام دینے میں کود پڑتا ہے۔

جب تک انسان خود کو دوست رکھے گا اور اپنا ہی خیال رکھے گا اس وقت تک اس کے تمام کام نفسانی ہیں اور اسکے اعمال سے خدا کی بو نہیں آتی، لیکن اگر انسان خود خواہی کو چھوڑ کر خدا خواہ ہوجائے تو اسکے کام الہی ہوں گے اور اسکے اعمال سے خدا کی محبت دکھائی دے گی اور اس کی ایک نشانی ہے جو امام سید سجاد علیہ السلام کے اس کلام میں موجود ہے کہ آپ نے فرمایا: "وما اطیب طعم حبک"[1] "تیری محبت کا مزہ کتنا خوشگوار ہے۔

۱۔ مفاتیح الجنان، مناجات خمسۃ عشر، مناجات العارفین۔

شیطان پر غلبہ

خدا کیلئے عمل انجام دینے کی ایک برکت شیطان پر غلبہ پانا ہے. شیخ اس سلسلہ میں فرمایا کرتے تھے جو شخص خدا کیلئے قیام کرتا ہے تو نفس پچھتر لشکروں کے ساتھ اور شیطان اپنے لشکروں کے ساتھ اس کے عمل کو ضائع کرنے کی خاطر قیام کرتے ہیں. لیکن " جند اللہ ھم الغالبون " اللہ کا لشکر غالب ہونے والا ہے. عقل کے بھی پچھتر لشکر ہوتے ہیں اور مخلص بندہ کو ہرگز مغلوب نہیں ہونے دیتے. ارشاد خداوندی ہے کہ: " ان عبادی لیس لک علیھم سلطان [1] " میرے بندوں پر تیرا کوئی اختیار نہیں ہے۔

اگر تم خدا کے علاوہ کسی اور سے لگاؤ نہ رکھو تو نفس اور شیطان کی طاقتیں تم کو مغلوب نہیں کر سکتیں بلکہ تم خود ان پر غالب آجاؤ گے اور فرمایا کرتے تھے کہ: " ہر سانس لینے میں امتحان ہے دیکھو تم اس کو روحانی غرض سے آغاز کرتے ہو یا شیطانی غرض سے اس کو مخلوط کرتے ہو "

چشم دل کا کھلنا

جناب شیخ کا یہ عقیدہ تھا کہ جب تک انسان خدا کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف توجہ دیتا ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کو دوست رکھتا ہے تو حقیقت میں وہ مشرک ہے اور اس کا دل شرک سے آلودہ ہے اور اس کے بارے میں وہ آیہ کریمہ " انما المشرکون نجس [2] " بیشک مشرکین نجس ہیں۔ سے استدلال کیا کرتے تھے۔

۱۔ سورۂ حجر / آیت ۴۲۔ ۲۔ سورۂ توبہ / آیت ۲۸۔

جب تک انسان کے آئینہ دل پر غبار شرک ہوگا انسان حقائق ہستی کی معرفت حاصل نہیں کرسکتا. اس کے بارے میں شیخ فرمایا کرتے تھے: جب تک انسان کی توجہ غیر خدا کی طرف ہوگی وہ حقائق ہستی کی بہ نسبت نامحرم ہے اور باطن خلقت سے ناآشنا ہے:

حجاب راہ توئی حافظ از میان برخیز   خوشا کسی کہ در این راہ بی حجاب رود

اے حافظ راستہ کے حجاب تم ہی ہو لہذا درمیان سے ہٹ جاؤ وہ خوش قسمت ہے جو اس راہ میں بغیر حجاب چلے. لیکن اگر انسان خالص ہوجائے تو اس کے آئینہ دل سے غبار شرک دھل جائے گا اور وہ راز خلقت کا محرم ہوجائیگا۔

جناب شیخ اس بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ: اگر کوئی شخص خدا کیلئے کام کرے تو اس کی چشم دل کھل جاتی ہے. اگر تم اپنے دل کا خیال رکھو اور غیر خدا کو اس میں راہ نہ دو تو جو کچھ دوسرے نہیں دیکھ سکتے وہ تم دیکھو گے اور جو کچھ دوسرے نہیں سنتے وہ تم سنو گے۔

مادی اور معنوی برکتیں

قرآن کریم اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ اگر کوئی اہل دنیا بھی ہو تو اس کو یہ جان لینا چاہیئے کہ اطاعت خدا کرنے سے اس کی دنیا میں کمی نہیں آئیگی. بلکہ خدا کی اطاعت اس کو دنیا کے علاوہ ہمیشہ کیلئے حیات طیبہ بھی عطا کرے گی خدا کا فرمان ہے کہ: "من کان یرید ثواب الدنیا فعند اللہ ثواب الدنیا والآخرۃ[1]" جو انسان

۱۔ سورۂ نساء / آیت ۱۳۴۔

دنیا کا ثواب اور بدلہ چاہتا ہے (اسے معلوم ہونا چاہیئے) کہ خدا کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کا انعام ہے۔

دوسرے لفظوں میں: خداوند عالم کے پاس تمام چیزیں ہیں جس کے ساتھ خدا ہے اس کے پاس تمام چیزیں ہیں۔

شیخ کے ایک عقیدتمند کہتے ہیں کہ شیخ نے مجھ سے سوال کیا: تمہارا کیا شغل ہے؟

میں نے جواب دیا: میں بڑھئی ہوں۔

فرمایا: اس ہتھوڑے کو کیل پر خدا کی یاد میں مارتے ہو یا پیسہ کی یاد میں؟ اگر پیسہ کیلئے مارتے ہو تو تم کو پیسہ ہی ملیگا اور اگر خدا کی یاد میں مارتے ہو تو تم کو خدا بھی ملے گا اور پیسہ بھی ملیگا۔

خدا کیلئے درس دینا

شیخ کے ایک شاگرد نقل کرتے ہیں کہ: آیت اللہ بروجردی کے جنازہ میں بہت زیادہ لوگوں نے شرکت کی اور بڑی شان وشوکت سے ان کا جنازہ اٹھایا گیا۔ میں نے عالم معنی میں ان سے سوال کیا کہ خدا نے آپ کو کس طرح اس قدر بزرگی عطا فرمائی تو انہوں نے فرمایا: میں نے تمام طلبہ کو خدا کیلئے درس دیا۔

خدا نے ہمارا کام درست کیا

شیخ کے ایک عقیدتمند شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ: میرے بچہ کا نام سربازی (فوجی خدمت) کیلئے آگیا تھا۔ میں اس کے تمام امور کو انجام دینے کی خاطر نکلنے ہی والا تھا کہ

ایک مرد و عورت میرے پاس کسی قضیہ کو حل کرانے کی غرض سے آئے اور میں اس قضیہ کو حل کرنے میں لگ گیا: دوپہر بعد میرے فرزند نے آکر کہا: میں پولیس اسٹیشن کے پاس پہنچا ہی تھا کہ میرے سر میں اتنا درد ہوا کہ سر پر ورم آگیا ڈاکٹر نے معائنہ کیا اور خدمت کرنے سے معاف کردیا. جیسے ہی پولیس اسٹیشن سے باہر آیا تو گویا میرے سر میں درد اور ورم کا نام ونشان بھی نہ تھا. شیخ نے آخر میں یہ اضافہ کیا کہ: اگر ہم دوسروں کے کام درست کرینگے تو خدا ہمارے کام درست کرے گا۔

پانچویں فصل

اولیائے خدا کا ذکر

خداوند متعال کے ذکر و یاد کے بارے میں شیخ کی ایک خاص ہدایت تھی جس کی وہ مختلف موقعوں پر تاکید فرمایا کرتے تھے اگرچہ اس ہدایت کی احادیث اسلامی میں بہت زیادہ توضیح کی گئی ہے. لیکن شیخ نے اس اہم مسئلہ کا بذات خود تجربہ کیا ہے۔

اصل میں اس مرد الہی اور عبد صالح کی گفتار کی اہمیت ان کے ذاتی تجربہ کی وجہ سے ہے۔

دائمی حضور

جناب شیخ ہمیشہ اپنے شاگردوں کی اس طرح تربیت کیا کرتے تھے کہ ان کو ہمیشہ خداوند عالم کے حضور میں دیکھنا چاہتے تھے. درحقیقت یہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ: " اذکروا اللہ ذکراً خاملاً . قیل: وما الذکر الخامل؟ قال: الذکر الخفی " خدا کو خامل ذکر کے ساتھ یاد کرو. عرض کیا گیا: ذکر خامل سے کیا مراد ہے؟ تو فرمایا: مخفی طور پر خدا کو یاد کرنا[1]۔

دوسری حدیث میں آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "یفضل الذکر الخفی

۱۔ میزان الحکمہ ۲۳۹۱/۱۳۵۲/۱۸۹۹/۴ اور ح ۳۹۳۶۔

الذی لا تسمعه الحفظة علی الذی تسمعه سبعین ضعفاً " وہ ذکر خفی جس کو کراما کاتبین فرشتہ بھی نہ سن سکیں یہ اس ذکر سے ستر مرتبہ بہتر ہے جس کو وہ سنتے ہوں (۱)۔

ذکر خفی کی فضیلت اور برتری ذکر جلی پر آشکار اور واضح ہے اور اس کی اہمیت ہی کی وجہ سے انسان اپنے نفس کو پاک کرتا ہے. زبانی ذکر کرنا آسان ہے لیکن خاص طور سے ذکر قلبی کا باقی رکھنا بہت مشکل ہے اسی بناپر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس کو بہت مشکل کام بتلایا ہے:

بندوں کے کاموں میں تین چیزیں بہت سخت ہیں: مؤمن کا انصاف کرنا، انسان کا اپنے بھائی کی مالی مدد کرنا اور ہرحال میں خدا کا ذکر کرنا. اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان گناہ انجام دینے کا ارادہ کرے تو اس وقت

خدا کو یاد کرلے تو خدا کی یاد اس کو گناہ انجام دینے سے روک دیگی اور یہی خداوند عالم کے اس فرمان کا مطلب ہے کہ: جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں جب ان کو شیطان کوئی وسوسہ کرتا ہے تو وہ خدا کو یاد کرتے ہیں اور بابصیرت ہوجاتے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے انصاف، مواسات (مالی امداد) اور ذکر دائمی کو سب سے سخت خدائی فریضہ قرار دیا ہے اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ: ہرحال میں خدا کا ذکر کرنے سے میری مراد زبانی ذکر کرنا نہیں ہے اگرچہ زبانی ذکر بھی خدا کا ذکر شمار کیا جاتا ہے. حدیث یہ ہے:" اما انـی لا اقول: سبحان الله، والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر، وان کان هذا من

۱۔ میزان الحکمہ ۲۴۵۴/۱۳۳۲/۱۸۵۶/۴۔

ذاک، ولکن ذکر اللہ فی کل موطن اذا ھمجت علی طاعتہ او معصیتہ " خدا کو یاد کرنے سے مراد " سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر " کہنا نہیں ہے اگرچہ یہ بھی ذکر ہے لیکن خدا کو یاد کرنے سے مراد اطاعت اور عصیان الٰہی کے ارتکاب کے وقت خدا کو یاد کرنا ہے۔ انسان کیلئے سب سے زیادہ دشوار کام یہ ہے کہ وہ ہر حال میں خود کو خدا کے حضور میں دیکھے اگر انسان کیلئے یہ حالت پیدا ہوجائے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ ہوائے نفس اور شیطان اس پر غلبہ کرلے اور اس کو اپنے پروردگار کی نافرمانی کیلئے آمادہ کرے۔

نفس اور شیطان سے رہائی کی راہ

جناب شیخ فرمایا کرتے تھے کہ: نفس کے شر سے چھٹکارا ہمیشہ خدا کی یاد میں زندگی بسر کرنے ہی سے مل سکتا ہے. جب تک انسان خدا کو یاد کرتا رہے گا اور اس کا سلسلہ خدا سے متصل رہے گا اس وقت تک نفس اس کو دھوکا نہیں دے سکتا ہے۔

جناب شیخ اکثر اوقات مندرجہ ذیل آیہ کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا کرتے تھے کہ: " ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطاناً فھو لہ قرین [1] " اور جو شخص اللہ کے ذکر کی طرف سے منہ پھیر لیگا. ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کردیں گے جو اس کا ساتھی اور ہم نشین ہو گا۔

اور فرمایا کرتے تھے کہ: " جب انسان کی توجہ خدا سے ہٹ جاتی ہے تو نفس اور شیطان اس کی تلاش میں ہوتے ہیں. اس وقت وہ اس کے دل پر تصرف کرتے ہیں

۱۔ سورۂ زخرف / آیت ۳۶۔

اور اپنا کام شروع کردیتے ہیں"

مجھ سے دستبردار ہوجاؤ

شیخ کے ایک شاگرد جناب شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ: میں نے اپنے نفس کو عالم معنی میں دیکھا میں نے اس سے کہا: مجھ سے دستبردار ہوجاؤ۔

اس نے جواب دیا: مگر تمہیں نہیں معلوم کہ میں جب تک تم کو ہلاک نہیں کردونگا اس وقت تک تم سے دستبردار نہ ہونگا۔

شاید اسی مکاشفہ کی وجہ سے شیخ ان اشعار سے بہت زیادہ دلچسپی رکھتے تھے:

در دبستان ازل حسن تو ارشادم کرد ‏ ‏ ‏ ‏ بہر صیدم زکرم لطف تو امدادم کرد

نفس بد طینت من مایل ہر باطل بود ‏ ‏ ‏ ‏ فیض بخشی تو از دست وی آزادم کرد

مکتب ازل میں، تیرے حسن نے میری راہنمائی کی، تیرے لطف نے فریب نفس کے دام میں گرفتار ہونے سے میری مدد کی۔ میرا بدطینت نفس ہر بیکار کام کی طرف راغب تھا، تیرے فیض نے مجھ کو اس سے نجات دلائی۔

خداوند عالم کا فیض بھی اسی شخص پر نازل ہوتا ہے جو ہمیشہ اس کی یاد میں رہتا ہے۔ خدا کی یاد جب دل میں داخل ہوتی ہے تو سب سے پہلے وہ دل سے شیطانی وسوسوں اور نفس کی آلودگیوں کو دور کرتی ہے اور اس کو فیاض مطلق سے فیض حاصل کرنے کیلئے آمادہ کرتی ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: "اصل صلاح القلب

اشتغاله بذکر الله [1] "قلب کی بھلائی کی بنیاد، اسکا خدا کی یاد میں مصروف ہونا ہے۔

جب انسان ہمیشہ خدا کی یاد میں رہنے کا احساس کرنے لگتا ہے تو وہ نفس اور شیطان کی قید سے آزاد ہوجاتا ہے جس آزادی کی وجہ سے اس کی تمام بیماریوں کا علاج ہوجاتا ہے۔

حضرت امام علیؑ کا فرمان ہے کہ: "ذکر الله مطردة الشیطان " یاد خدا سے شیطان دور ہوجاتا ہے"[2]۔

اور: "ذکر الله دواء اعلال النفوس " یاد خدا انسان کی بیماریوں کی دوا ہے"[3]۔

"یا من اسمه دواء وذکره شفاء " اے وہ ذات جس کا نام دوا ہے اور جس کا ذکر شفا ہے"[4]۔

مسلسل خدا کا ذکر دل کو حیات انسانی عطا کرتا ہے اور اس کو نورانی کرتا ہے، جان کو قوت عطا کرتا ہے، صاحب دل کو اپنے خدا سے مانوس کرتا ہے اور آہستہ آہستہ انسان کو عشق و محبت کی کیمیا عطا کرتا ہے۔

" عارف باللہ اور روح انسان کی تمام بیماریوں سے آگاہ " حضرت علی علیہ السلام اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: "من ذکر الله سبحانه احیی الله قلبه ونور عقله ولبّه " جو اللہ کا ذکر کریگا خدا اسکے دل کو زندہ کریگا اور اس کی فکر و عقل کو روشن کریگا۔

اور: "مداومة الذکر قوت الارواح " مسلسل خدا کا ذکر کرنا روحوں کی غذا ہے[5]، "الذکر مفتاح الانس "ذکر خدا انس کی کنجی ہے"[6]، "من اکثر ذکر الله

۱۔ میزان الحکمہ ۴/۱۸۳۶/۱۳۳۰/۶۳۹۳۔
۲۔ میزان الحکمہ ۴/۱۸۵۰/۱۳۳۰/۶۳۲۷۔
۳۔ میزان الحکمہ ۴/۱۸۵۶/۱۳۳۰/۶۳۱۸۔
۴۔ میزان الحکمہ ۴/۱۸۵۶/۱۳۳۰/۶۳۱۹۔
۵۔ میزان الحکمہ ۴/۱۸۸۴/۱۳۳۰/۶۳۳۳۔
۶۔ میزان الحکمہ ۴/۱۸۵۰/۱۳۳۰/۶۳۲۲۔

احبہ " جو بہت زیادہ خدا کی یاد میں رہتا ہے خدا اس کو دوست رکھتا ہے "[1]۔

مختصر طور پر جو کچھ بیان کیا گیا وہ انسان کی زندگی کے سنوارنے میں یاد خدا کی برکتوں کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے، لیکن بیان شدہ مطالب کے بارے میں غور و فکر کرنے سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ خدا کی یاد میں بسر ہونے والے لحظات کی کتنی قیمت ہے اور جس لحظہ میں خدا کا ذکر نہ ہو وہ ہمارے لئے کتنا نقصان دہ ہے۔

نیند میں خدا کو یاد کرنا

ڈاکٹر ثباتی کہتے ہیں کہ: جلسہ میں شرکت کرنے والے ایک شخص کے مکان پر ہم لوگوں کی دوپہر کو دعوت تھی. کھانا کھانے کے بعد سب لوگ آرام کرنے لگے میں بھی لیٹا ہوا تھا. میری آنکھوں میں نیند تھی اور میں ذکر خدا میں مشغول تھا اور اس کے بارے میں فکر کررہا تھا. اسی موقع پر میرے سامنے تشریف فرما شیخ صاحب نے مجھ کو دیکھ کر اپنے دوستوں کو نصیحت کی کہ: نیند میں بھی خدا کو یاد کرنا چاہیئے. میں نے اس جملہ " نیند میں بھی خدا کو یاد کرنا چاہیئے " کو صرف اسی جلسہ میں شیخ سے سنا بقیہ کسی جلسہ میں ان سے سنا ہو تو مجھے یاد نہیں ہے۔

برزخ سے پیغام

شیخ کے ایک دوست نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ایک دن فرمایا: میں نے ایک جوان کو برزخ میں یہ کہتے سنا کہ: تمہیں نہیں معلوم کہ یہاں پر کیا ہورہا ہے جب اس

۱۔ میزان الحکمہ ۴/۱۸۵۲/۱۳۴۰/۶۳۴۵۔

مقام پر پہنچو گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ جس لحہ کو تم نے خدا کی یاد کے بغیر گزارا وہ تمہارے نقصان میں تمام ہوا ہے۔

بعض اذکار کی خاصیت

جب شیخ کے مکتب میں اذکار کی خاصیتوں کی بات آتی ہے تو ہم کو یہ فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ آپ کا مکتب، مکتب محبت تھا مکتب نتیجہ نہیں اور نتیجہ تک صرف وہی پہونچ سکتا ہے جو صرف خدا کو یاد کرتا ہو، یہاں تک کہ سیر و سلوک سے اپنے کمال کو بھی مدنظر نہ رکھتا ہو لہذا ذکر کا اثر کچھ بھی ہو لیکن خدا کے علاوہ اس چیز سے کوئی اور ہدف نہیں ہونا چاہیئے۔

دو ذکروں کا اہتمام

شیخ کے ایک عقیدتمند شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ: شیخ "استغفار" اور "صلوات" کی بہت زیادہ اہمیت کے قائل تھے اور فرماتے تھے کہ یہ دو ذکر زاہد کی پرواز کرنے کے دو پر ہیں۔

اور شیخ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ: "جو شخص بھی اپنی زندگی میں بہت زیادہ صلوات بھیجے گا اس کی موت کے وقت رسول خداؐ اس کے لبوں کا بوسہ لیں گے"۔

نفس پر غلبہ پانے کیلئے

۱/ ہمیشہ ذکر "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" کرنا

۲/ ہمیشہ ذکر "یادائم یا قائم" کرنا۔

۳/ سرکش نفسوں کی سرزنش کیلئے صبح و شب ۱۲ مرتبہ یا سو مرتبہ "اللھم لک الحمد والیک المشتکی وانت المستعان" پڑھنا۔

۴۔ ہر شب سو مرتبہ "یا زکی الطاھر من کل آفۃ بقدسہ" پڑھنا۔

آخری ذکر کی، نفس پر غلبہ پانے کیلئے، شیخ نصیحت کیا کرتے تھے کہ: "میں نے خود اسی ذکر کو اپنا ورد قرار دیا اور اسی سے آغاز عمل کیا۔ یہاں تک کہ میں نے اس ذکر کو اتنی مرتبہ پڑھا کہ میرا نفس مر گیا اور میں نے خود سے کہا: میں اس ذکر کو اتنی مرتبہ پڑھونگا کہ میرا وجود معدوم ہو جائے اور اگر کبھی انسانی فطرت کے تقاضے کے مطابق اس کے پڑھنے سے دریغ کیا تو اپنے نفس کو زندہ پایا اور یہ بات معلوم ہے کہ جو شخص دنیا کی طرف زیادہ متوجہ ہوگا اس کا نفس قوی ہو جائیگا اور اس ذکر کا نفس پر غلبہ پانے کیلئے پڑھنا مؤثر ہے"۔

نامحرم کو دیکھتے وقت شیطانی وسوسہ پر غلبہ

ڈاکٹر فرزام نقل کرتے ہیں: جناب شیخ رجب علی نامحرم کو دیکھنے کے بعد ذکر "یا خیر حبیب و محبوب صلی علی محمد و آلہ" کو پڑھنا بہت مؤثر سمجھتے تھے اور متعدد مرتبہ انہوں نے اس ذکر کی مجھ کو پڑھنے کی نصیحت فرمائی تاکہ میں شیطانی وسوسہ سے امان میں رہوں۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ: اگر تمہاری نظر نامحرم پر پڑ جائے اور وہ تم کو اچھی نہ لگے تو تم مریض ہو اور اگر اچھی لگے تو فوراً اپنی آنکھوں کو بند کرلو۔ اپنا سر نیچا کرلو اور کہو: یا خیر حبیب...، یعنی خدایا میں تجھ کو دوست رکھتا ہوں یہ ادھر ادھر کی چیزیں کچھ نہیں

ہیں۔ یہ دوستی کے لائق نہیں ہیں۔

خدا سے محبت کرنے کیلئے

دل میں خدا کی محبت ایجاد کرنے کیلئے چالیس شب ہزار مرتبہ صلوات پڑھے۔
صفائے باطن کیلئے جناب شیخ صبح کے وقت سورۃ "صافات" اور رات میں سورۃ "حشر" کی تلاوت کو مفید جانتے تھے. شیخ کے ایک عقیدتمند نقل کرتے ہیں کہ شیخ نے مجھ سے فرمایا: رات میں سورۃ حشر پڑھا کرو. اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اسم اعظم اسی سورۃ مبارکہ کی آخری آیتوں میں ہے۔

امام زمانہؑ کی خدمت میں شرفیاب ہونے کیلئے

قرآن کریم کی اس آیہ کریمہ: "رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیراً" پروردگارا مجھے اچھی طرح سے آبادی میں داخل کر اور بہترین انداز سے باہر نکال اور میرے لئے ایک طاقت قرار دے جو میری مدد گار ثابت ہو.[1] کی چالیس شب تک سو مرتبہ قراءت کرنا۔
نقل کے مطابق شیخ کے بعض شاگردوں نے اس ذکر کو ہمیشہ پڑھا تو وہ امام زمانہؑ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہم ذیل میں دو نمونے ذکر کررہے ہیں:
۱/ آیت اللہ زیارتی کا امام علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونا
شیخ کے ایک شاگرد نقل کرتے ہیں کہ: جناب شیخ نے مرحوم آیت اللہ زیارتی کو

۱۔ سورۃ اسراء / آیت ۸۰۔

مهدی شہر میں امام ولی عصر ۔ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی زیارت سے مشرف ہونے کا طریقہ بتایا تھا (ظاہراً وہی ذکر ہے جس کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں) آیت اللہ زیارتی عمل انجام دینے کے بعد شیخ کی خدمت اقدس میں تشریف لے گئے اور عرض کیا کہ میں نے عمل انجام دیا لیکن کامیاب نہ ہوسکا. شیخ نے فرمایا: جس وقت آپ مسجد میں نماز ادا کررہے تھے تو ایک سید نے آپ سے فرمایا تھا کہ: بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا مکروہ ہے اور آپ نے جواب میں عرض کیا تھا: "کل مکروہ جائز" ہر مکروہ کام جائز ہے. وہی امام زمانہؑ تھے۔

۲/ ایک دوکاندار کا زیارت سے مشرف ہونا

دو دوکانداروں نے ایک سید خاندان کی زندگی کا خرچ پورا کرنے کا عہد کیا ان دوکانداروں میں سے ایک نے جناب شیخ کا امام زمانہ ۔ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف۔ کی زیارت سے مشرف ہونے کا بتایا ہوا ذکر پڑھنا شروع کردیا چالیسویں رات سے پہلے سید کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا اس کے پاس آیا اور کہا مجھے ایک بٹی صابن دیدیجئے ۔ دوکاندار نے کہا: تمہاری والدہ نے بھی صرف ہم کو پہچان لیا ہے وہ شخص ہے اس نے دوسرے دوکاندار کی طرف اشارہ کیا. اس سے بھی لے سکتے ہو!

یہ شخص کہتا ہے: میں رات میں جب سو گیا تو ناگہاں مجھ کو صحن سے آواز آئی میں اٹھ کر باہر آیا تو کوئی نہ تھا. میں پھر سو گیا پھر مجھ کو میرا نام لیکر پکارا... یہاں تک کہ جب تیسری مرتبہ آواز آئی تو میں نے گھر کا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک سید چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے کھڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ: "ہم اپنے بچوں کی زندگی کا خرچ خود دے سکتے ہیں لیکن تم کو کسی ہدف تک پہونچانا چاہتے ہیں"

مشکلوں کو دور کرنے اور بیماریوں کا علاج کرنے کیلئے

ڈاکٹر فرزام کہتے ہیں کہ: جناب شیخ قرآن کی بعض آیتوں اور دعاؤں کے جملوں کو صلوات کے ساتھ ذکر کے عنوان سے اور مشکلوں کو حل کرنے اور بیماریوں کے علاج کیلئے نصیحت فرمایا کرتے تھے جیسے :" رب انی مغلوب فانتصر وانت خیر الناصرین"

جب کبھی میں مشکلوں میں گرفتار ہوتا تھا تو فرماتے تھے اس ذکر " رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین " کو پڑھو۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ: ان اذکار کو صلوات کے ساتھ پڑھا کرو۔

یا اگر میرے بچے بیمار ہوجایا کرتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ یہ ذکر :" یا من اسمه دواء وذکره شفاء صل علیٰ محمد وآله محمد " پڑھو۔

گرمی اور سردی کو دور کرنے کیلئے

شیخ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ: میں نے مکہ معظمہ کے اپنے پہلے سفر میں ان کی خدمت میں عرض کیا گرمی کی شدت سے بچنے کیلئے کیا کرنا چاہیئے ؟ تو آپ نے مندرجہ ذیل آیتوں سے متوسل ہونے کیلئے فرمایا:

" سلام علی ابراهیم کذلک نجزی المحسنین "[1] سلام ہو ابراہیم پر۔ ہم اسی اچھے عمل کرنے والوں کو جزاء دیا کرتے ہیں۔ " یا نار کونی برداً وسلاماً علیٰ ابراهیم "[2] تو ہم نے بھی حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم کیلئے سرد ہوجا اور سلامتی کا سامان بن جا۔

۱۔ سورۂ صافات / آیت ۱۰۹۔ ۲۔ سورۂ انبیاء / آیت ۶۹۔

چھٹی فصل

اولیائے خدا کی دعا

جناب شیخ کا لوگوں کی تربیت کرنے کا سب سے اہم دستور العمل خداوند عالم سے خلوت میں منظم پروگرام کے تحت دعا اور مناجات کرنا تھا. جس کو آپ " خانہ خدا میں گدائی " سے تعبیر کیا کرتے تھے اور تاکید فرماتے تھے کہ: " رات میں ایک گھنٹہ دعا پڑھا کرو اگر دعا پڑھنے کی طاقت نہیں ہے تو بھی خدا کے ساتھ خلوت کرنے کو ترک نہ کرنا "

اور فرمایا کرتے تھے کہ: سحر اور رات کے آخری ایک تہائی حصہ میں بیدار رہنے کے عجیب آثار ہیں، سحر کے وقت گدائی کرنے سے تمہاری دلخواہ چیز حاصل ہوجائیگی، سحر میں گدائی کرنے سے ہرگز کوتاہی نہ کرنا اس لئے کہ سب کچھ اسی میں ہے. عاشق کو کبھی نیند نہیں آسکتی ہے اور نہ ہی وصال محبوب کے علاوہ وہ کسی چیز کو طلب کرتا ہے. ملاقات اور خدا تک رسائی کا وقت سحر کا وقت ہے "

ہر گنج سعادت کہ خدا داد بہ حافظ از یمن دعائے شب و ورد سحری بود

خدا نے حافظ کو جو بھی خوشبختی کا خزانہ دیا وہ رات کی دعا اور وقت سحر کی مناجات کی وجہ سے تھا۔

جناب شیخ کی دعائیں

جن دعاؤں کو جناب شیخ خود پڑھتے تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

دعائے یستشیر، دعائے عدیلہ، دعائے توسل، مناجات امیر المؤمنین علیہ السلام در مسجد کوفہ جو " اللهم انی اسالک الامان یوم لاینفع مال ولا بنون " سے شروع ہوتی ہے اور مناجات خمس عشر امام سجاد علیہ السلام۔

اور امام سجاد علیہ السلام سے منسوب پندرہ مناجاتوں میں سے " مناجات مفتقرین " اور " مناجات مریدین " پڑھنے کی زیادہ تاکید فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ: ان پندرہ دعاؤں میں سے ہر ایک دعا خاص اثر رکھتی ہے۔

جناب شیخ کی ہمیشہ کی دعا

ڈاکٹر فرزام نقل کرتے ہیں کہ شیخ ہمیشہ مندرجہ ذیل دعا کو پڑھا کرتے تھے:

خدایا! ہماری تعلیم، تکمیل اور تربیت اپنے لئے فرما۔ اے خدا، اے پروردگار ہم کو اپنی ملاقات کیلئے آمادہ کر۔ شیخ عام طور پر شب جمعہ میں نماز کے بعد دعائے کمیل یا پندرہ مناجاتوں میں سے کوئی ایک مناجات یا مذکورہ دعاؤں کو پڑھا کرتے تھے اور اس کی تشریح بھی کیا کرتے تھے۔

دعائے یستشیر پڑھو

آیت اللہ فہری لکھتے ہیں کہ میں نے جناب شیخ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: میں نے خدا

کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے پروردگار ہر شخص اپنے محبوب سے راز و نیاز کرنا چاہتا ہے ہم بھی اس نعمت سے بہرہ مند ہونا چاہتے ہیں تو میں کونسی دعا پڑھوں؟
عالم معنا میں مجھ سے کہا گیا کہ: "دعائے یستشیر پڑھو" اسی وجہ سے آپ دعائے یستشیر کو بہت ہی مخصوص انداز میں پڑھا کرتے تھے۔

اسکا بہانہ تلاش کرو

جناب شیخ کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر انسان خدا کو چاہے اور اس کے علاوہ کسی پر قناعت نہ کرے تو آخر کار خدا اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اس کے مقصد تک پہونچا دیتا ہے اور اس کے بارے میں آپ مندرجہ ذیل مثال دیا کرتے تھے کہ: اگر بچہ اپنی ضد پر آگیا ہو تو اس کو آپ چاہے جتنا کھیل کود کے سامان دیں تب بھی وہ ضد کرے گا اور ان چیزوں کو اٹھا کر پھینک دیگا اور اتنا روئے گا یہاں تک کہ اس کا باپ اس کو آغوش میں اٹھالے گا اور اس کو پیار کرے گا تبھی اس کو سکون ہو گا لہذا دنیا کی اس چمک دمک کو مت چاہو، اس سے عذر خواہی کرو، آخر کار خداوند عالم تمہارا ہاتھ پکڑ کر تم کو سہارا دیگا اسی وقت انسان کو لذت حاصل ہوتی ہے۔

گریہ اور مناجات کی قیمت

جناب شیخ کا عقیدہ تھا کہ جب انسان خداوند عالم سے ملاقات اور گفتگو کے لائق ہو جاتا ہے تو وہ اپنے دل سے غیر خدا کی محبت نکال کر دور پھینک دیتا ہے اور جس شخص کا خدا اس کی خواہشات نفس ہوں وہ حقیقت میں "یا اللہ" نہیں کہہ سکتا

اور اس کے بارے میں شیخ فرمایا کرتے تھے کہ: گریہ اور مناجات کی اس وقت واقعی قیمت ہوتی ہے جب انسان اپنے دل سے غیر خدا کی محبت نکال دے۔ اس مدعا کو ثابت کرنے کیلئے مندرجہ ذیل مکاشفہ ملاحظہ فرمائیے:

"یا اللہ" کے جواب میں دو ریالی

آیت اللہ فہری جناب شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ: میں بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک فقیر نے مجھ سے کچھ مانگا جب میں نے اس کو کچھ دینے کیلئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو میرے ہاتھ میں ایک دو ریالی آگئی میں نے اس کو جیب میں ہی چھوڑ کر نصف ریالی اس کو دیدی۔ نماز ظہر ادا کرنے کے بعد جب میں نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھا کر کہا: "یا اللہ" تو مجھ کو سکہ دو ریالی دکھلایا گیا جس کو میں نے جیب میں چھوڑ دیا تھا۔

اس مکاشفہ میں چند نکتہ قابل غور ہیں:

۱) خواہشات نفس کا خدا قرار پانا جیسا کہ قرآن کریم اس نکتہ کی طرف اشارہ کرتا ہے: "افرایت من اتخذ الٰهه هواه" کیا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش ہی کو اپنا خدا بنالیا ہے[1]۔

۲) جس قدر بھی انسان خواہشات نفس کی پیروی کرے گا اسی کے مطابق وہ خدا کا بندہ نہیں ہے بلکہ اس چیز کا بندہ ہے جس کو وہ چاہتا ہے اسی طرح "خدا" عالم کشف میں "دو ریالی" میں تبدیل ہوجاتا ہے۔

۳) اس چیز کو خرچ کرنا زیادہ اہم ہے جس کو انسان دوست رکھتا ہے مؤمن کو راہ

۱۔ سورۂ جاثیہ / آیت ۲۳۔

خدا میں اپنی محبوب وپسندیدہ چیز دینا چاہیئے ورنہ بے اہمیت چیز کے دینے سے کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ قرآن کریم میں آیت موجود ہے کہ:- لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون " تم نیکی تک نہیں پہونچ سکتے جب تک اپنی محبوب چیزوں میں سے راہ خدا میں انفاق نہ کرو[1]"۔

خدا سے انس کا راستہ

جناب شیخ کا عقیدہ تھا کہ خدا سے انس کی راہ مخلوق کے ساتھ احسان کرنا ہے اگر کوئی شخص دعا کے موقع پر حال پیدا کرنا چاہتا ہے اور خدا کے ذکر ومناجات سے لذت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے خلق خدا کی خدمت کرنی چاہیئے اور اس کے بارے میں شیخ فرمایا کرتے تھے کہ:اگر خدا سے بہرہ مند ہونا چاہتے ہو اور اس سے انس اور اس کی مناجات میں شریک ہونا چاہتے ہو تو مخلوق کے ساتھ احسان کرو. اگر حقیقت توحید تک رسائی چاہتے ہو تو خلق خدا کے ساتھ احسان کرو. اور احسان کرنے کا طریقہ اہلبیت علیہم السلام سے حاصل کرو:" ویطعمون الطعام علیٰ حبه مسکیناً ویتیماً واسیراً انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاءً ولا شکوراً" یہ اس کی محبت میں مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم صرف اللہ کی رضا کی خاطر تم کو کھلاتے ہیں اور نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ[2]۔

اور نیز فرمایا کرتے تھے کہ: انجام فرائض کے بعد جو چیز انسان میں بندگی خدا کی حالت پیدا کرتی ہے وہ لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔

۱۔ سورۂ آل عمران / آیت ۹۲۔ ۲۔ سورۂ انسان / آیت ۸ اور ۹۔

خدا سے کیا طلب کریں؟

دعا کرتے وقت سب سے اہم بات یہ ہے کہ دعا کرنے والے کو یہ معرفت ہونی چاہئے کہ وہ خدا سے راز و نیاز کرنے میں اس سے کیا کہے اور اس سے کیا طلب کرے؟ جناب شیخ دعاؤں کی تشریح کرتے وقت مندرجہ ذیل جملوں کا سہارا لیتے تھے: "یا غایة آمال العارفین" و "یا منتهیٰ امل الآملین" و "یا نعیمی و جنتی و یا دنیای وآخرتی"

اور انہیں کے مانند فرمایا کرتے تھے کہ: دوستو، ہوشیاری کرنا اپنے امام سے سیکھو دیکھو تمہارے امام کس طرح خدا سے راز و نیاز کرتے ہیں. میں تیری پناہ چاہتا ہوں، میں تجھ سے متصل ہوجاؤں، میں آیا ہوں کہ تجھ کو اپنے دل میں بٹھا لوں، میں تجھ کو دوست رکھتا ہوں. جناب شیخ اپنی دعا اور مناجات میں کہا کرتے تھے کہ: اے خدا ان کو اپنے وصل کا وسیلہ قرار دے۔

عاشق معشوق سے کیا چاہتا ہے؟

ڈاکٹر فرزام مندرجہ بالا مطلب کو شیخ سے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ: کبھی کبھی جناب شیخ عرفان کے عالی مطالب کو سمجھانے کیلئے سادہ مثالیں بیان فرمایا کرتے تھے. بطور مثال کہا کرتے تھے کہ:

ایک عاشق نے اپنے معشوق کا دروازہ کھٹکھٹایا. معشوق نے سوال کیا: کھانا چاہیئے؟ عاشق: نہیں. معشوق: پانی چاہیئے؟ عاشق: نہیں. معشوق: تو کیا چاہتے ہو؟ عاشق: میں تم کو چاہتا ہوں۔

دوستو، تمہیں مالک مکان سے دوستی کرنی چاہیئے اس کے زردہ پلاؤ سے کیا مطلب۔

سعدی کہتا ہے کہ:

گر از دوست چشمت بر احسان اوست   تو در بند خویشی نہ در بند دوست

اگر تمہاری نظر دوست کے احسان پر ہو تو تم اپنی فکر میں ہو نہ کہ دوست کی۔

فقط خدا کو دوست رکھو، ہر کام صرف خدا کیلئے انجام دو، خود اسی کے عاشق بنو یہاں تک کہ ثواب کی غرض سے بھی اس کی عبادت نہ کرو۔

اور کبھی میٹھی آواز میں مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ: " ایسا کام کرو کہ تمہاری زلف وہاں سنور جائے "

اور بڑی مناسبت سے خاص طور سے حافظ کے اشعار شاہد کے عنوان سے پیش کیا کرتے تھے جو بہت مؤثر واقع ہوا کرتے تھے جیسے:

گرت ہواست کہ معشوق نگسلد پیوند   نگاہ دار سر رشتہ تا نگہ دارد

بیکسی کا نعرہ لگاؤ

جناب شیخ فرمایا کرتے تھے کہ: جب تمہیں رات میں گدائی کرنے کی توفیق ہو تو بیکسی کا نعرہ لگاؤ اور یہ کہو : خداوندا میں نفس امارہ سے مبارزہ کرنے کی قدرت و توانائی نہیں رکھتا ہوں۔ نفس نے مجھ کو شکست دے دی ہے، میری فریاد کو پہنچ مجھ کو نفس امارہ کے شر سے رہا کر، اور اہلبیت علیہم السلام کا واسطہ قرار دے۔ اور اس آیت کی تلاوت فرمایا کرتے تھے :" ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی " نفس یقیناً برائیوں کا حکم دینے والا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے [1]۔

۱۔ سورۂ یوسف / آیت ۵۳۔

اہلبیتؑ سے توسل کرنے کا طریقہ

اکثر افراد اس بات سے ناواقف ہیں کہ اہلبیت علیہم السلام سے توسل کیوں کیا جاتا ہے؟ وہ اپنی زندگی کی مشکلوں کو دور کرنے کیلئے اہلبیت علیہم السلام سے متوسل ہوتے ہیں جبکہ ہمیں توحید اور خدا کی معرفت کے مراحل کو طے کرنے کیلئے اہلبیت علیہم السلام کی چوکھٹ پر سجدہ کرنا چاہیئے. توحید کا راستہ اتنا مشکل ہے کہ انسان روشنی اور رہنما کے بغیر اس راستہ کو طے نہیں کر سکتا ہے۔

زیارت عاشورا

اہلبیت علیہم السلام سے توسل کی خاطر جناب شیخ زیارت عاشورا پڑھنے کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے کہ: "عالم معنا میں مجھ کو زیارت عاشورا پڑھنے کی نصیحت کی گئی ہے" اور خود بھی نصیحت کیا کرتے تھے کہ: جب تک زندہ ہو زیارت عاشورا پڑھنا نہ چھوڑنا۔

جناب شیخ کے ایک شاگرد اس نصیحت کو عملی جامہ پہنانے کیلئے چالیس سال تک زیارت عاشورا پڑھتے رہے۔

دعا قبول ہونے کی شرط

دعا قبول ہونے کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ انسان حلال غذا کھائے ایک شخص نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا میں دعا قبول ہونے کو دوست رکھتا ہوں۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: "طھر ماکلک ولا تدخل بطنک الحرام" غذا

پاک کرو اور حرام غذا کو اپنے شکم میں جانے نہ ہونے دو۔

پہلے نمک کی قیمت ادا کرو

شیخ کے ایک عقیدتمند کہتے ہیں کہ: ہم کچھ افراد جمع ہو کر دعا و مناجات کے قصد سے بی بی شہربانو کے مزار مقدس پر گئے۔ تو ہم اپنے ساتھ روٹی اور کھیرے لئے ہوئے تھے اور کھیرے بیچنے والے سے کچھ نمک لیکر اوپر پہاڑ پر چلے گئے۔ جیسے ہی وہاں پہونچے تو شیخ نے فرمایا:

"اٹھو نیچے چلیں اس لئے کہ ہم کو واپس کیا جارہا ہے اور کہا گیا ہے کہ پہلے نمک کی قیمت ادا کرو اس کے بعد مناجات کرنا"

دعا کرنے والے کی ظرفیت

دعا کرنے والے کو اس اہم نکتہ کی طرف توجہ دینا چاہیئے کہ وہ جس چیز کے بارے میں خدا سے دعا مانگ رہا ہے وہ اس کے روحی ظرف کے مطابق ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ اگر وہ دعا اس کے ظرف کیلئے لازم نہ ہو تو یہ امکان ہے کہ دعا کے ذریعہ کسی مشکل میں گرفتار ہوجائے۔

شیخ کے ایک دوست نقل کرتے ہیں کہ: ایک زمانہ میں میرا کاروبار خراب ہوگیا تھا جس کی وجہ سے میں بہت پریشان تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز جناب شیخ نے مجھ سے سوال کیا: تم کیوں پریشان ہو؟ میں نے سارا قصہ سنایا۔ انھوں نے فرمایا: تم تعقیبات پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام سے

منسوب دعائے صباح پڑھا کرتا ہوں۔

فرمایا: دعائے صباح کے بجائے سورۂ حشر اور دعائے عدیلہ کو تعقیبات نماز میں پڑھا کرو یہاں تک کہ تمہاری مشکلیں رفع ہوجائیں۔ میں نے عرض کیا: دعائے صباح کو کیوں نہ پڑھا کروں؟

فرمایا: اس دعا میں بہت سے وہ فقرے اور نکات ہیں کہ قاری کو ان کے سمجھنے کی توانائی اور کشش رکھنا چاہیئے۔ حضرت امیر المؤمنینؑ اس دعا میں باری تعالیٰ سے درخواست کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: اے خدا مجھ کو ایسا دلسوز درد عطا کر کہ میں اس درد میں بھی تیری یاد سے غافل نہ ہوں۔ لہٰذا اس دعا کو ایک خاص ظرف کی ضرورت ہے اور تم نے اس ظرف کے بغیر دعائے صباح کو پڑھا۔ اس لئے تمہیں ان مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا اس وجہ سے تم دعائے صباح کے بجائے سورۂ حشر اور دعائے عدیلہ کو پڑھو انشاء اللہ تمہاری مشکلیں دور ہوجائیں گی۔

کچھ مدت کے بعد جب میں نے سورۂ حشر اور دعائے عدیلہ کو پڑھنا شروع کیا تو میرے ایک دوست نے مجھے دس ہزار تومان قرض دیئے ان سے میں نے اپنا کام کرنا شروع کیا۔ مکان بھی خریدا اور آہستہ آہستہ میرے تمام کام درست ہوگئے۔

دعا کرنے والے کا ادب

دعا کے بارے میں شیخ جن چیزوں کی نصیحت کیا کرتے تھے ان میں سے ایک یہ ہے کہ دعا کرنے والے کو باادب ہونا چاہیئے۔

ڈاکٹر فرزام اس کے بارے میں جناب شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ: "دعا میں خضوع

وخشوع ہونا چاہیے اور دو زانو ہو کر با ادب قبلہ رخ بیٹھنا چاہیے۔"

ایک مرتبہ میرے پیر میں کچھ تکلیف تھی اور میں چار زانو ہو کر بیٹھنا چاہتا تھا کہ آپ میرے پیچھے کمرہ میں تشریف فرما تھے کہ آواز آئی: ٹھیک سے بیٹھو، دعا کرتے وقت دو زانو بیٹھو اور ادب کا خیال رکھو۔

ساتویں فصل

اولیائے خدا کا احسان

لوگوں کی خدمت کرنا اہمترین تربیتی مسائل میں سے ایک ہے۔ اسلامی احادیث میں اس کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ رسول خداؐ فرماتے ہیں کہ: "خیر الناس من انتفع به الناس" "بہترین شخص وہ ہے جس سے لوگ استفادہ کریں"[1]۔

خلقت کا راز

جناب شیخ تربیت کے اس غیر معمولی رکن کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے شیخ کے ایک شاگرد نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں خداوند سے انس رکھتا تھا، میں نے التماس کی کہ خلقت کا راز کیا ہے؟ مجھ کو سمجھایا گیا کہ مخلوق کے ساتھ احسان کرنا خلقت کا راز ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: "بتقوی الله امرتم وللاحسان والطاعه خلقتم" "تم کو خدا سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے اور احسان اور اطاعت کرنے کیلئے تم کو پیدا کیا گیا ہے"[2]۔

شیخ کے ایک دوست کہتے ہیں کہ: میں نے ایک روز ان کی خدمت میں عرض کیا ہم کو بھی ہمارے کام آنے والی چیز عطا کر دیجئے وہ میرا کان پکڑ کر بولے: خلق خدا کی

۱۔ میزان الحکمہ ۳۴۳۵/۳۴۷۵/۳۶۸۸/۸۔ ۲۔ میزان الحکمہ ۱/۳۲۸/۳۱۶/۱۵۵۵۔

خدمت کیا کرو۔

جناب شیخ فرمایا کرتے تھے کہ: اگر حقیقت توحید تک رسائی چاہتے ہو تو خلق خدا کے ساتھ احسان کرو. توحید کا بار سنگین اور خطرناک ہے اور ہر ایک اس کو تحمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا. لیکن خلق کے ساتھ احسان کرنے سے اس کا تحمل کرنا آسان ہوجاتا ہے. اور کبھی کبھی مزاح کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ: "دن میں خلق خدا کے ساتھ احسان کرو اور رات میں اس کے گھر پر گدائی کیلئے جاؤ"

مرحوم فیض کاشانیؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

شب ہمہ شب زاری بر در پروردگار   روز چو شد یاری خستہ دلان فکار

رات بھر اپنے پروردگار کی بارگاہ میں گریہ وزاری اور دن میں مفلس و نادار کی مدد کرتے ہیں۔

تنگدستی میں انفاق

مخلوقات سے نیکی واحسان کے بارے میں روایات اسلامی میں جو کافی تاکید کی گئی ہے وہ تنگدستی میں انفاق کرنا ہے. اس بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: " ثلاثۃ من حقائق الایمان، الانفاق من الاقتار، وانصافک الناس من نفسک، وبذل العلم للمتعلم " تین چیزیں ایمان کی حقیقتوں میں سے ہیں:

۱۔ تنگدستی کی حالت میں انفاق کرنا۔   ۲۔ لوگوں کے ساتھ انصاف کرنا۔

۳۔ طالب علم کو تعلیم دینا۔

تنگ دستی کی حالت میں انفاق کے مؤثر ہونے اور انسان کی تعمیر میں اسکے اثر کو حافظ شیرازیؒ نے اس طرح بیان کیا ہے:

ہنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی کاین کیمیای ہستی قارون کند گدا را

روزہ رکھو اور صدقہ دو

حضرت امام کاظم علیہ السلام کے کسی ایک صحابی سے مروی ہے کہ: میں نے فقر دناداری کی شکایت کرتے ہوئے امام کی خدمت میں عرض کیا: میرے لباس نہ ہونے کی وجہ سے یہ حالت ہے کہ فلاں کے پاس دو لباس تھے اس نے ان میں سے ایک مجھے پہنایا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: "روزہ رکھو اور صدقہ دو"

میں نے عرض کیا: میرے دینی برادران جو کچھ مجھے عطا کریں کیا میں اس کو صدقہ میں دیدوں؟ چاہے کتنا ہی کم کیوں نہ ہو؟

فرمایا: خدا نے تجھ کو جتنی روزی دی ہے اس میں سے صدقہ دے جو کچھ ہو اس کو اپنے لئے ایثار کر۔

بے روزگار اہل وعیال والے کے ساتھ احسان

شیخ کے ایک دوست نقل کرتے ہیں کہ: میں کچھ مدت تک بے روزگار اور سخت مشکلوں میں گھرا ہوا تھا کہ ایک دن شیخ کے دولت کدہ پر پہونچا کہ شاید کوئی حل نکل آئے اور مجھ کو مشکلوں سے چھٹکارا مل جائے. جیسے ہی میں شیخ کے کمرہ میں پہنچا اور ان

کی مجھ پر نظر پڑی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: کیا تم پردہ دار ہو؟ میں نے ایسے پردہ دار بہت کم دیکھے ہیں؟ کیوں تمہارا خدا سے توکل اٹھ گیا؟ شیطان نے تم پر پردہ ڈال دیا تاکہ تم اوپر والے کو درک نہ کر سکو۔

میں شیخ کی گفتگو سے بہت متاثر ہوا اور میں منقلب ہوگیا، فرمایا: "تمہارا حجاب تو دور ہوگیا لیکن کوشش کرو کہ یہ حجاب دوبارہ نہ آنے پائے"

اس کے بعد فرمایا: "ایک شخص ایسا مریض ہے کہ کوئی کام نہیں کر پاتا اور اسے دو اہل و عیال کا خرچ پورا کرنا ہے، تم اپنی توانائی کے مطابق اس کے اہل و عیال کیلئے کچھ کپڑا خرید کر لاؤ"

میں کچھ کام کاج نہیں کر رہا تھا اور مالی حالت بہت زیادہ خراب تھی پھر بھی میں اپنے کپڑا بیچنے والے دوست کے پاس گیا اور اس سے کپڑا ادھار خرید کر شیخ کی خدمت میں حاضر کیا جیسے ہی میں نے کپڑے کو زمین پر رکھا تو انہوں نے میری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: افسوس کہ تمہاری برزخی آنکھیں کھلی ہوئی نہیں ہیں تاکہ تم دیکھتے کہ کعبہ تمہارا طواف کرتا ہے تم کعبہ کا طواف نہیں کرتے۔

ڈاکٹر شباتی کہتے ہیں کہ: شیخ خلق کے ساتھ احسان کرنے کی بہت زیادہ تاکید فرماتے تھے، اور خدا تک رسائی کیلئے احسان بہ خلق کو بہت مؤثر سمجھتے تھے اور اگر کوئی سیر و سلوک سے عاجز رہتا تھا تو اس کو نصیحت کرتے تھے کہ: "احسان کرنے میں کبھی کوتاہی نہ کرنا اور جب تک احسان کر سکتے ہو احسان کرو"

تا توانی بہ جہان خدمت محتاجان کن　　　بہ دمی یا درمی یا قلمی یا قدمی

حتی الامکان پیسے، قلم یا ایک قدم چل کر دنیا کے محتاجوں کی خدمت کرو۔

خود بھی خلق پر احسان کرنے میں پیش پیش رہتے تھے ایک شخص کو کچھ مشکل پیش آگئی تھی جب اس نے شیخ کی خدمت میں رجوع کیا تو آپ نے فرمایا: "یہ شخص صرف خمس سے اپنے رشتہ داروں کی مدد کرتا ہے اس کے علاوہ ان پر اور کوئی احسان نہیں کرتا ہے" یعنی صرف خمس دیدینا ہی کافی نہیں ہے۔

بہن کے ساتھ احسان

شیخ کے ایک شاگرد نقل کرتے ہیں کہ: ایک دن میں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ: میرے والد محترم کی روح سے معلوم کیجئے کہ ان کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے. اگر ہے تو میں ان کے لیے وہ عمل انجام دوں۔ شیخ نے فرمایا: "ایک سورۂ فاتحہ پڑھو" میں نے سورۂ فاتحہ پڑھا تو بلافاصلہ مجھے میرے والد محترم کا قد وقامت اور ان کے قیافہ کے بارے میں بتایا حالانکہ ان کا انتقال چالیس سال سے پہلے ہوچکا تھا. اس کے بعد فرمایا: "مجھ کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے بلکہ میرے فرزند سے کہو کہ وہ اپنی چھوٹی بہن پر گھر کے سامان کے ذریعہ احسان کرے"

شیخ اور لوگوں کے ساتھ احسان

جناب شیخ کی بابرکت زندگی کا مختلف گوشوں سے مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ حقیقت میں مرد ملکوتی اور لوگوں کی مشکلات میں مدد کرنے میں بے مثال تھے. آپ کی خدمت کے کچھ نمونے خاص طور سے اس کتاب کے پہلے حصہ کی تیسری فصل میں بیان ہوئے ہیں. ہم یہاں بھی ذیل میں کچھ اور نمونوں کی طرف اشارہ

کررہے ہیں:

امام جماعت کو ولی عصرؑ کا حوالہ دینا

شیخ کے ایک شاگرد نقل کرتے ہیں کہ: مرحوم سہیلیؒ کہا کرتے تھے کہ میری دو کان عباسی چوک تہران میں تھی. گرمی کے زمانہ میں ایک دن شیخ بڑی تیزی کے ساتھ میری دکان پر تشریف لائے اور مجھ کو کچھ رقم دیکر کہا کہ: "فوراً یہ رقم سید بہشتی کو دیکر آؤ" وہ آریانا سڑک پر واقع حاجی امجد صاحب کی مسجد میں امام جماعت تھے. جیسے ہی مجھ سے ہوا میں فوراً سید بہشتی کی خدمت میں پہونچا اور ان تک رقم پہونچائی.

میں نے بعد میں ان سے دریافت کیا کہ آخر اس دن کیا ماجرا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: اس دن میرے گھر میں مہمان آگئے تھے اور میرے گھر میں کچھ موجود نہ تھا میں نے دوسرے کمرہ میں جاکر امام زمانہؑ سے توسل کیا تو یہ حوالہ مجھ تک پہونچا.

جناب شیخ بھی فرماتے تھے کہ: حضرت ولی عصر ـ صلوات اللہ علیہ ـ نے مجھ سے فرمایا: فوراً یہ رقم سید بہشتی تک پہونچادو.

کھانا کھلانے کی نصیحت

شیخ خلق خدا پر واسطہ اور بلاواسطہ احسان کرنے اور ان کی مختلف مشکلوں کو حل کرنے کے علاوہ مختلف موقعوں پر خاص طور سے مذہبی عیدوں کے روز اپنے چھوٹے سے گھر میں موجودہ افراد کی دعوت کیا کرتے تھے. اہل ایمان کی دعوت کرنے اور گھر میں سفرۂ احسان کو بچھانے کیلئے آپ ایک خاص اہمیت کے قائل تھے. ہمیشہ گھر میں

کھانا کھلانے کی تاکید فرمایا کرتے تھے اور آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ محتاجوں کو کھانا کھانے کیلئے پیسہ دیدینا اس کی اتنی اہمیت نہیں ہے جتنی کھانا کھلادینے کی اہمیت ہے۔

ڈاکٹر فرزام لکھتے ہیں کہ: شیخ ہمیشہ فقیروں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے ایک دن میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا: پیسے دوں تو کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا: "نہیں، کھانا کھلانا اور چیز ہے اور اس کا بہت اثر ہے۔

اس بات کا سب کو علم تھا کہ شیخ پندرہ شعبان المعظم کو دعوت کرتے اور اس میں چاول اور بھنا مرغ کھلاتے تھے۔ عرفاء اور عوام الناس سبھی شیخ کے گھر میں آیا کرتے تھے اور شیخ کے سفرۂ احسان سے بہرہ مند ہوا کرتے تھے۔ شیخ مہمانوں کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے اور ان کی تواضع کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے تھے۔

اہل ایمان کو کھانا کھلانا، دسترخوان کا وسیع ہونا اور مہمان نوازی کے آداب کی رعایت کرنا شیخ کا اس وقت کا مشغلہ تھا جب خود ان کی مالی حالت اچھی نہیں تھی۔

ایک مرتبہ شیخ کے مکان پر دوپہر کا کھانا کھانے کیلئے اتنے افراد آئے کہ گھر کی دونوں منزلیں بھر گئیں جبکہ صرف چوبیس کلو چاول ہی بنائے گئے تھے۔ گھر والوں کو خوف ہوا کہ کہیں کھانا سب کیلئے کم نہ پڑے۔ جب شیخ اہل خانہ کی اس بات سے آگاہ ہوئے تو انہوں نے قم سے آنے والے باورچی سے کہا:

" اے سید ابوالحسن یہ کیا کہتے ہیں؟ دیگ کا ڈھکن ہٹاؤ تاکہ میں دیکھوں کہ کیا صورتحال ہے۔ شیخ نے کچھ چاول اٹھا کر دیکھا اور کہا کہ انشاء اللہ کم نہیں پڑیں گے"

اتفاق سے اس مجلس میں نہ صرف یہ کہ کھانا کم نہیں پڑا بلکہ مہمانوں کے کھانا

کھانے کے بعد جو لوگ دروازے کے باہر اپنے اپنے ظرف لیکر آئے ہوئے تھے ان کو بھی دیدیا گیا اور کھانا پھر بھی بچا رہا۔

عوام الناس کی خدمت کرنے کی برکتیں

عوام الناس کے ساتھ نیکی کرنے سے انسان کی مادی اور معنوی زندگی میں برکتوں کا اضافہ ہوتا ہے شیخ کی نظر میں احسان کے اہم آثار، نورانیت دل، دعا ومناجات اور خدا سے مانوس ہونے کی حالت کا پیدا ہوجانا ہیں جس کو ہم پہلے بھی بیان کرچکے ہیں۔

حضرت عبدالعظیم حسنیؒ کا مقام

شیخ کے ایک دوست لکھتے ہیں کہ: ہم شیخ کے ساتھ سید الکریمؒ کی زیارت کرنے کیلئے گئے۔ جناب شیخ نے حضرت عبدالعظیمؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ: "آپ اس مقام پر کیسے پہونچے؟

حضرت عبدالعظیم علیہ السلام نے فرمایا: خلق خدا پر احسان کے طفیل، میں قرآن لکھ کر بڑی زحمت ومشقت کے ساتھ اس کو فروخت کرتا تھا اور جو رقم مجھ کو ملتی تھی میں اس کے ذریعہ خلق خدا پر احسان کیا کرتا تھا۔

ٹیکسی ڈرائیور کی خدمت کرنے سے برکت

شیخ کے ایک شاگرد لکھتے ہیں کہ: میں سنہ ۱۳۲۷ھ شمسی یا سنہ ۱۳۲۸ھ شمسی میں ٹیکسی چلایا کرتا تھا۔ ایک روز جب میں مغربی بوذر جمہری سڑک پر پہونچا تو اس دن

بس نہیں چل رہی تھی. لوگ لائن میں کھڑے ہوئے تھے اس دوران دیکھا دو عورتیں ہمارے سامنے آئیں ایک کا قد بلند اور دوسری کا قد ناٹا تھا. انہوں نے مجھ سے کہا: ہم میں سے ایک لشکر چوراہا پر اور دوسری آریانا سڑک جائیگی اور ہم دونوں تجھے پانچ پانچ ریال کرایہ دینگے. میں نے بھی ان کی بات کو قبول کرلیا۔

لمبے قد والی عورت ٹیکسی سے اتری اور اس نے اپنا کرایہ دیدیا. اس کے بعد میں آریانا سڑک کی طرف چل دیا تاکہ اس چھوٹے قد والی عورت کو اس کے مقصد تک پہونچا آوں. وہ ترک زبان تھی فارسی زبان نہیں جانتی تھی. جب میں نے اس کی طرف توجہ کی تو وہ خود بخود یہ زمزمہ کررہی تھی کہ اے خدا میں ترک ہوں اور فارسی زبان بھی نہیں جانتی ہوں اور اپنے مکان سے بھی واقف نہیں ہوں کہ کہاں واقع ہے. ہر روز بس میں سوار ہو کر کنڈیکٹر کو دو ریال دیکر اپنے گھر کے سامنے بس سے اتر جایا کرتی تھی. میں نے صبح سے شام تک کپڑے دھو کر دو تومان کمائے ہیں انہیں میں سے اب پانچ ریال اس ٹیکسی ڈرائیور کو دیدوں۔

میں نے اس عورت سے کہا: پریشان مت ہو میں ترک زبان ہوں، میں آریانا جاؤنگا اور جہاں پر تمہارا مکان ہوگا میں تم کو وہیں پر اتار دونگا. وہ بہت زیادہ خوش ہوئی. آخر کار میں نے اس کا گھر تلاش کیا اور اس کو اس کے گھر کے سامنے اتار کر کچھ دیر کھڑا رہا اس نے اپنے ہینڈ بیگ سے ایک پرس نکالا اور اس میں سے مجھ کو کرایہ دینے کیلئے دس ریال کا ایک سکہ نکالا میں نے اس سے کہا: مجھ کو کرایہ نہیں چاہیئے خدا حافظ. اس کو اتار کر میں نے چوراہے کا ایک چکر لگایا اور اپنے کام میں مشغول ہوگیا. اگلے دن یا اس کے بعد میں اپنے دوست کے ساتھ شیخ کی خدمت میں پہونچا وہ اپنے اسی

سادہ کمرہ میں تشریف فرما تھے اور کچھ دوسرے افراد بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے سلام ومزاج پرسی کے بعد شیخ نے میرے دل کی باتیں کہتے ہوئے فرمایا: "شبہائے جمعہ میں تم منتظر ہو، تم ہو"

میں نے حضرت ولی عصر۔ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف۔ سے متعلق پروگرام کیا تھا اور شیخ کے "تم ہو" جملہ سے مراد یہ تھی کہ: تم بھی قائم آل محمد۔ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف۔ کے ظہور کے منتظر ہو. شیخ کے ان جملوں سے اس رات محشر بپا ہوگیا. ہم سب گریہ کرنے لگے. شیخ بھی گریہ کرنے لگے اور بہت زیادہ گریہ ہوا۔

اس کے بعد جناب شیخ نے مجھ سے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ تم کس طرح میرے پاس آئے؟ تم نے اس چھوٹے قد والی عورت کو جو سوار کیا تھا اور اس سے کرایہ نہیں لیا تھا اس نے تیرے حق میں خداوند عالم سے دعا کی اور خداوند عالم نے تیرے حق میں اس کی دعا قبول فرمائی اور تجھ کو میرے پاس بھیجا"

نابینا کی مدد اور دل کا نورانی ہونا

یہی مرد بزرگوار نقل کرتے ہیں کہ: میں اسی ٹیکسی سے "سلسبیل" جارہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک نابینا سڑک کے کنارے کسی کی مدد کا منتظر ہے میں فوراً ٹیکسی سے اترا اور اس سے جاکر کہا: تم کہاں جانا چاہتے ہو؟

نابینا: میں سڑک کے اس طرف جانا چاہتا ہوں۔

ٹیکسی ڈرائیور: اس کے بعد کہاں جاؤ گے؟

نابینا: میں تم کو اس سے زیادہ زحمت نہیں دینا چاہتا ہوں

ٹیکسی ڈرائیور: میں نے بہت اصرار کیا تو اس نے کہا: میں ہاشمی روڈ جاؤنگا. میں نے اس کو سوار کیا اور اسکے مقصد تک پہنچا دیا. اگلے دن جب میں شیخ کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے بغیر کسی تمہید کے فرمایا: "تم نے جو اس نابینا کو سوار کر کے اس کے گھر تک پہونچایا تھا اس کا کیا ماجرا تھا؟

میں نے سارا قصہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: جب سے تم نے اس عمل کو انجام دیا ہے اس وقت سے خدا نے تمہارے اندر ایک ایسا نور خلق فرما دیا ہے. جو برزخ میں اب بھی ہے۔

چالیس آدمیوں کو کھانا کھلانا اور بیمار کا شفا پانا

شیخ کے ایک دوست کہتے ہیں کہ: "میرے بچہ کا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا اور وہ ہسپتال میں بھرتی تھا. میں نے شیخ کی خدمت میں پہونچ کر ان سے عرض کیا: بتائیے اب میں کیا کروں؟

فرمایا: "پریشان نہ ہو اور نہ ہی غم کرو، ایک گوسفند خریدو، چالیس مزدوروں کو جمع کرو، ان کے کھانے کا انتظام کرو اور دعا کی خاطر ایک مجلس پڑھنے والے کو بلاؤ. جب وہ چالیس آدمی، آمین کہیں گے تو تمہارا بچہ ٹھیک ہوجائے گا اور اگلے دن واپس آجائیگا"

اس مسئلہ کو میں نے دوسرے کئی افراد سے بتلایا اور ان کی بھی اسی طریقہ سے حاجت روا ہوئی۔

خشک سالی میں بارش ہونا

جناب شیخ کے فرزند ارجمند نقل کرتے ہیں کہ: "ساری" نامی شہر کے کچھ کسانوں نے میرے والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: ساری شہر میں سوکھا پڑ گیا ہے، تمام چیزیں تباہ ہو چکی ہیں اور لوگوں کی حالت بہت خستہ ہے تو آپ نے فرمایا: "جاؤ ایک گائے ذبح کرو اور سب کو کھانا کھلاؤ"

انہوں نے تہران سے ٹیلی گراف کیا اور اس میں تحریر کیا کہ ایک گائے ذبح کر کے ایک ہزار افراد کو کھانا کھلادو، کھانا کھلانے کے وقت اتنی بارش ہوئی کہ مہمانوں کو آنے میں بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی قضیہ کی وجہ سے ساری کے افراد کا شیخ سے رابطہ برقرار ہوا لہذا کئی بار شیخ کو ساری کے پروگرام میں بلایا گیا۔

باپ کا اپنے فرزند کی زندگی کی خاطر لوگوں کو کھانا کھلانا

شیخ کے فرزند یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے صاحب اولاد ہونے کی خاطر ایران اور دوسرے ممالک میں اپنا علاج کرایا، لیکن وہ صاحب اولاد نہ ہوسکا۔ شیخ کے ایک دوست اس کو شیخ کی خدمت میں لے گئے اور ان کو سارا ماجرا سنایا۔ شیخ نے فرمایا: "خدا اس کو دو فرزند عطا کریگا اور جب بچہ پیدا ہو تو ایک گائے ذبح کر کے خلق اللہ کو کھانا کھلائیں"

سوال کیا گیا کہ ایسا کیوں کریں؟

آپ نے فرمایا: "میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے درخواست کی تو انہوں نے قبول کرلیا"

جب پہلا بچہ پیدا ہوا تو شیخ کی فرمائش کے مطابق ایک گائے ذبح کر کے لوگوں کو کھانا کھلا دیا گیا، لیکن جب دوسرا بچہ پیدا ہوا تو اس شخص کے کچھ رشتہ داروں نے یہ کہنا شروع کیا کہ: کیا شیخ رجب علی خیاط امام زادہ ہیں؟ انہوں نے معجزہ کردیا؟ وہ کون ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ایسا ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ... جس وجہ سے اس نے نہ گائے ذبح کی اور نہ ہی کھانا کھلایا اور جب شیخ سے تعارف کرانے والے نے گائے ذبح کرنے کی تاکید کی تو اس نے کہا: یہ سب خرافات ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد اسکا دوسرا بچہ مرگیا

ایک بھوکے حیوان کو سیر کرنے کی برکت

شیخ کے ایک دوست نقل کرتے ہیں کہ ایک روز آپ نے مجھ سے فرمایا: ایک شخص تہران کی قدیم گلی سے گزر رہا تھا ناگہاں اس کی نظر نالی میں ایک کتیا پر پڑی جس کے کئی بچے تھے۔ بچے اپنی ماں کے پستانوں سے دودھ پینے کی خاطر لڑ رہے تھے، لیکن ان کی ماں بھوک کی وجہ سے ان کو دودھ پلانے پر قادر نہ تھی اور بڑی رنجیدہ تھی۔ وہ شخص فوراً اسی کوچہ میں کباب فروش کی دکان پر پہونچا اور اس سے کچھ سیخ کے کباب لیکر آیا اور اس کتیا کے سامنے ڈالدیئے... اسی رات سحر کے وقت خداوند عالم نے اس شخص پر ایسی عنایت فرمائی جو ناقابل بیان ہے۔ اس حکایت کا ناقل کہتا ہے کہ: شیخ نے بہت اصرار کے باوجود اس شخص کا نام نہیں بتایا لیکن کچھ قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ شخص خود آپ ہی تھے۔

ڈاکٹر فرزام کہتے ہیں کہ: خدا حافظ کہتے وقت جب میں شیخ کی خدمت میں عرض کرتا تھا کہ آپ کو کوئی کام تو نہیں ہے؟ تو آپ یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ: "خلق

خدا پر احسان کرو، یہاں تک کہ حیوانوں پر بھی احسان کرنے کو نہ بھولنا "

خدا کیلئے احسان کرو

شیخ کے نقطہ نظر سے خلق کی خدمت کرنے کا جذبہ اور کیسے خدمت کیجائے بنیادی مسئلہ ہے۔ شیخ کا عقیدہ تھا کہ ہم کو خلق کی اسی طرح خدمت کرنی چاہیئے جیسی ہمارے ائمہ اور اولیائے خدا نے کی ہے۔ ان کا خلق خدا کی خدمت کرنے کا ہدف صرف خدا کی خوشنودی حاصل کرنا تھا۔

اس کے بارے میں شیخ فرمایا کرتے تھے: خلق خدا پر احسان خدا خواہی کی بنیاد پر ہونا چاہیئے جیسا کہ خدا کا فرمان ہے: " انما نطعمکم لوجہ اللہ " ہم تم کو خدا کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں۔ تم اپنے فرزند کا کیسے خرچ اٹھایا کرتے ہو، ان کے قربان اور صدقہ جاتے ہو؟ کیا بچہ اپنے والدین کیلئے کوئی کام انجام دے سکتا ہے؟ ماں باپ اپنے چھوٹے بچے کے عاشق ہوتے ہیں اور اس کیلئے من مانی خرچ کیا کرتے ہیں۔ تو اب تم اپنے خدا کیلئے ایسا معاملہ کیوں نہیں کرتے ہو؟ تم اپنے بچے کے برابر اس سے عشق کیوں نہیں کرتے ہو؟ اور اگر تم کسی پر احسان بھی کرتے ہو تو اس کے اجر کے منتظر رہتے ہو؟

خدمت خلق کے بارے امام خمینیؒ کا پیغام

اس فصل کے آخر میں مناسب ہے کہ ہم خدمت خلق کے بارے میں امام خمینیؒ کے ارشادات بیان کریں۔ آپ اپنے وصیت نامہ میں اپنے فرزند احمد خمینی کیلئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

میرے بیٹے انسانی ذمہ داری قبول کرنے سے فرار اختیار مت کرو، کیونکہ حق کی خدمت مخلوق کی خدمت کرنے کی صورت میں ہے کہ اس میدان میں شیطان کی تاخت وتاز، ذمہ داروں اور متعلقہ افراد کے درمیان تاخت وتاز سے کم نہیں اور اس بہانہ سے کہ میں معارف الٰہی سے نزدیک ہونا چاہتا ہوں یانمائندگان خدا کی خدمت کرنا چاہتا ہوں، معنوی یا مادی مقام کے حصول کی کوشش مت کرو کہ اس کی طرف توجہ شیطان سے ہے تو اس کو حاصل کرنے کی کوشش بدرجہ اولیٰ شیطان سے ہے۔ تنہا خدا کی نصیحت کو دل وجان سے سنو پوری قدرت کے ساتھ مانو اور اس راستہ پر چلو "قل انما اعظکم بواحدۃ ان تقوموا للہ مثنیٰ وفرادیٰ" "چلنے کے آغاز کا معیار "قیام اللہ" ہے۔ ذاتی کاموں اور نیز معاشرتی کاموں میں یہ کوشش کرو کہ اس پہلے قدم میں کامیاب ہوجاؤ کہ یہ عالم جوانی میں زیادہ آسان اور زیادہ کامیابی سے قریب ہے خود کو اپنے باپ کی طرح بوڑھا مت ہونے دو۔ ورنہ یا وہیں رہ جاؤ گے یا پیچھے پلٹ جاؤ گے اور اس میں خیال اور دقت کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر خدائی جذبہ کی بنا پر کوئی جن وانس پر حکومت حاصل کرلے تو بھی وہ عارف باللہ اور دنیا میں زاہد ہے اور اگر یہ شیطانی ونفسانی جذبہ کی بنا پر حاصل ہو اگرچہ ایک تسبیح ہو تو وہ اسی کے مطابق خدا سے دور ہے۔

اولیائے خدا کی نماز

جناب شیخ کے مکتب میں تربیت یافتہ افراد کی سب سے اہم خاصیت نماز میں قلبی طور پر حاضر ہونا تھا۔ اور یہ سب اسی وجہ سے تھا کہ جناب شیخ روح کے بغیر صرف صورت نماز کے قائل نہ تھے اور ہمیشہ یہی کوشش کیا کرتے تھے کہ آپ سے تعلق رکھنے والے حقیقی نماز گزار ہوں۔ نماز کی طرف راہنمائی سے متعلق جناب شیخ چار اہم نکات بیان فرمایا کرتے تھے اور یہ نکات قرآن واحادیث اسلامی سے ماخوذ ہیں۔

۱) عشق

جناب شیخ کا یہ عقیدہ تھا کہ جس طرح عاشق اپنے معشوق کے ساتھ گفتگو کرنے سے لطف اندوز ہوتا ہے اسی طرح نمازی کو بھی اپنے خدا سے راز و نیاز کرنے میں لطف اندوز ہونا چاہیئے وہ خود بھی ایسے ہی تھے اور تمام اولیائے خدا بھی اسی طرح تھے۔ نماز کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"جعل اللہ جل ثناؤہ قرۃ عینی فی الصلاۃ، وحبّب الیّ الصلاۃ کما حبّب الی الجائع الطعام، والی الظمآن الماء، وانّ الجائع اذا اکل شبع، وانّ الظمآن اذا شرب روی، وانا لااشبع من الصلاۃ" خداوند عالم نے میری آنکھوں کی ٹھنڈک

نماز کو قرار دیا۔ اور میرے نزدیک نماز کو اسی طرح محبوب قرار دیا جس طرح ایک بھوکے کیلئے کھانے کو اور پیاسے کیلئے پانی کو محبوب قرار دیا۔ بھوکا جب کھانا کھاتا ہے تو سیر ہوجاتا ہے اور پیاسا جب پانی پیتا ہے تو سیراب ہوجاتا ہے لیکن میں نماز سے سیر نہیں ہوتا۔

جناب شیخ کے ایک تیس سالہ شاگرد کہتے ہیں کہ: یہ میرا چشم دید واقعہ ہے کہ میں نے شیخ کو نماز میں اس طرح قیام کرتے دیکھا جیسے ایک عاشق اپنے معشوق کے سامنے کھڑے ہوکر اس کے جمال میں کھوگیا ہو۔ میں نے عام طور سے صرف تین ایسے افراد کا مشاہدہ کیا ہے جو نماز میں منہمک ہوجاتے تھے: الف۔ جناب شیخ رجب علی خیاط ب۔ آیت اللہ کوہستانی ج۔ مشہد مقدس میں جناب شیخ حبیب اللہ گلپائگانی۔ یہ سب عجیب وغریب شخصیتیں تھیں۔ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو میں نے خود دیکھا ہے کہ ان پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی تھی اور وہ خدا کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف توجہ نہیں رکھتے تھے۔

۲) ادب

خداوند قدوس کے حضور میں نمازی کا مؤدب ہونا ضروری ہے جس کو اسلام میں بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ حضرت امام سجاد علیہ السلام اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

" وحق الصلاة ان تعلم انها وفادة الی الله عزوجل، وانک فیها قائم بین یدی الله عزوجل فاذا علمت ذلک قمت مقام الذلیل الحقیر، الراغب الراهب،

الراجی الخائف، المستکین المتضرع، والمعظم لمن کان بین یدیہ بالسکون والوقار، وتقبل علیھا بقلبک وتقیمھا بحدودھا وحقوقھا"

دیکھو! نماز کا حق یہ ہے کہ نماز اللہ کی جانب ورود ہے اور تم نماز کی حالت میں اللہ کے سامنے کھڑے ہوئے ہو. اور جب تم یہ جان گئے تو تم کو اللہ کے حضور میں ایک ذلیل، حقیر، راغب، راہب، امیدوار، بیخوف، بینوا اور متضرع ہونا چاہیئے. اور اس کی بارگاہ میں بڑے ہی سکون ووقار کے ساتھ کھڑے ہو اور نماز کو اس کے تمام شرائط اور حقوق کے ساتھ بجالاؤ[1]"

جناب شیخ خدا کے سامنے حاضر ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"شیطان ہمیشہ انسان کی تلاش میں رہتا ہے. خبردار اپنی توجہ کبھی خدا سے قطع نہ کرنا، نماز میں باادب رہنا چاہیئے، نماز میں اس طرح کھڑا ہونا چاہیئے گویا کہ تم ایک بزرگ شخصیت کے حضور میں کھڑے ہوئے ہو کہ اگر تمہارے کوئی سوئی بھی چبھائے تو تم کو کوئی خبر نہ ہو"

ان مذکورہ بالا باتوں کو جناب شیخ نے اپنے بیٹے کے اس سوال آپ جب نماز پڑھتے ہیں تو کیوں مسکراتے ہیں؟ کے جواب میں فرمایا ہے. جناب شیخ کے فرزند کہتے ہیں کہ: میرے گمان میں ان کا مسکرانا شیطان کی وجہ سے ہی مسکرانا ہے جو مسکرا کر کہتے ہیں کہ تمہاری ہمت ہی نہیں کہ تم روک سکو۔

ہاں! جناب شیخ کا عقیدہ تھا کہ: پروردگار کے حضور میں ہر طرح کی خلاف ادب حرکت وسوسۂ شیطانی کی وجہ سے ہے. اور فرمایا کرتے تھے کہ: میں نے مشاہدہ کیا

۱۔ میزان الحکمہ ۷/۳۲۲۲/۲۲۹۹/۱۰۲۲۹۔

ہے کہ انسان نماز کی حالت میں جب کسی جگہ پر کھجلاتا ہے تو شیطان اس جگہ کے بوسے لیتا ہے۔

۲) حضور قلب

باطن نماز، یاد خدا اور نماز گزار کا سچے دل سے خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ اس کے بارے میں پیغمبر خداؐ کا ارشاد ہے: "لا یقبل الله صلاة عبد لا یحضر قلبه مع بدنه" خداوند عالم اس بندے کی نماز قبول نہیں کرتا جس کا دل اس کی بارگاہ میں اس کے بدن کے ساتھ حاضر نہ ہو"[1]۔

اسی نکتہ کی رو سے جناب شیخ نماز جماعت قائم کرنے سے پہلے حاضرین کو حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھنے کی خاطر آمادہ کیا کرتے تھے۔ آپ کی نماز حضور قلب کا ایک نمونہ تھی۔

ڈاکٹر حمید فرزام اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ: آپ بہت ہی اطمینان وادب کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔ اور جب کبھی میں دیر سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ (اور یا ان کے سامنے سے گزرتا تھا) اور ان کے قیافہ کا مشاہدہ کرتا تھا تو آپ کا جسم ہمیشہ لرزتا رہتا، نورانی قیافہ، رنگ اڑا ہوا اور ذکر خدا میں غرق رہتے تھے۔ مکمل طور پر آپ کے حواس نماز میں رہا کرتے تھے اور آپ ہمیشہ مقام سجدہ پر نگاہ رکھتے تھے۔ اور میرا یہ استنباط ہے کہ جناب شیخ کے دل میں سوئی کی نوک کے برابر بھی شک نہیں تھا۔

۱۔ میزان الحکمہ ۷/۳۱۱۶/۲۲۹۰/۱۰۶۳۵۔

شیخ کے ایک اور شاگرد کہتے ہیں کہ وہ کبھی کبھی مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ: کیا تم جانتے ہو کہ رکوع و سجود میں کیا کہتے ہو؟ اور تشہد میں تم جو یہ "اشھد ان لا الہ الا اللہ" کہتے ہو کیا یہ سچ کہتے ہو؟ کیا تم ہوائے نفس نہیں رکھتے ہو؟ کیا خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ہو؟ کیا تم "ارباب متفرقون"[1] سے سروکار نہیں رکھتے ہو؟"

۴) اول وقت نماز کی پابندی

احادیث اسلامی میں نماز کو اول وقت پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے. امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: "فضل الوقت الاول علی الآخر کفضل الآخرۃ علی الدنیا" نماز کے اول وقت کو آخری وقت پر اتنی ہی فضیلت حاصل ہے جتنی آخرت کو دنیا پر فضیلت حاصل ہے۔

جناب شیخ ہمیشہ نماز پنجگانہ کو اول وقت پڑھا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اول وقت نماز ادا کرنے کی نصیحت کرتے تھے.

خادم امام حسینؑ نے اب تک نماز نہیں پڑھی

خطیب توانا حجت الاسلام والمسلمین جناب سید قاسم شجاعی اس کے بارے میں جناب شیخ سے ایک بہت دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے دوران مجلسیں پڑھا کرتا تھا اور چونکہ میری آواز بہت

۱۔ سورۂ یوسف / آیت ۳۹۔

اچھی تھی لہذا میں مجلسوں میں بہت زیادہ شرکت کیا کرتا تھا. انہیں میں سے ہر مہینہ کی ساتویں تاریخ کو شیخ کے مکان پر منعقد ہونے والی مجلس میں جایا کرتا تھا جو چھوٹے بازار کے پاس "سیاہ ھا" گلی کے بعد واقع ہے. سیڑھیوں یا زینہ کے اوپر بائیں طرف والے کمرہ میں عورتیں بیٹھا کرتی تھیں اور میں ان کیلئے ہر مہینہ مجلس پڑھا کرتا تھا. جناب شیخ کا کمرہ بھی اسی کے نیچے والی منزل میں تھا. میری عمر اس وقت تیرہ سال تھی اور میں ابھی حد بلوغ کو بھی نہیں پہونچا تھا. اگلے دن جب میں مجلس پڑھ کر نیچے والی منزل پر پہونچا اور میری جناب شیخ سے پہلی ملاقات ہوئی تو ان کے ہاتھ میں ٹوپی تھی اور وہ بازار جانے کیلئے آمادہ تھے. میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے مجھ پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا:

"پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند اور امام حسین علیہ السلام کے خادم نے اب تک نماز نہیں پڑھی"

میں نے جواب میں عرض کیا: بسر وچشم قبول. جبکہ سورج کے غروب ہونے میں دو گھنٹے کا وقت باقی تھا. اس دن میں کسی دعوت میں گیا ہوا تھا. اور اس وقت تک نماز ادا نہیں کرسکا تھا. جیسے ہی جناب شیخ نے میری صورت دیکھی فوراً انہوں نے مجھے تنبیہ فرمادی۔

بس اسی وجہ سے میں قبل از بلوغ کے دوران اور اس کے بعد کبھی کبھی ان کی ان مجلسوں میں جو جناب حکیمی صاحب آہن فروش کے مکان پر منعقد ہوا کرتی تھیں شرکت کیا کرتا تھا. اور اسی نوجوانی کے عالم میں، میں نے یہ محسوس کرلیا تھا کہ اس شخص کی گفتگو الہامی گفتگو ہے، چونکہ ان کے پاس علمی اطلاعات نہ تھیں، لیکن جب

گفتگو کرتے تھے تو تمام سننے والوں کو اپنی طرف اس طرح جذب کر لیتے تھے گویا ہم اب بھی ان کی باتیں سن رہے ہیں. منجملہ ان کے یہ کلمات میرے ذہن میں ہمیشہ گردش کرتے رہتے تھے کہ:

لفظ "ہم" کو چھوڑ دو جب تک ہمارے کاموں میں لفظ "میں" اور "ہم" حاکم رہے گا تو شرک بھی رہے گا. فقط ایک ضمیر "وہ" حاکم ہے اور اگر اس ضمیر کو چھوڑ دو گے تو دوسری تمام ضمیریں شرک ہیں۔

جناب شیخ کے اس طرح کے کلمات انسان کی فکر اور دل میں گھر کر لیتے تھے۔

غصہ، آفت نماز

جناب شیخ سے نقل ہوا ہے کہ: میں غروب کے وقت تہران میں سیروس سڑک کے شروع میں واقع مسجد کے پاس سے گزر رہا تھا کہ نماز کے اول وقت کی فضیلت کو درک کرنے کی خاطر جیسے ہی میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے مشاہدہ کیا کہ ایک شخص نماز جماعت پڑھا رہا ہے اور اس کے سر کے چاروں طرف نور کا ایک ہالہ ہے. میں نے خود سوچا کہ نماز کے بعد اس شخص سے ملاقات کرونگا کہ نماز میں اس کے اندر یہ کیفیت کیسے پیدا ہوئی. نماز کے بعد میں اس شخص کے ساتھ مسجد سے باہر نکلا تو مسجد کے دروازے کے پاس اس میں اور مسجد کے خادم میں کچھ تو تو. میں میں ہو گئی اور وہ اس کے بعد اپنے راستہ پر چل پڑے. اس کے غصہ ہو جانے کے بعد میں نے ملاحظہ کیا کہ اس کے سر سے وہ نور کا ہالہ ختم ہو گیا۔

نویں فصل

اولیائے خدا کا حج

جناب شیخ کبھی بھی حج کرنے کیلئے مستطیع نہ ہوسکے اور حج کرنے نہ جاسکے، لیکن بہت سے حج ادا کرنے والوں سے آپ کی ہدایتیں اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ آپ اولیائے خدا کے حج کے راز سے دقیق طور پر آشنا تھے۔ آپ کا عقیدہ تھا کہ حقیقی اور کامل حج اسی وقت ہوتا ہے جب حج کرنے والا صاحب خانہ سے عشق حقیقی رکھتا ہو تاکہ وہ مناسک حج کے واقعی مقاصد کو درک کرسکے۔ لہذا جو شخص آپ سے اپنے ساتھ حج کرنے کیلئے خواہش کرتا تھا آپ اس سے فرمایا کرتے تھے کہ: "جاؤ عشق حقیقی سیکھ کر آؤ تاکہ میں تمہارے ساتھ حج کرنے کیلئے جاؤں"

حج کرنے والوں کو شیخ کی نصیحتیں

۱) حضرت ولی عصر (ع) کی زیارت کیلئے کوشش کرنا

جناب شیخ کے ایک قدیمی عقیدتمند کہتے ہیں کہ: میں مکہ معظمہ کا پہلا سفر کرنے کیلئے آمادہ تھا کہ جناب شیخ کی خدمت میں کچھ ہدایات حاصل کرنے کی غرض سے پہونچا تو آپ نے فرمایا: جس دن سفر شروع کروگے اس دن سے چالیس دن تک آیہ

کریمہ:" رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیراً [1] " کی تلاوت کرنا شاید تم ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کا دیدار کرسکو۔

نیز یہ فرمایا: یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے گھر پر بلائے اور انسان اس کے گھر پر پہنچ بھی جائے اور پھر بھی وہ صاحب خانہ سے ملاقات نہ کرسکے تمہاری تمام تر یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ میں انشاء اللہ حج کے کسی ایک موقع پر ان کے وجود مقدس کا ضرور دیدار کرونگا۔

۲) احرام کی حالت میں غیر خدا سے محبت کا حرام ہونا

"جو شخص میقات میں محرم ہوتا ہے اس کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ میں یہاں اسلئے آیا ہوں تاکہ غیر خدا کو خود پر حرام قراردوں اور تلبیہ کہنے کے وقت سے اس نے دعوت خدا کو قبول کیا اور غیر خدا کو خود پر حرام قرار دیا لہذا غیر خدا سے لو لگانا اس پر حرام ہوگیا اور اس کو اپنی عمر کے آخری سانس تک غیر خدا سے لو نہیں لگانا چاہیئے۔

۳) طواف میں خدا محور

طواف کعبہ ظاہراً خانہ کعبہ کے گرد چکر لگانا ہے لیکن یہ جان لو کہ اس چکر لگانے سے مراد خدا کو اپنی زندگی کا محور اور خود اس کیلئے فنا کردینا ہے. تم خود میں ایسی کیفیت پیدا کرو کہ اس کے گرد چکر لگاؤ اور اس پر قربان ہوجاؤ اور ایسے افعال انجام دو

۱۔ سورۂ اسراء / آیت ۸۰۔

کہ در حقیقت خانہ کعبہ تمہارے گرد چکر لگائے۔

۴) سونے کے پرنالے کے نیچے دعا کرنا

حجر اسماعیل اور سونے کے پرنالے کے نیچے زائرین بیت اللہ الحرام خداوند عالم سے اپنی مشکلیں کے دور ہونے کی دعا کرتے ہیں۔ تم وہاں پر یہ عرض کرنا کہ: اے خدا! تو میری اپنی بندگی اور اپنے ولی حجت بن الحسن۔ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف۔ کی مدد کیلئے تربیت کرنا۔

۵) منیٰ میں نفس امارہ کو قتل کرنا

جب تم منیٰ میں پہونچو گے تو قربان گاہ میں کیا کروگے؟ کیا تم جانتے ہو کہ قربانی کیوں کی جاتی ہے؟ حقیقت میں تم وہاں پر نفس امارہ کی قربانی کرنا۔ ارشاد خداوندی ہے:" فتوبوا الیٰ بارئکم فاقتلوا انفسکم " نفس کا سر کاٹ کر آنا۔ خود کو نفس کے چنگل سے آزاد کرو۔ ایسا نہ ہو کہ جب تم حج کر کے واپس آؤ تو تمہارا نفس پہلے سے زیادہ جرات مند ہوجائے۔

صرف جس جگہ محبت کی گئی

حج سے واپس آنے کے بعد میں نے شیخ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ: میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ فرمائیے میں کسی نتیجہ پر پہنچا یا نہیں؟

آپ نے فرمایا:" تم اپنا سر جھکا کر ایک مرتبہ سورۂ حمد پڑھو" اس کے بعد مسجد

الحرام اور اس کی جگہ کے بارے میں بتلاتے ہوئے فرمایا: صرف جس جگہ تم سے محبت کی گئی وہ جنت البقیع تھی کہ تم عجیب حال میں تھے اور تم نے وہاں پر فلاں فلاں کیلئے دعا کی تھی"

وہاں پر جو کچھ میں نے خدا کے حضور میں دعائیں کی تھیں وہ شیخ کے سامنے واضح تھیں۔

حج کا ولیمہ

سفر حج سے واپس آنے کے بعد میں نے ولیمہ حج کی غرض سے شیخ اور دوسرے افراد کی اپنے گھر پر دعوت کی۔ میں نے عام طور سے کھانے میں چاول اور کباب بنائے تھے ۔لیکن شیخ اور دوسرے چند افراد کی خاطر دوسری منزل پر دسترخوان بچھایا اور دوسری طرح کے کھانے رکھے۔ شیخ کو جب اس بات کا پتہ چلا تو انہوں نے مجھ کو بلایا اور فرمایا: کیوں ایسا کام کرتے ہو؟ اپنے کو بتلا نہ کرو۔ لوگوں کے درمیان فرق نہ رکھو۔ اگر یہ فعل خدا کیلئے انجام دیا ہے تو سب کو ایک آنکھ سے دیکھو۔ تم کچھ افراد کو زیادہ اہمیت کیوں دے رہے ہو؟ نہیں میں بھی سب کے ساتھ ہوں میرے اور لوگوں کے درمیان فرق نہ کرو۔

امام خمینیؒ کے کلام میں حج کے اسرار و رموز

تعجب خیز بات یہ ہے کہ جناب شیخ نے جو کچھ فلسفہ حج کے متعلق بیان کیا ہے وہ امام خمینی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ۔ نے فلسفہ حج کے بارے میں جو کچھ بیان فرمایا ہے

اس سے بہت نزدیک ہے اور اس فصل کی تکمیل کی خاطر ہم ذیل میں امامؒ کے کلام کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

بار بار لبیک کہنے کا راز

بار بار لبیک کہنا ان افراد کیلئے سزاوار ہے جو ندائے حق کو دل و جان سے سن کر دعوت خدا کا واقعی جواب دیتے ہیں۔ معاملہ محضر میں حاضر ہونے اور جمال محبوب کے مشاہدہ کرنے کا ہے گویا کہنے والا خود سے بیخود ہو کر دعوت کو دہراتا ہے اس کے بعد ایسے معنی مطلق میں شریک کی نفی کرتا ہے جن کو اہل اللہ جانتے ہیں۔ صرف الوہیت میں شریک کی نفی نہیں کرتا اگرچہ الوہیت میں شریک کی نفی بھی اہل معرفت کی نگاہ میں فنائے عالم تک کے تمام مراتب کو شامل ہے اور تمام احتیاطی و استحبابی فقرات پر مشتمل ہے۔ جیسے " الحمد لک والنعمة لک " حمد کو اور اسی طرح نعمت کو خدا سے مخصوص کرتا ہے۔ اور شریک کی نفی کرتا ہے۔ اور اہل معرفت کی نگاہ میں یہی توحید کی انتہا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ عالم وجود میں جو بھی نعمت اور حمد تحقق پائے وہ کسی شریک کے بغیر خدا کی حمد اور نعمت ہے۔ یہ اعلیٰ مقصد ہر موقف و مشعر، وقوف و حرکت اور سکون و عمل میں جاری ہے اس کی مخالفت اعم معنی میں شرک ہے جس میں ہم سب دل کے اندھے مبتلا ہیں [1]۔

۱۔ امام خمینیؒ کا حجاج کے نام پیغام۔ عید قربان کی مناسبت سے / ۱۳۶۳/۶/۷ھ ش۔

طواف کاراز

خانہ خدا کے گرد چکر لگانا اس بات کو بتاتا ہے کہ غیر خدا کے گرد نہ گھومو[1]۔

حرم خدا کے طواف میں، کہ حق سے عشق کی علامت ہے، دوسروں سے دل خالی کرو اور غیر حق کے خوف سے جان کو پاک کرو اور حق سے عشق کی بناپر بڑے چھوٹے بتوں، طاغوتوں اور ان کے متعلقین سے بیزاری اختیار کرو کیونکہ خدا اور اسکے دوستوں نے ان سے بیزاری کی ہے اور دنیا کے تمام آزاد لوگ ان سے بری ہیں[2]۔

خدا سے بیعت

حجر اسود کو چھوتے وقت خدا سے بیعت کرو کہ اس کے رسولوں، صالحین اور آزاد افراد کے دشمنوں کے دشمن رہو اور وہ جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں ان کی فرمانبرداری اور بندگی مت کرو۔ اور دل سے خوف اور حقارت کو ختم کرو کیونکہ دشمنان خدا اور ان میں سرفہرست شیطان بزرگ امریکہ حقیر ہیں چاہے وہ قتل عام، کچلنے اور جرائم کے ذرائع و آلات میں برتری رکھتے ہوں[3]۔

محبوب کوپانے کی کوشش

صفا ومروہ کی سعی میں صدق وصفا کے ساتھ محبوب کو پانے کی کوشش کرو کہ اس کو پاکر دنیا کے تمام بنے ہوئے جال ٹوٹ جائیں گے اور تمام شک وتردید ختم ہوجائیں گے۔ تمام مادی وابستگیاں ٹوٹ جائیں گی، آزادیاں کھل جائیں گی اور شیطان

۱۔ حجاج کے نام امام خمینیؒ کا پیغام ۱۳۵۸/۷/۱۱ ھ ش۔ ۲۔۳۔ وہی ماخذ، ۱۳۶۵/۵/۱۶ ھ ش۔

وطاغوت کی ہر طرح کی قید و بندش ختم ہوجائے گی جن کے ذریعہ وہ بندگان خدا کو اسارت واطاعت میں لاتے ہیں[۱]۔

مشعر وعرفات میں شہود وعرفان

شہود وعرفان کے ساتھ مشعر الحرام اور عرفات جاؤ اور ہر موقف میں حق کے وعدوں اور مستضعفین کی حکومت پر اطمینان قلب میں اضافہ کرو۔ سکوت وسکون کے ساتھ آیات حق میں غور کرو، عالمی سامراج کے چنگل سے محرومین و مستضعفین کی نجات کی فکر کرو اور ان مقدس مواقف میں نجات کے راستوں کو حق سے طلب کرو[۲]۔

منیٰ میں قربانی کا راز

پھر منیٰ میں جاؤ اور حقانی آرزوؤں کو وہاں پر پاؤ جو محبوب مطلق کی راہ میں اپنی سب سے محبوب شئے کو قربان کرنا ہے۔ اور جان لو کہ اس وقت تک محبوب مطلق تک نہیں پہونچ سکتے جب تک ان محبوبوں کو نہ چھوڑ دو جن میں سب سے بڑھ کر محبت نفس ہے اور محبت دنیا اس کی تابع ہے[۳]۔

شیطانوں کو کنکریاں مارنا

تم اس سفر الٰہی میں شیطان کو کنکریاں مارو گے اگر خدا نخواستہ تم خود ہی شیطان کے

۱۔۲۔۳۔ حجاج کے نام امام خمینیؒ کا پیغام ۱۳۶۵/۵/۱۴ھ ش۔

لشکر میں ہو تو خود ہی پر سنگ باری کرو گے. تم کو رحمانی ہونا چاہیۓ تاکہ تمہارا کنکریاں مارنا لشکر رحمان کا شیطان پر کنکریاں مارنا ہو[1]۔

۱۔ امام خمینیؒ کی کاروان حج کے علماء اور ذمہ داروں سے ملاقات میں تقریر سے اقتباس، ۱۳۵۸/۷/۸ھ ش۔

دسویں فصل

اولیائے خدا کا خوف

محبت خدا کے مسئلے کو کیمیائے سازندگی (خود کو سنورانا) کے عنوان سے پیش کرنے کے بعد انسان کے ذہن میں سب سے پہلا یہ سوال ابھرتا ہے کہ اگر خداوند متعال مہربان ہے اور ہم کو دوست رکھتا ہے اور اس سے عشق حقیقی کرنا تکامل ایمان کی دلیل ہے تو کیوں ان تمام باتوں کے باوجود خداوند عالم سے بے حد خوف رکھنے کی تاکید کی گئی ہے؟ اور کیوں قرآن کریم علماء اعلام کی سب سے اہم خصوصیت خدا سے خوف کرنے کو بیان کرتا ہے؟ اور کیا محبت خوف وخشیت کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے؟

جواب: ہاں! محبت خوف وخشیت کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے. شیخ نے خوف وعشق کے رابطہ اجتماع کے بارے میں ایک بہت اچھی مثال بیان کی ہے اور ہماری یہ فصل بھی اسی کو بیان کرنے کی خاطر منعقد کی گئی ہے لیکن اس مثال کو بیان کردینے سے پہلے ہم یہ بیان کردینا چاہتے ہیں کہ خدا سے خوف وخشیت کرنے کا کیا مقصد ہے؟

خدا سے خوف کھانے کا مطلب

خوف و خشیت الٰہی کی تفسیر میں سب سے پہلا نکتہ یہ ہے کہ خدا سے خوف کھانے کا مطلب گناہ اور اعمال ناشائستہ سے خوف کھانا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: "لا تخف الا ذنبک، لا ترج الا ربک" اپنے گناہوں کے علاوہ کسی اور سے مت ڈرو اور اپنے معبود کے علاوہ کسی اور سے امید نہ رکھو[1]۔

خدا سے مت ڈرو

ایک روز حضرت علی علیہ السلام کی ایک ایسے شخص سے ملاقات ہوئی جس کا چہرہ خوف کی وجہ سے متغیر ہو گیا تھا۔ امامؑ نے اس سے سوال کیا: تجھ کو کیا ہو گیا ہے؟

اس شخص نے جواب دیا: میں خدا سے ڈرتا ہوں!

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کے بندے اپنے گناہ سے ڈر، خدا کے بندوں پر جو تم نے ظلم و ستم کیے ہیں ان کی سزا کے متعلق خدا کی عدالت سے خوف کر، جو احکام خدا نے تجھ پر واجب کیے ہیں ان میں خدا کی اطاعت کر اور جو تیری بھلائی میں ہے اس میں خدا کی نافرمانی نہ کر! اس کے بعد خدا سے مت ڈر، چونکہ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اور تم جتنی سزا کے مستحق ہو گئے وہ تمہیں اس سے زیادہ سزا نہیں دیگا[2]۔

جدائی کا خوف

اس بنا پر کسی شخص کو بھی خدا سے نہیں ڈرنا چاہیئے بلکہ ہم کو خود سے ڈرنا چاہیئے

۱۔ میزان الحکمہ ۳/۱۵۷/۱۱۳۹/۵۳۲۵، غررالحکم ۱۰۱۳۶ اور نہج البلاغہ، حکمت ۸۲ میں آیا ہے کہ "ولا یرجون احد منکم الا ربہ ولا یخافن الا ذنبہ۔

۲۔ میزان الحکمہ ۳/۱۵۷/۱۱۳۹/۵۳۲۳ اور بحار الانوار، جلد ۷۰/ ۳۹۲/ ۶۰۔

کہ کہیں ہم اپنے برے اعمال کے ذریعہ مشکلوں سے دوچار نہ ہوجائیں لیکن نادرست اعمال کی سزا کے بارے میں اولیائے خدا کا خوف دوسروں کے خوف سے متفاوت ہے. انہوں نے غیر خدا کی محبت کو اپنے دل سے نکالدیا ہے. وہ دوزخ کے خوف اور جنت کی لالچ میں خدا کی اطاعت نہیں کرتے ہیں. وہ آتش فراق سے ڈرتے ہیں ان کیلئے خدا سے جدائی کا عذاب جہنم کی آگ سے زیادہ دردناک ہے. اسی بناپر اولیائے خدا کے امام حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام دعاء کمیل میں فرماتے ہیں:" فلئن صبرتنی للعقوبات مع اعدائک وجمعت بینی وبین اھل بلائک وفرقت بینی وبین احبائک واولیائک فھبنی یا الٰھی وسیدی ومولای وربی صبرت علی عذابک فکیف اصبر علیٰ فراقک"[1] "اگر تو نے عذاب میں اپنے دشمنوں کے ساتھ قرار دیدیا اور عذاب والوں کو اور مجھ کو جمع کردیا اور میرے اور اپنے دوستوں کے درمیان جدائی ڈال دی تو مجھے معلوم ہے. اے میرے معبود! اے میرے سردار! اے میرے مولا! اے میرے پروردگار! میں عذاب پر تو صبر کرلونگا لیکن تیری جدائی پر کیسے صبر کرونگا۔

جناب شیخ اس آیہ کریمہ: "یدعون ربھم خوفاً وطمعاً[2] " کی وضاحت کرتے ہوئے اس طرح فرماتے ہیں کہ: یہ خوف اور طمع کیا ہے؟ خوف فراق اور اس تک پہونچنے کی طمع ہے اس معنی کے قرینہ امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کی فرمائش دعائے کمیل " فھبنی یا الٰھی ... صبرت علیٰ عذابک فکیف اصبر علیٰ فراقک " ہے۔

۱۔ دعائے کمیل۔ ۲۔ سورۂ سجدہ / آیت ۱۶۔

اور اسی طرح دعائے امام سجاد علیہ السلام: " وصلک منیٰ نفسی والیک شوقی [1] " اور تیرا وصال میرے نفس کی آرزو ہے اور تیری جانب میرا شوق ہے۔

اس کے بارے میں فقیہ دعارف نامدار مرحوم ملا احمد نراقی فرماتے ہیں کہ:

گفت شاہ اولیا روحی فداہ	در دعا: کای سید من. وی الہ
در عذابت گیرم آوردم شکیب	چون بسازم با فراقت ای حبیب؟
دایہ ترساند ز آتش کودکان	ھین مکن بازی وگرنہ ای فلان
می گذارم آتشت بر دست وپای	می نہم داغت بہ رخسار وقفای
لیک ترساند از زجر فراق	شیر مردان با ہزاران طمطراق [2].

مولائے کائنات روحی فداہ نے دعا میں فرمایا ہے کہ: اے میرے سردار اور خدا اگر بالفرض میں تیرے عذاب میں صبر کرلوں تو اے حبیب تیری جدائی پر کیسے صبر کرسکتا ہوں۔ دایہ بچوں کو یہ کہہ کر آگ سے ڈراتی ہے کہ آگ سے مت کھیلو ورنہ میں تمہارے ہاتھ اور پیر پر آگ رکھدونگی، تمہارے رخسار اور گدی کو داغ دونگی۔ لیکن شیر مرداں فراق کے درد سے خوف زدہ ہیں۔

محبوب کے قبول نہ کرنیکا خوف

اولیائے خدا اپنے وظائف پر عمل کرتے ہیں اس لئے وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کا محبوب ان کو پسند نہ کرے۔ خدا کا فرمان ہے: " والذین یوتون ما آتوا وقلوبھم وجلة انھم الیٰ ربھم راجعون [3] " اور وہ لوگ جو بقدر امکان راہ خدا میں دیتے ہیں

۱۔ مفاتیح الجنان، مناجات خمسہ عشر، مناجات مریدین۔

۲۔ مثنوی طاقدیس / ۲۱۵۔ ۳۔ سورۂ مؤمنون / آیت ۶۰۔

اور انہیں یہ خوف لگا رہتا ہے کہ پلٹ کر اسی کی بارگاہ میں جانے والے ہیں. جس طرح اولیائے خدا کیلئے درد مفارقت، جانکاہ اور ناقابل برداشت ہوتا ہے اسی طرح ان کیلئے محبوب یعنی کمال مطلق کے قبول کرنے کا مسئلہ اہمیت رکھتا ہے۔

یہ موضوع اتنا اہم ہے کہ خطیب نماز جمعہ کے قول کے مطابق امام خمینی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ۔ نے اپنی پر برکت زندگی کے آخری ایام میں لوگوں سے اپنی خاطر یہ دعا کرنے کیلئے کہا تھا کہ خدا ان کو قبول کرلے۔

اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ جناب شیخ نے اس دقیق اور عرفانی مسئلہ کو کس طرح ایک سادہ مثال کے ذریعہ بیان فرمایا: شیخ کے ایک شاگرد نقل کرتے ہیں کہ: ایک روز جناب شیخ نے مجھ سے فرمایا:

تم دلہن کو کس لئے سجاتے ہو؟ میں نے عرض کیا: دولھے کیلئے۔

فرمایا: "تم سمجھے؟ میں چپ ہوگیا۔

فرمایا: "شب زفاف دلہن کو اس کے عزیز واقرباء بہترین سے بہترین طریقہ سے سجانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ دولہا کی نظر جذب کرلے. لیکن دلہن کے دل میں ایک ایسا خوف رہتا ہے جس کو دوسرے نہیں سمجھتے ہیں. وہ خوف یہ ہے کہ اگر وہ شب وصال اپنے شوہر کی نظر جلب نہ کرسکی یا شوہر اس سے خوش نہ ہوسکا تو اس وقت کیا ہوگا؟

اس بندہ کو کیسے خوف ودہشت نہ ہو جس کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس کے افعال خداوند متعال کی درگاہ میں قبول ہوئے ہیں یا نہیں؟ کیا تم "خود" کو اس کیلئے آراستہ کرتے ہو یا "اپنے" لئے اور لوگوں کے درمیان اپنا مقام حاصل کرنے کیلئے۔

مرنے کے بعد اموات کہتی ہیں کہ " رب ارجعون لعلی اعمل صالحاً[1] "
پروردگار مجھے پلٹا دے شاید میں اب کوئی نیک عمل انجام دوں۔
جس کو خدا پسند کرے وہ عمل صالح ہے اور جس کو تمہارا نفس پسند کرے وہ عمل صالح نہیں ہے۔ اسی بنا پر جناب شیخ ہمیشہ خدا سے ملاقات کرنے سے خائف رہتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ: خدا سے کوئی ڈر نہیں ہے ارشاد خداوندی ہے:" واما من خاف مقام ربہ[2] "اور جس نے رب کی بارگاہ میں حاضری کا خوف پیدا کیا ہے۔
اگر وہ ہم کو قبول نہ کرے اور ہمارے اعمال پسند نہ کرے تو ہم پروائے ہو؟ جناب شیخ کے فرزند ارجمند کہتے ہیں کہ شیخ فرمایا کرتے تھے: خدایا ہم کو بھی ٹوٹی پھوٹی چیزوں کی طرح خرید لے اور قبول فرمالے جس طرح ٹوٹی پھوٹی چیزیں خریدنے والا آدمی آواز لگاتا ہے کہ میں ٹوٹی پھوٹی چیزیں خریدتا ہوں۔

۱۔ سورۂ مومنون / آیت ۹۹ اور ۱۰۰۔

۲۔ سورۂ نازعات / آیت ۴۰۔

چوتھا حصّہ

وفات

شیخ رجب علی خیاط کی وفات

آخر کار تقویٰ و پرہیز گاری سے آراستہ زندگی بسر کرنے والا ۲۲ / شہریور سنہ ۱۳۴۰ھ شمسی کو اس دار فانی کو الوداع کہہ کر موت کی نیند سوگیا۔ ان کی نورانی روح کی ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز کرنے کی داستان بھی سبق آموز ہے۔

ہم اس حصہ میں جناب شیخ رجب علی خیاط کی داستان وفات کے علاوہ دوسرے دو اولیائے خدا کی داستان وفات کو بھی دوسری اور تیسری فصل میں بیان کریں گے۔ جن کی وفات بھی شیخ کی وفات سے بہت زیادہ شباہت رکھتی ہے۔

وفات سے ایک روز قبل

شیخ کے فرزند وفات سے ایک روز قبل کی حالت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:
وفات سے ایک روز قبل میرے والد بزرگوار بالکل ٹھیک تھے۔ میری والدہ محترمہ گھر پر موجود نہ تھیں۔ میں گھر پر اکیلا تھا عصر کے وقت میرے والد صاحب گھر پر آئے تو انہوں نے وضو کیا اور مجھ کو بلا کر کہا: مجھے کچھ بخار محسوس ہو رہا ہے۔ اگر وہ بندۂ خدا اپنا لباس لینے کیلئے آگیا تو کترنوں کے پاس رکھا ہوا ہے اور اس سے تیس تومان اجرت لے لینا"

والد محترم نے اس سے پہلے مجھ سے کبھی یہ نہیں بتایا تھاکہ اگر کوئی شخص آئے تو اس سے کتنی اجرت لینا ہے لہذا میں اس معاملہ کو نہ سمجھ سکا۔

شیخ کے ایک شاگرد کا خواب

جناب شیخ کے ایک عقید تمند جن سے شیخ نے خواب میں اپنی وفات سے ایک رات قبل اپنی موت کی پیشینگوئی کی تھی. وہ ان کی وفات کی داستان کو اس طرح بیان کرتے ہیں: شیخ کی وفات سے ایک شب قبل میں نے خواب دیکھا کہ مسجد قزدین کے مغربی سمت کی دو کانوں کے دروازے بند کیئے جارہے ہیں. میں نے سوال کیا: یہ کیا ہورہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ: شیخ رجب علی خیاط دنیا سے کوچ کر گئے ہیں. میں پریشانی کی حالت میں اٹھا تو رات کے تین بجے تھے. میں نے اپنے خواب کو سچا سمجھا. اذان صبح کے بعد میں نے نماز ادا کی اور بے خوف وخطر رادمنش صاحب کے مکان پر پہونچا. انہوں نے تعجب سے میرے بے وقت آنے کے بارے میں سوال کیا تو میں نے ان کو اپنا خواب سنایا:

صبح کے پانچ بجے تھے اور ہم بوجھل قدموں کے ساتھ شیخ کے مکان کی طرف چلے جا رہے تھے. جناب شیخ نے دروازہ کھولا، ہم اندر گئے اور بیٹھ گئے شیخ بھی بیٹھ گئے اور انہوں نے فرمایا: "اتنے صبح وسویرے کیسے آنا ہوا"؟

میں نے اپنے خواب کے بارے میں ان کو کچھ نہیں بتایا. شیخ اپنے سر کے نیچے ہاتھ رکھ کر لیٹ گئے اور فرمایا: "کچھ بولو" "کوئی شعر ہی پڑھو"

ایک نے مندرجہ ذیل شعر پڑھا:

خوش تر از ایام عشق ایام نیست　　　صبح روز عاشقان را شام نیست
اوقات خوش آن بود کہ با دوست بسر شد　　　باقی ہمہ بی حاصلی و بی خبری بود

عشق کا زمانہ ہی بہترین زمانہ ہوتا ہے. عاشقوں کی صبح کی شام نہیں ہوتی. اچھے اوقات وہ تھے جو دوست کے ساتھ گزر گئے، باقی اوقات بے خبری کے اوقات تھے۔

شیخ بستر مرگ پر

ابھی ایک گھنٹہ بھی نہیں گزرا تھا کہ شیخ کی حالت متغیر ہو گئی. مجھے یقین تھا کہ آج شیخ دنیا سے کوچ کر جائیں گے. میں نے ان سے کہا کہ ڈاکٹر کو بلا لاؤں، تو انہوں نے فرمایا: "تم کو اختیار ہے"

ڈاکٹر نے نسخہ لکھا. میں جب دوا لیکر واپس پلٹا تو میں نے دیکھا کہ شیخ کو دوسرے کمرہ میں لے گئے ہیں. اور وہ قبلہ رخ بیٹھے ہیں اور انکے پیروں کے اوپر ایک سفید کپڑا ڈال دیا گیا ہے. شیخ اپنی چٹکی سے اسے مس کر رہے تھے میں بہت ہی غور سے دیکھ رہا تھا کہ ایک مرد خدا دنیا سے کس طرح کوچ کرتا ہے. ایک مرتبہ ان پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ گویا کسی نے انکے کان میں کچھ کہا تو انہوں نے جواب میں کہا: "انشاء اللہ" اس کے بعد فرمایا: آج کون سا دن ہے؟ آج کے دن کی دعا لاؤ" میں نے اس دن کی دعا پڑھی تو فرمایا: "سید احمد صاحب کو بھی پڑھنے کیلئے دیدیجئے" جب وہ دعا پڑھ چکے تو پھر فرمایا: اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کہو: "یا کریم العفو، یا عظیم العفو، العفو" خدا مجھ کو بخش دے۔ میں نے اپنے دوست کو دیکھا اور کہا کہ میں سہیلی صاحب کو لینے جانا چاہتا ہوں، کیونکہ یہ سچا خواب ہے اور ختم ہو رہا ہے. میں چلا گیا۔

جناب خوش آمدید

اس داستان کا باقی حصہ شیخ کے فرزند کی زبانی سنیں: میں نے دیکھا کہ والد صاحب کے کمرہ میں بہت بھیڑ ہے. مجھ کو بتایا گیا کہ آپ کے والد صاحب کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے. میں فوراً کمرہ میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے والد صاحب جنہوں نے ابھی وضو کیا تھا، وہ رو بقبلہ بیٹھے ہوئے ہیں کہ وہ اچانک کھڑے ہوئے اور بیٹھ گئے اور ہنس کر کہا: جناب [1] خوش آمدید. مصافحہ کیا اور چت لیٹ گئے اور ان کی روح جسم سے پرواز کر گئی. جبکہ ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمایاں تھی۔

قبر کی پہلی رات

شیخ کے ایک دوست نقل کرتے ہیں کہ: میں خواب میں شیخ کی قبر کی پہلی رات ان کی خدمت میں پہونچا تو میں نے دیکھا کہ ان کو امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے ایک بلند مقام عطا کیا گیا ہے. میں ان کے مقام کے بہت نزدیک پہونچا یہاں تک کہ انہوں نے مجھ کو شفقت اور حسرت بھری نظروں سے دیکھا جس طرح باپ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتا ہے لیکن بیٹا اس کی طرف توجہ نہیں کرتا. مجھ کو ان کے اس طرح نگاہ کرنے سے یاد آیا کہ وہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ: "غیر خدا کو مت چاہنا" لیکن ہم پھر بھی خواہشات نفس کے چنگل میں پھنسے رہتے ہیں. میں ان کے اور قریب

۱۔ مرحوم سہیلی صاحب کے بقول یہاں پر "جناب" سے مراد امام عصر(عج) ہیں جو اس وقت شیخ کے دیدار کیلئے تشریف لائے تھے۔

ہوا تو انہوں نے دو جملے فرمائے:

پہلا جملہ:

راہ زندگی، خدا اور اولیائے خدا سے انس و محبت ہے[1]۔

دوسرا جملہ:

وہ شخص اپنی زندگی میں کامیاب ہوا کہ جس کی زوجہ نے شب زفاف اپنا لباس راہ خدا میں ایثار کر دیا۔

والسلام علیہ یوم ولد و یوم مات و یوم یبعث حیا۔

۱۔ صحیفہ سجادیہ کی دعا نمبر ۲۱ میں آیا ہے کہ: "وھب لی الانس بک و باولیائک و اھل طاعتک"۔

دوسری فصل

آیت اللہ حجت کی وفات

جیسا کہ ہم نے اس حصہ کی ابتداء میں اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ ہم جناب شیخ کی سبق آموز سوانح حیات کے آخر میں ان دو اولیائے خدا کی داستان بھی نقل کریں گے جو جناب شیخ کے درس آموز وفات سے مشابہ ہے:

ان میں سے پہلی شخصیت حضرت آیت اللہ حجت۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ۔ کی ہے جو جناب شیخ کے مرجع تقلید تھے۔ آپ ان کی خلوص کے ساتھ تعریف کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان کے سینہ میں حبّ جاہ اور ریاست طلبی کا کوئی شائبہ بھی نہیں تھا[1]۔

اب اس بزرگ شخصیت کی وفات کی داستان انہیں کے داماد حضرت آیت اللہ حاج شیخ مرتضی حائری۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ۔ راقم الحروف کے استاد بھی تھے وہ اس طرح نقل کرتے ہیں کہ:

مکان کی تعمیر

پہلے یہ عرض کرتا چلوں کہ جناب حجت" میرے استاد بزرگوار اور خسر تھے۔ میں

۱۔ پہلے حصہ کی چوتھی فصل ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کے دولت کدہ پر بہت زیادہ آمد ورفت نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی ان سے مربوط کاموں میں کوئی دخالت کرتا تھا. لیکن آپ آیت اللہ بروجردیؒ کے زمانہ میں مرجع مطلق یا اکثر آذربائیجان والوں کے مرجع تقلید تھے اور تہران میں بھی آذربائیجان کے رہنے والے اور بعض دوسری جگہوں کے افراد اکثر آپ ہی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور آپ شہریہ تقسیم کیا کرتے تھے اور پیسے کے اعتبار سے آپ کا ہاتھ کھلا ہوا تھا.

موسم سردی کے اوائل میں کہ ابھی موسم زیادہ سرد نہیں ہوا تھا آپ اپنا مکان بنانے میں مشغول تھے انہوں نے ابھی نیا مکان بنانے کی خاطر ایک حصہ کی مٹی اٹھوا دی تھی اور دوسرے حصہ میں کاریگر اور دوسرے مزدور. فلیش کا گڈھا کھودنے اور کنویں پر پتھر رکھنے میں مشغول تھے (جو مکان کے ضروریات میں سے ہے) اور اس مکان کی تعمیر کے بانی وہ خود نہیں تھے بلکہ انکے ایک عقیدتمند تھے جن کا نام میرے خیال میں چاپچی تھا جو تہران میں مقیم تھے۔

مجھے مرنا ہے

میں[1] ایک روز صبح کے وقت جب آپ کی خدمت میں پہونچا تو آپ اندر ایک کمرہ میں تخت پر تشریف فرما تھے اور آپ کی طبیعت زیادہ خراب نہ تھی. معمولا سردی کے موسم میں آپ کا سینہ جکڑ جاتا تھا اور تنگی نفس محسوس کیا کرتے تھے اور اس وقت سردی کے موسم کی ابتداء میں میرے لحاظ سے آپ کی طبیعت زیادہ خراب نہ تھی. مجھ کو اطلاع ہوئی کہ آپ نے تمام مزدوروں اور کاریگروں کو بھی واپس کردیا ہے.

۱۔ آیت اللہ حائری۔

تو میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا: حضور آپ نے تمام مزدوروں اور معماروں کو کیوں واپس بھیج دیا؟ انہوں نے مکمل یقین کے ساتھ فرمایا: مجھ کو مرنا ہی ہے تو معمار وغیرہ کی کیا ضرورت؟

میں کچھ نہیں بولا اور مجھ کو یاد نہیں کہ میں نے ان کے اس جواب سے بہت زیادہ تعجب کیا ہو. اس کے بعد انہوں نے فرمایا: عزیزم: "ان چند دنوں میں میرے پاس ضرور آنا" ان کا مقصد یہ تھا کہ پہلے کی طرح مجھ سے دور نہ رہنا۔

خدایا جو تو نے مجھ پر فرض کیا تھا اسے ادا کیا

میں مکاسب کا درس باہر والے کمرہ میں دیا کرتا تھا اور ہر روز صبح درس تمام کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور کبھی رات کے وقت بھی آپ کے پاس جایا کرتا تھا۔

آپ نے ایک مرتبہ مجھ کو بدھ کے روز اپنے پاس بلانے کی خاطر ایک خصوصی پیغام بھیجا. میں جب ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کے سامنے والد صاحب کا لوہے کا صندوق رکھا ہوا تھا، اور حاجی سید احمد زنجانی بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے. قیمتی اوراق اور ملکی اسناد وغیرہ آپ نے زنجانی صاحب کو سپرد کیں اور نقد رقم جو ٹوکری میں رکھی ہوئی تھی وہ میرے حوالہ کی گئی تاکہ میں اس کو معین شدہ مقامات پر خرچ کرسکوں. اور اسی رقم میں سے کچھ رقم میرے حصہ میں قرار دی. پہلے ہی سے آپ نے کئی نسخوں میں اپنی وصیتیں لکھ رکھی تھیں. جن میں سے ایک کو میرے پاس بھیجا تھا جو اب بھی میرے پاس موجود ہے. آپ کی کچھ رقم، نجف، تبریز اور قم

میں حاجی محمد حسین یزدی مرحوم کے پاس تھی جو والد مرحوم کے اوصیا میں سے تھے.
آپ نے یہ وصیت لکھی تھی کہ میری جو بھی رقم میرے وکیلوں کے پاس موجود ہے وہ
سب سہم امامؑ ہے اور جس زمین پر بروجردی صاحب نے ایک بڑی مسجد تعمیر کی وہ
زمین آپ نے مدرسہ کی خاطر اپنے ہی نام پر خریدی تھی۔ آپ نے اپنے وصیت نامہ
میں تحریر فرمایا تھا کہ وہ بھی سہم امامؑ ہے اور کسی کو میراث میں نہیں ملے گی اور اگر
بروجردی صاحب چاہیں تو ان کو مسجد کیلئے دے سکتے ہیں۔

آپ کی تمام رقم ایک تھیلی میں موجود تھی اور آپ نے کئی دن سے سہم امامؑ وغیرہ
لینا بند کر دیا تھا لیکن زنجانی صاحب وصول کیا کرتے تھے اور جس مہینہ کے اوائل
میں آپ کا انتقال ہوا اس کا وظیفہ بھی زنجانی صاحب نے تقسیم کرایا تھا. ان کی
جیب میں فقط کچھ ریزگاری تھی جس کو آپ کی دختر (میری زوجہ) نے ان کی جیب
سے نکال کر تکیہ کے نیچے رکھ دیا تھا. یہ وہ رسم تھی جس کو قدیمی عورتیں بجالایا کرتی
تھیں جبکہ میں اس رسم سے پوری طرح آشنا تھا. یعنی پہلے صدقہ کو گردی رکھتی تھیں پھر
کسی کو دیدیا کرتی تھیں۔ صرف وہی پیسے تھے جن کو وہ نہیں جانتے تھے. جب آپ نے
رقم والی تھیلی راقم الحروف (آیت اللہ حائری) کو کسی جگہ پر لیجانے کیلئے سپرد کی تو
ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا: "اے خدا! میں نے اپنے وظیفہ پر عمل کیا تو بھی
میری موت کو قریب کردے"۔

میں دوپہر کے وقت انتقال کرونگا

میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا: جناب عالی آپ اتنے کیوں گھبرا گئے ہیں

آپ کی ہر سال سردی کے موسم میں یہی حالت ہوجاتی ہے اور پھر آپ ٹھیک ہوجاتے ہیں۔

فرمایا: "نہیں، میں دوپہر کے وقت انتقال کرجاؤنگا"

میں اس کے بعد کچھ نہ بولا اور آپ کی فرمائش کے مطابق میں گھر سے نکلا اور اس ڈر سے کہ کہیں دوپہر کے وقت آپ کی وفات نہ ہوجائے اور اس رقم کی ذمہ داری میرے کندھوں پر عائد ہوجائے کہ اس کو ورثاء کو دیا جائے یا اسی کام میں صرف کیا جائے۔ لہذا بڑی محنت وکوشش کر کے میں نے دوپہر کے وقت وہ کام انجام دیا لیکن آپ کی وفات دوپہر تک نہ ہوئی۔

قرآن سے فال

اسی دوران ایک رات مجھ سے قرآن طلب کیا اور قرآن کو بڑی ہی توجہ کے ساتھ کھولا تو اس کے پہلے صفحہ پر آیت "لہ دعوۃ الحق[1]" تھی۔ آپ نے گریہ کیا اور خدا کی بارگاہ میں کچھ دعا کی جو اس وقت مجھے یاد نہیں ہے اور آپ نے اپنی مہر اسی رات یا اس سے اگلی رات توڑ ڈالی۔

مولا علی تشریف لائیے

انہیں ایام میں جبکہ آپ کی وفات قریب تھی، آپ کی آنکھیں در پر اس طرح گڑی رہتی تھیں گویا آپ بالخصوص کسی چیز کا مشاہدہ کررہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ: "مولا علی تشریف لائیے" لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ آپ کی طبیعت

۱۔ سورۂ رعد / آیت ۱۴۔

بحال ہو گئی۔ آپ دعا، ذکر اور راز و نیاز میں مشغول تھے اور مجھے صحیح یاد نہیں ہے کہ دعائے عدیلہ میں نے یا کسی اور نے پڑھی تھی۔

انکی وفات کے روز میں نے بڑے ہی اطمینان کے ساتھ گھر میں ہی درس مکاسب دیا، چونکہ آپ کی حالت معمول سے زیادہ خراب نہ تھی۔ درس کے بعد میں ان کے چھوٹے سے کمرہ میں گیا تو اس وقت کمرہ میں صرف آپ کی دختر (میری زوجہ) موجود تھیں، اور آپ کی صورت دیوار کی طرف تھی جبکہ آپ ذکر و دعا میں مشغول تھے۔ انہوں نے کہا: آج والد صاحب کچھ مضطرب ہیں۔ ظاہراً آپ کا اضطراب یہی دعا وذکر تھا۔ جب میں نے سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا اور کہا: آج کون سا دن ہے؟

میں نے عرض کیا: آج سنیچر ہے۔

انہوں نے کہا: کیا بروجردی صاحب درس دینے گئے؟

میں نے عرض کیا: ہاں! آپ نے کئی مرتبہ تہ دل سے "الحمدللہ" کہا۔

آپ نے کچھ اور گفتگو بھی فرمائی، جس کو میں نے اختصار کی خاطر لکھنے سے گریز کیا ہے۔

خاک شفا کا پانی

آپ کی دختر نے کہا: آج والد صاحب کی طبیعت کچھ ناساز ہے۔ لہذا ان کو تھوڑی خاک شفا پلاتی ہوں۔ میں نے کہا: بہتر ہے۔ وہ تھوڑی خاک شفا لائیں۔ میں نے جناب کی خدمت میں عرض کیا: بسم اللہ نوش فرمائیے۔ آپ بیٹھ گئے۔ میں پیالی ان کے سامنے لے گیا انہوں نے سوچا کچھ کھانا یا دوا ہوگی۔ لہذا کچھ غصہ میں بولے: "یہ کیا

ہے؟ میں نے جواب دیا: خاک شفا ہے۔ فوراً آپ کا قیافہ کھل گیا اور آپ نے سارا خاک شفا کا پانی پی لیا اور فرمایا: "آخر زادی من الدنیا تربة الحسین"۔ دنیا سے میرا آخری توشہ خاک شفا ہے۔

یا صرف آپ نے تربت (خاک شفا) کہا اور پھر لیٹ گئے اور اپنی اصلی حالت پر پلٹ گئے اور دعا وذکر میں مشغول ہوگئے اور میں اندر یا باہر کے دروازے میں وہیں پر موجود تھا۔ آپ کے اصرار پر دوسری مرتبہ پھر دعائے عدیلہ پڑھی گئی۔ آپ کے دوسرے فرزند سید حسن اور خود جناب عالی بھی تکیہ پر سینہ رکھے ہوئے روبقبلہ بیٹھے ہوئے تھے اور ترکی وفارسی زبان میں اپنے عقائد کا اظہار فرما رہے تھے۔

کیمین فصلی وار (کون واسطہ ہوسکتا ہے)

مجھے یاد ہے کہ آپ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی خلافت کے اقرار کے بعد ترکی زبان میں فرما رہے تھے کہ: "بلا فصل، ہیچ فصلی یوخدی، لاپ بلا فصلی، کیمین فصلی وار[1]" اور اولاد پیغمبرؐ اور حضرت علیؑ کی بہ نسبت اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے:

"ضرب الله مثلاً کلمة طیبة کشجرة طیبة اصلها ثابت و فرعها فی السماء[2]"

اللہ نے کس طرح کلمہ طیبہ کی مثال شجرۂ طیبہ سے بیان کی ہے جس کی اصل ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان تک پہونچی ہوئی ہے۔

میں بھی ایک کنارہ پر کھڑا ہوا اس عجیب وغریب اور معنوی منظر کا نظارہ کر رہا تھا۔

۱۔ یعنی بلا واسطہ، کوئی واسطہ نہیں تھا۔ یقیناً واسطہ نہیں تھا۔ یقیناً واسطہ نہیں تھا۔ کون شخص واسطہ ہوسکتا ہے؟

۲۔ سورۂ ابراہیم / آیت ۲۴۔

ایک مرتبہ میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ میں ان سے عرض کروں کہ ہمارے لئے دعا فرما دیں لیکن میں شرمندگی کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکا چونکہ: اول، تو وہ خود اپنی فکر میں تھے اور دوسری طرف ان کی کوئی توجہ نہ تھی اور وہ موت سے پہلے خدا کے حضور میں اپنے معنوی وظائف انجام دے رہے تھے۔

دوسرے، یہ تقاضا اس بات کی نشاندہی کررہا تھا کہ ہم بھی ان کی موت سے آگاہ ہوچکے ہیں۔

میں تمام افراد (سید حسن، ان کی دختر اور دوسرے رشتہ داروں) کے پیچھے ایک طرف کھڑا ہوا حالات دیکھ رہا تھا میں نے ان کو یہ کہتے بھی سنا: "اے خدا! میرے تمام عقیدے حاضر ہیں سب کو میں نے تیرے سپرد کیا وہ مجھ کو واپس کردے" میں وہیں پر کھڑا ہوا تھا کہ آپ کی روح اسی حالت میں پرواز کر گئی جبکہ آپ اپنا سر روبقبلہ تکیہ پر رکھے ہوئے تھے۔ ہم نے احساس کیا شاید آپ دل کی تکلیف سے دوچار ہوگئے ہیں۔ کچھ کرامین کے قطرے آپ کے منہ میں ٹپکائے گئے تو میں نے یہ مشاہدہ کیا کہ دوا ان کے ہونٹوں کے کنارے سے باہر گر گئی۔ بس اسی وقت ان کا انتقال ہوچکا تھا۔ لیکن جب خاک شفا کا پانی حتیٰ کرامین کے قطرہ ان کے گلے سے نیچے نہ اترے تو مجھے پوری طرح یقین ہوگیا کہ آپ انتقال کرگئے ہیں۔ لہذا جیسے ہی باہر نکلا تو مجھ کو مدرسہ حجتیہ سے اذان کی آواز سنائی دی، یعنی آپ ظہر کے اول وقت انتقال کرگئے جیسا کہ انہوں نے بدھ کے دن فرمایا تھا کہ میں ظہر کے وقت انتقال کر جاؤنگا۔

آخر میں آیت اللہ حائری یہ اضافہ کرتے ہیں کہ: مذکورہ بالا داستان میں ایمان محکم کی مندرجہ ذیل غیبی نشانیاں موجود ہیں:

۱) آپ کا اپنے مرنے کی ظہر کے وقت کی خبر دینا اور آپ کا ظہر ہی کے وقت انتقال کرنا۔

۲) مکاشفہ کے ذریعہ امیر المؤمنین علیہ السلام کو مشاہدہ کرنا۔

۳) آپ کا یہ خبر دینا کہ دنیا سے میرا آخری توشہ خاک شفا ہے اور ایسا ہی ہوا. بغیر اس کے کہ آپ خود خاک شفا چاہیں یا اس پیالی میں خاک شفا کا پانی ہونے کا احتمال دیں، کیونکہ آپ نے سخت لہجہ میں پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ گویا آپ اس کو واپس کرنے کا ارادہ کر چکے تھے[۱]۔

۱۔ سر دلبران، ۲۰۶۔ ۲۱۳۔

حاجی آخوند تربتی کی وفات

خدا کے جس دوسرے ولی کی داستان سننے کے لائق اور سبق آموز ہے وہ مشہور خطیب حسین علی راشد کے پدر بزرگوار آخوند تربتی ہیں. انہوں نے اپنے والد کی سوانح حیات کتاب "فضیلت ہائے فراموش شدہ" لکھی ہے، اس میں اپنے والد کی داستان وفات اس طرح تحریر کی ہے:

وفات سے ایک ہفتہ پہلے

ہم تمام گھر والوں نے ان سے جن تمام چیزوں کا مشاہدہ کیا اور وہ اب تک ہم پر مبہم رہ گئیں ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ میرے والد بزرگوار بروز اتوار ۲۴ مہر سنہ ۱۳۲۲ھ شمسی مطابق ۱۷ شوال سنہ ۱۳۶۲ھ قمری کو تقریباً سورج نکلنے کے بعد اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کیا حالانکہ آپ نے نماز صبح لیٹ کر ادا کی، ان پر حالت احتضار طاری ہوئی، انہوں نے اپنے پیروں کو قبلہ کی طرف کیا وہ جان نکلنے کے آخری لحظہ تک ہوش و حواس میں تھے اور ان کی روح نکلنے کے وقت ان کی زبان پہ کلمہ "لاالہ الااللہ" جاری تھا۔

سلام علیکم یارسول اللہ

آپ ایک ہفتہ پہلے نماز صبح کے بعد اپنی عبا اپنے چہرہ پر ڈال کر روبقبلہ لیٹ کر سوگئے ناگہاں آفتاب کی مانند ایک جگہ سے نور چمکا اور آپ کا سارا پیکر چمک اٹھا اور بیماری کی وجہ سے آپ کا چہرہ جو زرد ہوگیا تھا وہ صاف وشفاف ہوگیا جو آپ کے چہرہ پر پڑی ہوئی نازک عبا کے نیچے سے صاف نظر آرہا تھا. اسی وقت آپ نے کہا: "سلام علیکم یارسول اللہ" آپ اس حقیر وناچیز کو دیکھنے کیلئے تشریف لائے۔

اسکے بعد ایسا معلوم ہورہا تھا کہ جیسے لوگ ایک ایک کرکے انہیں دیکھنے کیلئے تشریف لارہے ہیں. حضرت امیر المؤمنین (ع) سے لیکر آخری امام تک سلام کرتے گئے اور ان کے تشریف لانے پر ان کا شکریہ ادا کرتے رہے۔

اس کے بعد حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو سلام کیا پھر حضرت زینب کبری سلام اللہ علیہا کو سلام عرض کیا اور روتے ہوئے عرض کیا: "بی بی میں نے آپ کیلئے بہت گریہ کیا ہے"۔

ماں پر سلام

اس کے بعد اپنی ماں کو سلام عرض کیا اور کہا: "مادر گرامی آپ کا شکریہ کہ مجھ کو پاک دودھ پلایا"

اور آپ کی یہ حالت سورج نکلنے کے دو گھنٹے بعد تک جاری رہی اس کے بعد جو روشنی آپ کے پیکر پر چمک رہی تھی وہ ختم ہوگئی اور آپ کی پہلی حالت پلٹ آئی اور آپ کے چہرہ کا رنگ پھر بیماری کی وجہ سے زرد ہوگیا اور ٹھیک اگلے اتوار کو وہی

دو گھنٹے حالت احتضار میں گزرے اور آپ نے آرام سے داعی اجل کو لبیک کہا۔

حسین علی مجھ کو پریشان نہ کرو

اسی ہفتہ کے دوران، ایک دن میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا: ہم پیغمبروں اور بزرگان الٰہی کے بارے میں روایتوں میں بہت سی چیزیں سنتے ہیں اور یہ آرزو کرتے ہیں کہ کاش ہم بھی ان چیزوں کو سمجھتے اب آپ میرے سب سے نزدیک ہیں اور آپ میں یہ حالت دیکھی گئی ہے لہذا میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ سے یہ سمجھوں کہ یہ کیا تھا؟ آپ خاموش رہے اور کچھ نہ بولے۔ میں نے دو تین مرتبہ پھر یہی سوال دہرایا لیکن آپ پھر بھی خاموش رہے۔ جب میں نے چوتھی یا پانچویں مرتبہ یہی سوال دہرایا تو انھوں نے کہا: "حسین علی مجھ کو پریشان نہ کرو"۔

میں نے عرض کیا: میرا ارادہ کچھ سمجھنے کا ہے۔

جواب ملا: "میں تم کو نہیں سمجھا سکتا تم خود سمجھو"

یہ حالت میری والدہ محترمہ، بھائی بہن، پھوپھی اور مجھ پر مخفی رہ گئی اور ان مطالب کے لکھنے، یعنی ۲۴ تیر سنہ ۱۳۵۴ھ شمسی مطابق ۵ رجب سنہ ۱۳۹۵ھ قمری بروز منگل ساڑھے نو بجے صبح تک مجھ پر مبہم ہے۔ میں اسکے بارے میں کچھ نہیں جانتا صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ: اس طرح کی حالت کا میں چشم دید گواہ ہوں [1]

۱۔ فضیلت ہائے فراموش شدہ، ص ۱۳۹۔